موسوعہ قوانین اسلام

قانون معاہدات

(حصہ دوم)

وصیت، مجورین، اقرار، غصب، وکالت، کفالت

مؤلف:
علامہ سید افتخار حسین نقوی

پیشکش: منتہائے نور مرکز تحقیقات اسلام آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

تعارف کتاب

نام کتاب : قانونِ معاہدات (حصہ دوم)
وصیت، مجورین، اقرار، غصب، وکالت، کفالت
تالیف : سید افتخار حسین نقوی النجفی
علمی و تحقیقی معاونت : محققین کی ایک جماعت (قم، ایران)
نظر ثانی و ترتیب : تصور عباس سرگانی، محسن ہاشمی، محمد نقی
سرورق :
ناشر :
پیشکش : منتہائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد
قیمت :

کتاب ملنے کا پتہ:
دانیال پلازہ، چھٹہ بختاور، پارک روڈ اسلام آباد
فون: +92-333-1910220

فہرست

پہلا باب : 9

قانون وصیت 9

وصیت کی تعریفات اور اقسام 10

ارکان وصیت 10

وصیت کی اقسام 11

موصی (وصیت کرنے والے) کے قوانین 22

موصی بہ (وصیت کی جانے والی اشیاء) کے قوانین 27

وصیت کی شرائط 42

موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی جائے) کے متعلق قوانین 50

وصی کے متعلق قوانین 60

منجزات مریض 73

(بیمار کے اقدامات) 73

۱۔ مؤجلہ یا معلقہ 73

۲۔ معجلہ یا منجزہ: 73

دوسرا باب: قوانین مجورین.. 81

(ممنوع التصرف).. 81

تعریفات.. 82

حجر کے اسباب.. 83

کم سنی یا بچپنا:.. 85

سفیہ(احمق یا بے عقل).. 105

دیوانگی 110

مرض الموت 136

غلامی 142

تیسرا باب: قوانین اقرار 145

تعریفات.. 145

صیغہ اقرار کی شرائط.. 146

اقرار کے نافذ ہونے اور اس کی مشروعیت پر دلائل.. 147

اقرار کرنے والے کی شرائط 149

وارثت میں اقرار سے متعلق قوانین.. 168

چوتھا باب : قوانینِ غصب.. 173

تعریفات.. 173

غصب میں غاصب کی ذمہ داری 175

غصبی چیز سے متعلقہ قوانین........................ 179

غصبی چیز کے ضائع یا عیب دار ہونے کے متعلق قوانین 182

غصبی چیز میں اضافہ یا محنت سے متعلقہ قوانین 197

غصبی اور ضائع شدہ چیز کی ضمانت سے متعلق قوانین........................ 201

مالک اور غاصب کے درمیان اختلاف کے متعلق قوانین........................ 212

عمومی چیزوں کے غصب کے قوانین........................ 215

پانچواں باب: قوانین وکالت 217

وکالت کا مفہوم اور اس کی شرائط 218

وکالت کا لغوی معنیٰ 218

وکالت کا اصطلاحی معنیٰ........................ 219

عقد وکالت کے ارکان........................ 223

عقد وکالت کی شرائط........................ 224

وکالت کا عقد جائز یا عقد لازم ہونا........................ 228

وکالت اور ولایت میں فرق........................ 230

وکالت اور وصیت میں فرق 230

وکالت اور نیابت میں فرق 231

وکالت اور اجارہ میں فرق 231

باب دوم: مؤکل کی شرائط.. 232

سفاہت کا معنی.. 237

باب ۳: وکیل کی شرائط.. 246

وکالت میں اختلاف سے متعلقہ قوانین 252

چھٹا باب : قانون کفالت.. 256

تعریفات.. 257

کفیل کی شرائط سے متعلق قوانین.. 262

عقد کفالت کی مدت سے متعلقہ قوانین 266

عقد کفالت کے مکان سے متعلقہ قوانین 268

مکفول کی اجازت سے متعلق قوانین 273

کفیل اور مکفول لہ کے درمیان اختلاف سے متعلق قوانین 275

مکفول کے فرار میں سہولت کار سے متعلقہ قوانین........................ 277

کتابنامہ.. 280

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابِ حاضر قانون معاہدات حصہ دوم ہے جو قوانینِ وصیت، مجورین،اقرار، غصب، وکالت اور کفالت جیسے اہم ابواب سے متعلقہ اسلامی قوانین کا مجموعہ ہے جس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان سے متعلقہ قوانین کو قرآنی آیات اور احادیث سے مستند کرتے ہوئے، اسلامی مذاہب کے فقہاء کی آراء کے ساتھ مفصل اور بہترین انداز میں پیش کیا جائے؛ اس بنا پر یہ کتاب مندرجہ بالا موضوعات سے متعلقہ اسلامی قوانین کا ایک ایسا مکمل اور مستند مجموعہ ہے جس سے اسلامی حکومت کی سرپرستی میں قائم نظام میں بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب علامہ سید افتخار حسین النقوی النجفی کی سرپرستی میں مرکز تحقیقات منتہای نور کے محققین کی ایک کاوش ہے جسے صاحبانِ ایمان واسلام کی خدمت میں پیش کیا جارہاہے۔امید ہے کہ یہ علمی کاوش مومنین کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

والسلام

مرکز تحقیقات منتہائے نور (شعبہ قم)

پہلا باب :
قانون وصیت

Chapter One:
(Law of Wills)

وصیت کی تعریفات اور اقسام
(Definition and kinds of Wills)

وصیت کی لغوی تعریف

لفظ وصیت، وصی یصی وصی الشیء سے مشتق ہوا ہےاور متصل ہونا، پیمان باندھنا، مہربان ہونا،امر اور حکم کرنا کے معانی میں استعمال ہوا ہے، جیسے وصی توصیۃ فلانا بکذا، وصیت الیہ بالصلاۃ، وغیرہ۔[1]

وصیت کی اصطلاحی تعریف

۱۔ کسی شخص کا اپنی وفات کے بعد کے زمانہ کے لیے دائمی طور پر یا معین وقت کے لیے اپنی قانونی مملوکہ اشیاء کی عین یا منفعت کا کسی شخص، گروہ یا ادارے کے حق میں بلا عوض بطریق ملکِ عین یا منفعت منتقل کرنے کے قطعی اظہار کو "وصیت" کہتے ہیں۔

۲۔ اصطلاح میں وفات کے بعد عین یا منفعت کی تملیک کو وصیت کہتے ہیں، جیسا کہ صاحب جواہر فرماتے ہیں: "تمليك عين أو منفعة بعد الوفاة"[2]

ارکان وصیت
(Elements of will)

موصی: وصیت کرنے والا۔

موصیٰ لہ: جس کے حق میں وصیت کی گئی ہے۔

موصیٰ بہ: وہ عین یا منفعت جس کے متعلق وصیت کی گئی ہے۔

وصی: وہ شخص جو اس وصیت شدہ عین یا منفعت کا انتظام وانصرام کے لیے چنا گیا ہے۔

---

[1]۔ المنجد، مصطفیٰ رحیمی، ج۲ص ۱۲۷۷، چاپ دوم، انتشارات صبا، تہران۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۸ص ۲۴۱، طبع ششم، دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

وصیت کی اقسام
(Types of will)

وصیت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وصیت تملیکی:

انسان اپنی وفات کے بعد اپنے مال میں سے کوئی چیز کسی شخص یا کسی گروہ جیسے فقراء کے لیے قرار دے اسے وصیت تملیکی کہتے ہیں۔

۲۔ وصیت عہدی:

انسان کسی دوسرے کو کسی شئے میں تصرف کرنے کا کہے، جیسے یہ کہے کہ مجھے فلاں مقام پر دفن کرنا، یا میرے مال کو فلاں کے لیے وقف کرنا، یا میری نیابت میں نمازیں اور روزے انجام دینا وغیرہ، اسے وصیت عہدی کہتے ہیں۔[1]

قانون ۱: وصیت کرنا صحیح ہے۔ عقد وصیت میں ایجاب و قبول ضروری ہے البتہ کوئی مخصوص الفاظ نہیں بلکہ اگر کتابت یا اشارہ سے انجام دیا جائے تو بھی صحیح ہوگا۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ - عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ اعْتُقِلَ لِسَانُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ أَوِ امْرَأَةٍ فَجَعَلَ أَهَالِيهِمَا يُسَائِلُهُ أَعْتَقْتَ فُلَاناً وَ فُلَاناً فَيُومِئُ بِرَأْسِهِ أَوْ تُومِئُ بِرَأْسِهَا فِي بَعْضٍ نَعَمْ وَفِي بَعْضٍ لَا وَفِي الصَّدَقَةِ مِثْلُ ذَلِكَ أَيَجُوزُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ جَائِزٌ.[3]

---

[1]۔ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۲۲، دار السرور بیروت ۱۴۱۸ق۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۳، موسسہ نشر اسلامی قم۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۷۴، باب ۴۹ حدیث مسلسل ۲۴۷۹۲۔

ترجمہ: ”علی بن جعفر، اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد یا عورت کے بارے سوال کیا جس کی زبان موت کے وقت گنگ ہو گئی، اور ان دونوں کے اہل و عیال ان سے سوال کرتے ہیں کہ کیا فلاں فلاں شخص کو آزاد کیا ہے ؟ تو وہ بعض کے لیے ہاں کا اشارہ اور بعض کے لیے نہ کا اشارہ کرتا ہے، یا کرتی ہے، اور صدقہ کے لیے بھی اسی طرح اشارہ کرتے ہیں، کیا یہ جائز اور صحیح ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں !“

۲ -عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْهَمَذَانِيِّ قَالَ كَتَبْتُ إِلَيْهِ رَجُلٌ كَتَبَ كِتَاباً فِيهِ مَا أَرَادَ أَنْ يُوصِيَ بِهِ هَلْ يَجِبُ عَلَى وَرَثَتِهِ الْقِيَامُ بِمَا فِي الْكِتَابِ بِخَطِّهِ وَ لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِذَلِكَ فَكَتَبَ إِنْ كَانَ وُلْدُهُ يُنْفِذُونَ كُلَّ شَيْءٍ يَجِدُونَ فِي كِتَابِ أَبِيهِمْ فِي وَجْهِ الْبِرِّ وَ غَيْرِهِ۔ [1]

ترجمہ: ”ابراہیم بن محمد ہمدانی نے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام کو لکھا کہ ایک شخص نے ایک تحریر میں وہ سب کچھ لکھا جو وہ وصیت میں کہنا چاہتا تھا، کیا ورثاء پر ضروری ہے کہ اس کی لکھی ہوئی وصیت پر عمل کریں اگرچہ اس نے زبانی کچھ نہ کہا ہو ؟ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ اگر اس کی اولاد ہو تو وہ سب کچھ ان پر نافذ ہے جو وہ اپنے باپ کی تحریر میں پائیں چاہے نیک ہو یا نہ۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں فقہ جعفری کے موافق ہیں، جیسا کہ فقہ السنہ میں بیان ہوا ہے:

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ص ۳۷۴، باب ۴۸ حدیث مسلسل ۲۴۷۹۰؛ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۹ص ۲۴۲، باب ۲۰ حدیث ۲۹۔

و کما تنعقد الوصیة بالعبارة تنعقد کذلك بالاشارة المفهمة متی کان الموصی عاجزا عن النطق کما یصح عقدها بالکتابة۔[1]

ترجمہ: جس طرح عبارت اور لفظ کے ساتھ عقد وصیت منعقد ہوتا ہے اسی طرح اشارہ کے ساتھ بھی عقدِ منعقد ہوجاتا ہے، جب موصی نطق سے عاجز ہو، اور اسی طرح عقد وصیت کتابت کے ذریعے بھی صحیح ہوتا ہے۔

ضمن: وصیت عہدی میں قبول ضروری نہیں ہے، چاہے اس کے لیے وصی قرار دیا ہو یا نہ دیا ہو جبکہ وصیت تملیکی میں موصی لہ کی طرف سے قبول کرنا ضروری ہے۔[2]

مستندات

ا: قرآن مجید

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِينَ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔[3]

ترجمہ: ”تمہارے اوپر یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت سامنے آجائے تو اگر کوئی مال چھوڑا ہے تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے وصیت کر دے یہ صاحبان تقوی پر ایک طرح کا حق ہے، اور جو شخص وصیت کو سن کر اسے تبدیل کر دے گا اس کا گناہ اسے تبدیل کرنے والے پر ہوگا، خدا سب کا سننے والا اور سب کے حالات سے باخبر ہے۔“

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۱، طبع ہشتم، ۱۴۰۷ق، دار الکتب العربی، بیروت۔

[2]۔ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۲۵۔

[3]۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۰، ۱۸۱۔

وجہ استدلال

اس آیہ میں اطلاق پایا جاتا ہے اور اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ وصیت پر عمل کرنا بغیر کسی شرط کے صحیح ہے۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ -عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِنْ أَوْصَى رَجُلٌ إِلَى رَجُلٍ وَ هُوَ غَائِبٌ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرُدَّ وَصِيَّتَهُ فَإِنْ أَوْصَى إِلَيْهِ وَ هُوَ بِالْبَلَدِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَبِلَ وَ إِنْ شَاءَ لَمْ يَقْبَلْ-[1]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی دوسرے غائب شخص کو وصیت کرے، تو اس کے لیے اس کی وصیت کا رد کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر وہ وصیت کرے لیکن وہ کسی دوسرے شہر میں ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس کی وصیت کو قبول کرے یا نہ کرے۔''

۲ - عَنِ الْفَضْلِ بْنِ شَاذَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي رَجُلٍ يُوصَى إِلَيْهِ فَقَالَ إِذَا بُعِثَ بِهَا إِلَيْهِ مِنْ بَلَدٍ فَلَيْسَ لَهُ رَدُّهَا وَ إِنْ كَانَ فِي مِصْرٍ يُوجَدُ فِيهِ غَيْرُهُ فَذَلِكَ إِلَيْهِ۔[2]

ترجمہ: ''جناب فضیل، امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے نقل کرتے ہیں جس کی طرف سے وصیت کی گئی ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جب اس شہر سے کسی کو اس کی طرف وصیت کے ساتھ روانہ کیا جائے تو اس کا رد کرنا صحیح نہیں ہے، لیکن اگر اسی شہر میں اس کے علاوہ کوئی اور شخص وصیت کے لائق پایا جائے تو پھر اس کے لیے انکار کرنا صحیح ہوگا۔''

---

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۶، حدیث ۱؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۱۹۵ حدیث مسلسل ۵۴۴۵۔

[2]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۶، حدیث ۲؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۱۹۵ حدیث مسلسل ۵۴۴۶۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کہتے ہیں کہ اگر وصیت عمومی ہو جیسے مساجد یا مدارس کے لیے وصیت کی جائے تو قبول ضروری نہیں ہے لیکن اگر وصیت کسی معین اور مشخص شخص کے لیے ہو تو اس میں قبول ضروری ہے، جیسا کہ فقہ السنۃ میں بیان ہوا ہے۔

متی کانت الوصیۃ غیر معینۃ فانہا لا تحتاج الی قبول بل تتم بالایجاب وحدہ، اما اذا کانت الوصیۃ لمعین بالشخص فانہا تفتقر الی قبول الموصی لہ بعد الموت۔[1]

ترجمہ: "جب وصیت غیر معینہ ہو تو اس صورت میں وصیت قبول کی محتاج نہیں ہے بلکہ فقط ایجاب کے ساتھ عقدِ منعقد ہو جائے گا۔ لیکن جب وصیت ایک معین اور مشخص شخص کے لیے ہو تو اس صورت میں عقد وصیت قبول کا محتاج ہو گا اور موصی لہ کے لیے ضروری ہے کہ موت کے بعد وصیت کو قبول کرے۔"

قانون ۲: عقد وصیت مُوصی کی بہ نسبت عقودِ جائزہ میں سے ہے، لہٰذا مُوصِی اپنی زندگی میں جب چاہے وصیت کو ختم کر سکتا ہے۔[2]

مستندات

۱: اجماع

فقہاء امامیہ کے بہت بڑے فقیہ صاحب جواہر نے اس مسئلہ پر اجماع منقول اور محصل ہونے کا دعوی کیا ہے، بلکہ اس پر موجود روایات کے متواتر ہونے کا بھی ادعا کیا ہے۔[3]

---

[1] ۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۱۔

[2] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۶۵۔

[3] ۔ سابقہ حوالہ۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ بُرَیْدٍ الْعِجْلِیِّ عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لِصَاحِبِ الْوَصِیَّةِ أَنْ یَرْجِعَ فِیهَا وَ یُحْدِثَ فِی وَصِیَّتِهِ مَا دَامَ حَیّاً۔[1]

ترجمہ: ”برید عجلی، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ نے وصیت کرنے والے کے حوالے سے فرمایا: کہ جب تک وہ زندہ ہے وصیت میں تبدیلی یا اسے ختم کر سکتا ہے۔“

۲ - عَنْ عُبَیْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع یَقُولُ لِلْمُوصِی أَنْ یَرْجِعَ فِی وَصِیَّتِهِ إِنْ کَانَ فِی صِحَّةٍ أَوْ مَرَضٍ۔[2]

ترجمہ: ”عبید بن زرارہ نے کہا کہ میں نے مُوصی کے لیے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: مُوصی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی وصیت سے پلٹ جائے، چاہے مریض ہو یا صحت مند ہو۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، فقہ جعفری کے موافق ہیں، جیسا کہ سید سابق اپنی کتاب فقہ السنہ میں لکھتے ہیں:

الوصیة من العقود الجائزہ التی یصح فیها للموصی ان یغیرها او یرجع عما شاء منها او یرجع عما اوصی بہ۔[3]

---

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۱۲، حدیث ۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۰۴ باب ۱۸، حدیث مسلسل ۲۴۶۵۴۔

[2]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۱۲، حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۰۳ باب ۱۸، حدیث مسلسل ۲۴۶۵۳۔

[3]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۱۔

ترجمہ: ”وصیت عقود جائزہ میں سے ہے جس میں مُوصی تغیر و تبدل کر سکتا ہے، یا جب چاہے وصیت میں کی گئی شئے سے پلٹ سکتا ہے۔“

قانون ۳: اگر موصیٰ لہ، مُوصی سے پہلے فوت ہو جائے یا بعد میں فوت ہو لیکن قبول کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء قبول یا رد کرنے میں اس کے قائم مقام ہوں گے۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ -عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي رَجُلٍ أَوْصَى لِآخَرَ وَ الْمُوصَى لَهُ غَائِبٌ فَتُوُفِّيَ الْمُوصَى لَهُ الَّذِي أُوصِيَ لَهُ قَبْلَ الْمُوصِي قَالَ الْوَصِيَّةُ لِوَارِثِ الَّذِي أُوصِيَ لَهُ قَالَ وَ مَنْ أَوْصَى لِأَحَدٍ شَاهِداً كَانَ أَوْ غَائِباً فَتُوُفِّيَ الْمُوصَى لَهُ قَبْلَ الْمُوصِي فَالْوَصِيَّةُ لِوَارِثِ الَّذِي أُوصِيَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ فِي وَصِيَّتِهِ قَبْلَ مَوْتِه[2]

ترجمہ: ”امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک ایسے شخص کے بارے فیصلہ دیا جس نے ایک دوسرے شخص کے لیے وصیت کی تھی جبکہ وہ شخص غائب تھا تو موصیٰ لہ جس کے لیے وصیت کی گئی تھی وہ موصی سے پہلے فوت ہو گیا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وصیت موصیٰ لہ کے وارث کے لیے ہے اور فرمایا: جو شخص کسی کے لیے وصیت کرے چاہے وہ حاضر ہو یا غائب اور موصیٰ لہ، موصی سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت موصیٰ لہ کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی مگر جب موصی اپنی موت سے پہلے اس وصیت سے پلٹ جائے۔“

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۴؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۵۸، ۲۵۹؛ مفتاح الکرامہ، محمد جواد حسینی عاملی، ج ۲۳ ص ۴۲ موسسہ نشر اسلامی قم۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۳۳، ۳۳۴ باب ۳۰، حدیث مسلسل ۲۴۷۱۶۔

۲ -عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ أُوصِیَ لَهُ بِوَصِیَّةٍ فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ یَقْبِضَهَا وَلَمْ یَتْرُكْ عَقِباً قَالَ اطْلُبْ لَهُ وَارِثاً أَوْ مَوْلًى فَادْفَعْهَا إِلَیْهِ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَعْلَمْ لَهُ وَلِیّاً قَالَ اجْهَدْ عَلَى أَنْ تَقْدِرَ لَهُ عَلَى وَلِیٍّ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ وَعَلِمَ اللّٰهُ مِنْكَ الْجِدَّ فَتَصَدَّقْ بِهَا[1]

ترجمہ: ''عباس بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس کے لیے ایک وصیت کی گئی ہو اور وہ وصیت شدہ چیز کو حاصل کرنے سے پہلے فوت ہو جائے اور پیچھے کوئی وارث بھی نہ چھوڑ جائے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کے وارث کو تلاش کرو اور اس کی طرف وہ مال بھیجو، راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اگر میں اس کے ولی کو نہ جانتا ہوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کوشش کرو یہاں تک کہ تلاش کرلو اگر پھر بھی اسے نہ پاسکو حالانکہ آپ کا تلاش کرنا خدا کے علم میں ہے تو اس کی طرف سے صدقہ دے دو۔''

۳ -عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى إِلَیَّ وَ أَمَرَنِی أَنْ أُعْطِیَ عَمّاً لَهُ فِی كُلِّ سَنَةٍ شَیْئاً فَمَاتَ الْعَمُّ فَكَتَبَ أَعْطِ وَرَثَتَهُ۔[2]

ترجمہ: ''محمد بن عمر باہلی نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس نے مجھے وصیت کی اور کہا کہ میں ہر سال چچا کو کوئی شئے دُوں، اور چچا فوت ہو گیا ہے؟ امام علیہ السلام نے جواب لکھا کہ اس کے ورثاء کو دو۔''

فقہاء اہل سنت کی رائے

اہل سنت فقہاء، اس مسئلہ میں امامیہ کے مخالف ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتا ہے:

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۳۴ باب ۳۰، حدیث مسلسل ۲۴۷۱۷۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۳۵ باب ۳۰، حدیث مسلسل ۲۴۷۱۸۔

فان مات الموصی له قبل موت الموصی بطلت الوصية، هذا قول اکثر اهل العلم، و به قال الزهری و حماد بن ابی سلیمان و ربيعة و مالك و الشافعی و اصحاب الرای و قال الحسن تكون لولد الموصی له[1]

ترجمہ: "اگر موصیٰ لہ، موصِی سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی، اکثر اہل علم اس قول کے قائل ہیں، اور زہری، حماد بن ابی سلیمان، ربیعہ، مالک، شافعی اور اصحاب رای اسی قول کے قائل ہیں، اور حسن نے کہا کہ وصیت موصی لہ کی اولاد کے لیے ہو جائے گی جیسا کہ امامیہ قائل ہیں۔"

قانون ۴: عقد وصیت میں ضروری ہے کہ جائز اور معقول کام کی وصیت کی جائے پس اگر کوئی شخص کسی ناجائز اور غیر معقول امور کی وصیت کرے تو وہ نافذ العمل نہ ہو گی۔[2]

ضمن: اگر موصی کے نزدیک وصیت جائز ہو لیکن وصی کی نسبت سے جائز نہ ہو، جیسے دفن کے بعد جنازہ کو منتقل کرنے کی وصیت، تو اس صورت میں وصی کے لیے وصیت پر عمل کرنا صحیح نہ ہو گا، اسی طرح اگر برعکس ہو تو حکم بھی اس کے مطابق ہو گا۔[3]

مستندات

۱: قرآن مجید

وَلا تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔[4]

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج ۶ ص ۲۰، ۲۱ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۵؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۶۲، ۲۶۳؛ مفتاح الکرامہ، سید جواد حسینی عاملی، ج ۲۳ ص ۲۶۰۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۶۔

[4]۔ سورہ مائدہ، آیہ ۲۔

ترجمہ :"اور گناہ و معصیت پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرو ،اور اللہ سے ڈرو ، بتحقیق خدا سخت عقاب کرنے والا ہے۔"

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفاً أَوْ إِثْماً فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ [1]

ترجمہ :"اور جو یہ گمان کرے کہ وصیت میں موصی بہ اور ارث کے حوالے سے ستم اور ظلم ہوا ہے اور وہ اصلاح کرنے کے لیے اقدام کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے ، بتحقیق خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ -عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنْ قَوْلِ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ ما سَمِعَهُ فَإِنَّما إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ۔ قَالَ نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا قَوْلُهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَمَنْ خافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفاً أَوْ إِثْماً فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ قَالَ يَعْنِي الْمُوصَى إِلَيْهِ إِنْ خَافَ جَنَفاً مِنَ الْمُوصِي فِيمَا أَوْصَى بِهِ إِلَيْهِ مِمَّا لَا يَرْضَى اللهُ عَزَّ ذِكْرُهُ مِنْ خِلَافِ الْحَقِّ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْمُوصَى إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُ إِلَى الْحَقِّ وَ إِلَى مَا يَرْضَى اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيهِ مِنْ سَبِيلِ الْخَيْرِ۔ [2]

ترجمہ : "محمد بن سوقہ نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس ارشاد "فمن بدّله بعد ما سمعه ۔۔۔" کے بارے سوال کیا ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا : اس آیہ کو بعد والی آیہ "فمن خاف من موص جنفا او اثما ۔۔۔" نے منسوخ کر دیا ہے یعنی اگر موصی الیہ کو موصی کی طرف سے کی جانے والی وصیت میں ناانصافی اور ظلم کا خوف ہو اور اس میں خدا کی مرضی دکھائی نہ دے اور خلاف حق ہو تو موصی الیہ پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اس ناحق وصیت کو حق اور نیکی میں تبدیل کر دے اور جس میں پروردگار کی مرضی ہو ۔"

---

[1] ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۲۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ ، شیخ حر عاملی ، ج ۱۹ ص ۳۵۱ ، باب ۳۸ ، حدیث مسلسل ۲۴۷۴۶ ؛ الکافی ، کلینی ، ج ۷ ص ۲۱ ، حدیث ۲۔

۲ -مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَ أَوْصَى بِمَالِهِ كُلِّهِ أَوْ أَكْثَرِهِ فَقَالَ الْوَصِيَّةُ تُرَدُّ إِلَى الْمَعْرُوفِ غَيْرِ الْمُنْكَرِ فَمَنْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَ أَتَى فِي وَصِيَّتِهِ الْمُنْكَرَ وَ الْحَيْفَ فَإِنَّهَا تُرَدُّ إِلَى الْمَعْرُوفِ وَ يُتْرَكُ لِأَهْلِ الْمِيرَاثِ مِيرَاثُهُمْ الْحَدِيثَ۔[1]

ترجمہ: ”محمد بن قیس، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک شخص کے بارے میں فیصلہ دیا جو فوت ہوا اور اس نے اپنے تمام ترکہ یا اکثر مال کی وصیت کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وصیت فقط معروف یعنی نیک کام میں ہے، برائی میں وصیت نافذ نہیں ہے، پس جس نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا اور اپنی وصیت میں منکر اور ناانصافی کا ذکر کیا تو وصیت فقط معروف اور نیک کام میں نافذ ہو گی اور میراث اس کے ورثاء کے حوالے ہو گی۔“

۳ -عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ رِجَالِهِ قَالَ قَالَ إِنَّ اللهَ أَطْلَقَ لِلْمُوصَى إِلَيْهِ أَنْ يُغَيِّرَ الْوَصِيَّةَ إِذَا لَمْ تَكُنْ بِالْمَعْرُوفِ وَ كَانَ فِيهَا حَيْفٌ وَ يَرُدَّهَا إِلَى الْمَعْرُوفِ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفاً أَوْ إِثْماً فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ۔[2]

ترجمہ: ”علی بن ابراہیم نے اپنے اصحاب سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ خداوند متعال نے موصی الیہ کو اجازت دے رکھی ہے کہ اگر وصیت ناحق اور بے عدالتی پر مبنی ہو تو اس میں تبدیلی کر سکتا ہے اور خداوند متعال کے اس فرمان (فَمَنْ خافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفاً۔۔۔) کے مطابق اسے حق اور معروف میں بدل سکتا ہے۔“

فقہاء اہل سنت کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، فقہ جعفری کے موافق ہیں جیسا کہ سید سابق اپنی کتاب فقہ السنہ میں لکھتا ہے:

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ص ۳۵۲، باب ۳۸، حدیث مسلسل ۲۴۷۴۸۔
[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ص ۳۵۲، باب ۳۸، حدیث مسلسل ۲۴۷۴۷۔

و لا تصح بما ليس بمال كالميتة و ما ليس متقوما في حق العاقدين كالخمر للمسلمين۔[1]

ترجمہ: "ایسی چیز کے بارے میں وصیت کرنا صحیح نہیں جو مالیت نہیں رکھتی جیسے مردار وغیرہ اور اسی طرح جو طرفین کے حق میں صحیح نہ ہو جیسے مسلمین کے لیے شراب کی وصیت کرنا۔"

موصی (وصیت کرنے والے) کے قوانین
(Laws regarding will)

قانون۵: موصی یعنی وصیت کرنے والے کا بالغ، عاقل، آزاد اور صاحب اختیار ہونا ضروری ہے، پس نابالغ، مجنون اور مجبور شخص کی وصیت نافذ نہ ہوگی۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ -عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ إِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ عَشْرَ سِنِينَ جَازَتْ وَصِيَّتُه۔[3]

ترجمہ: "عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں نقل کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب نوجوان دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کی وصیت نافذ العمل ہو گی۔"

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۴۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۴؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۷۰۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۶۲، باب ۴۴، حدیث مسلسل ۲۴۷۶۳۔

۲ -عَنِ ابْنِ ظَبْيَانَ قَالَ أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ مَجْنُونَةٍ قَدْ زَنَتْ فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا فَقَالَ عَلِيٌّ ع-أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ يُرْفَعُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ[1]

ترجمہ: ''ابن ظبیان سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک دیوانہ عورت جس نے زنا انجام دیا تھا کو عمر کے پاس لایا گیا، تو اس نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا، تو امام علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ تین افراد سے تکلیف ساقط ہے، بچے سے یہاں تک کہ محتلم ہو جائے، مجنون سے یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے اور سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔''

۳- عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى وَ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ جَمِيعاً عَنْ أَبِي الْحَسَنِ ع فِي الرَّجُلِ يُسْتَكْرَهُ عَلَى الْيَمِينِ فَيَحْلِفُ بِالطَّلَاقِ وَ الْعَتَاقِ وَ صَدَقَةِ مَا يَمْلِكُ أَ يَلْزَمُهُ ذَلِكَ فَقَالَ لَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص وُضِعَ عَنْ أُمَّتِي مَا أُكْرِهُوا عَلَيْهِ۔[2]

ترجمہ: ''صفوان بن یحییٰ اور احمد بن محمد بن ابی نصر دونوں امام موسی کاظم علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص جسے قسم کھانے پر مجبور کیا جائے اور وہ طلاق دینے، آزاد کرنے اور صدقہ دینے پر قسم کھالیتا ہے، کیا اس پر کوئی شئے لازم ہو گی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میری امت سے اس شئے کا حکم اٹھا لیا گیا ہے جس پر اسے مجبور کیا جائے۔''

۴-عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَمْلُوكِ مَا دَامَ عَبْداً فَإِنَّهُ وَ مَالَهُ لِأَهْلِهِ لَا يَجُوزُ لَهُ تَحْرِيرٌ وَ لَا كَثِيرُ عَطَاءٍ وَ لَا وَصِيَّةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ سَيِّدُهُ[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱ ص ۴۵ باب ۴ حدیث مسلسل ۸۱۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳ ص ۲۲۶، باب ۱۲، حدیث مسلسل ۲۹۴۳۶۔

[3]۔ استبصار، شیخ طوسی، ج ۴ ص ۱۳۵، باب ۸۱ حدیث ۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۱۰، باب ۷۸ حدیث مسلسل ۲۴۸۵۹۔

ترجمہ: ”محمد بن قیس، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ نے مملوک کے بارے میں فرمایا: جب تک عبد ہے وہ اور اس کا مال اس کے مالک کی ملکیت ہے۔ اس کے لیے تحریر، زیادہ بخشش اور وصیت کرنا جائز نہیں مگر جب اس کا مالک اجازت دے۔“

فقہاء اہل سنت کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ کے موافق ہیں، جیسا کہ المغنی میں بیان ہوا ہے:

و لا تصح الاجازة الا من جائز التصرف، فاما الصبی والمجنون والمحجور علیه لسفه فلا تصح الاجازة منهم۔[1]

ترجمہ: ”اور (وصیت کی) اجازت صحیح نہیں ہے مگر جائز التصرف شخص سے، پس بچے، دیوانے اور سفاہت کی وجہ سے ممنوع التصرف شخص کی (وصیت کی) اجازت صحیح نہیں ہے۔“

قانون ۶: اگر موصی، وصیت کرنے سے پہلے ایسا کام انجام دے جس سے موت یقینی ہو تو مالی حوالے سے اس کی وصیت نافذ نہ ہو گی، لیکن اگر غیر مالی امور میں جیسے تجہیز و تکفین وغیرہ کے لیے وصیت کرے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہو گا، البتہ اگر وصیت کے بعد خود کو ہلاک کرے تو وصیت باطل نہ ہو گی، اگرچہ وصیت کرتے وقت خود کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔[2]

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج ۶ ص ۱۵؛ الفقہ علی المذاهب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۳ ص ۳۱۷، ۳۱۸؛ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۲۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۴؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۷۵؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۴۷۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ -عَنْ أَبِي وَلَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ مُتَعَمِّداً فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً فِيهَا قِيلَ لَهُ أَ رَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَوْصَى بِوَصِيَّةٍ ثُمَّ قَتَلَ نَفْسَهُ مِنْ سَاعَتِهِ تُنْفَذُ وَصِيَّتُهُ قَالَ فَقَالَ إِنْ كَانَ أَوْصَى قَبْلَ أَنْ يُحْدِثَ حَدَثاً فِي نَفْسِهِ مِنْ جِرَاحَةٍ أَوْ فِعْلٍ لَعَلَّهُ يَمُوتُ أُجِيزَتْ وَصِيَّتُهُ فِي الثُّلُثِ وَإِنْ كَانَ أَوْصَى بِوَصِيَّةٍ بَعْدَ مَا أَحْدَثَ فِي نَفْسِهِ مِنْ جِرَاحَةٍ أَوْ فِعْلٍ لَعَلَّهُ يَمُوتُ لَمْ تَجُزْ وَصِيَّتُه۔[1]

ترجمہ : ”أبی وَلاد نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر خود کو قتل کرے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہوگا، امام علیہ السلام سے کہا گیا کہ اس شخص کے بارے میں بھی آپ کی نظر یہی ہے جو وصیت کرے اور پھر خود کو اسی وقت قتل کر دے ، اس کی وصیت نافذ ہو گی ؟ راوی نے کہا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر خود کو قتل کرنے یا زخمی کرنے سے جس سے اس کی موت واقع ہو، سے پہلے وصیت کرے تو اس کی وصیت ایک سوم میں جائز اور نافذ ہے ، لیکن اگر پہلے خود کو اس طرح زخمی کرے جس سے اس کی موت یقینی ہو جائے اور پھر وصیت کرے تو اس کی وصیت نافذ نہ ہو گی۔“

قانون ۷ : نابالغ بچوں پر ولایت اور سرپرستی کی وصیت کا حق فقط انکے باپ اور دادا کو حاصل ہے ، پس اگر کوئی اور رشتہ دار وصیت کرے تو وہ نافذ العمل نہ ہو گی۔[2]

---

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۴۵ حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۷۸ باب ۵۲ حدیث مسلسل ۲۴۸۰۰۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۷۷؛ مبانی منھاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۴۹۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ -عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى إِلَى رَجُلٍ بِوُلْدِهِ وَ مَالٍ لَهُمْ وَ أَذِنَ لَهُ عِنْدَ الْوَصِيَّةِ أَنْ يَعْمَلَ بِالْمَالِ وَ يَكُونُ الرِّبْحُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ أَبَاهُ قَدْ أَذِنَ لَهُ فِي ذَلِكَ وَ هُوَ حَيٌّ۔ [1]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی اولاد اور ان کے مال کے بارے میں کسی دوسرے کو وصیت کی اور اجازت دی کہ اس مال سے تجارت کرے اور جو منفعت ہو وہ خود اور اس کی اولاد میں تقسیم کرے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، چونکہ اس نے خود اسے اپنی زندگی میں ایسا کرنے کی اجازت دی تھی۔''

۲-عَنْ خَالِدٍ الطَّوِيلِ قَالَ دَعَانِي أَبِي حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ فَقَالَ يَا بُنَيَّ اقْبِضْ مَالَ إِخْوَتِكَ الصِّغَارِ وَ اعْمَلْ بِهِ وَ خُذْ نِصْفَ الرِّبْحِ وَ أَعْطِهِمُ النِّصْفَ وَ لَيْسَ عَلَيْكَ ضَمَانٌ فَقَدَّمَتْنِي أُمُّ وَلَدِ أَبِي بَعْدَ وَفَاةِ أَبِي إِلَى ابْنِ أَبِي لَيْلَى فَقَالَتْ إِنَّ هَذَا يَأْكُلُ أَمْوَالَ وُلْدِي قَالَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ مَا أَمَرَنِي بِهِ أَبِي فَقَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى إِنْ كَانَ أَبُوكَ أَمَرَكَ بِالْبَاطِلِ لَمْ أُجِزْهُ ثُمَّ أَشْهَدَ عَلَيَّ ابْنُ أَبِي لَيْلَى إِنْ أَنَا حَرَّكْتُهُ فَأَنَا لَهُ ضَامِنٌ فَدَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ ع بَعْدُ فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّتِي ثُمَّ

---

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۲۷ حدیث مسلسل ۵۵۳۸؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۲۷ باب ۹۲ حدیث مسلسل ۲۴۸۸۵۔

قُلْتُ لَهُ مَا تَرَى فَقَالَ أَمَّا قَوْلُ ابْنِ أَبِي لَيْلَى فَلَا أَسْتَطِيعُ رَدَّهُ وَ أَمَّا فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَلَيْسَ عَلَيْكَ ضَمَانٌ۔[1]

ترجمہ: "خالد طویل نے کہا کہ جب میرے باپ کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! اپنے چھوٹے بھائیوں کا مال لے کر اس سے تجارت کرو اور نصف منفعت تم لو اور نصف انہیں دو، اور تم پر کسی چیز کی ضمانت نہیں ہے۔ میرے باپ کی وفات کے بعد میرے بھائیوں کی ماں نے مجھے ابن ابی لیلیٰ کے پاس بلایا اور کہا کہ یہ میرے بیٹوں کا مال کھاتا ہے، راوی نے کہا کہ میں نے سارا قصہ سنایا جس کا مجھے میرے والد نے حکم دیا تھا تو ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ اگر تیرے باپ نے ناجائز کام کا کہا تھا تو اس کے پاس کوئی جواز نہیں، پھر ابن ابی لیلیٰ نے مجھ سے گواہ مانگے کہ اگر میں نے عمل دخل کیا تو میں ضامن ہوں گا، پھر میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں پورا قصہ سنایا، امام علیہ السلام نے فرمایا: ابن ابی لیلیٰ کے قول کو رد نہیں کرتا، مگر جو آپ کے اور آپ کے خدا کے درمیان معاملہ ہے اس میں آپ کسی چیز کے ضامن نہیں ہیں۔"

موصی بہ (وصیت کی جانے والی اشیاء) کے قوانین
(Laws regarding the will property)

قانون۸: ضروری ہے کہ جس چیز کی وصیت کی جائے وہ حلال اور جائز منفعت رکھتی ہو پس شراب اور خنزیر جیسی حرام منفعت رکھنے والی اشیاء کے بارے وصیت کرنا صحیح نہ ہوگا، البتہ اگر

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۲۸ حدیث مسلسل ۵۵۳۹؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۲۷ باب ۹۲ حدیث مسلسل ۲۲۸۸۶۔

ان سے حلال منفعت مقصود ہو جیسے شراب کا سرکہ بنانا تو اس صورت میں وصیت کرنا صحیح ہے۔[1]

قانون۹ : متوفی کی وصیت اس کے ترکہ میں ایک سوم تک نافذ العمل ہے، اس سے زائد کے لیے ورثاء کی اجازت ضروری ہو گی، پس ورثاء میں سے جو اجازت دے گا اس کے حصے کی نسبت سے وصیت صحیح جبکہ دوسروں کے حوالے سے باطل ہو گی۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- ''عَنْ حُمْرَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي رَجُلٍ أَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ وَ قَالَ أَعْتِقْ فُلَاناً وَ فُلَاناً وَ فُلَاناً حَتَّى ذَكَرَ خَمْسَةً فَنُظِرَ فِي ثُلُثِهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ثُلُثُهُ أَثْمَانَ قِيمَةِ الْمَمَالِيكِ الْخَمْسَةِ الَّذِينَ أَمَرَ بِعِتْقِهِمْ قَالَ يُنْظَرُ إِلَى الَّذِينَ سَمَّاهُمْ وَ بَدَأَ بِعِتْقِهِمْ فَيُقَوَّمُونَ وَ يُنْظَرُ إِلَى ثُلُثِهِ فَيُعْتَقُ مِنْهُ أَوَّلُ شَيْءٍ ذَكَرَ ثُمَّ الثَّانِي وَ الثَّالِثُ ثُمَّ الرَّابِعُ ثُمَّ الْخَامِسُ فَإِنْ عَجَزَ الثُّلُثُ كَانَ فِي الَّذِي سَمَّى آخِراً لِأَنَّهُ أَعْتَقَ بَعْدَ مَبْلَغِ الثُّلُثِ بِمَا لَا يَمْلِكُ فَلَا يَجُوزُ لَهُ ذَلِكَ''[3]

ترجمہ : ''حمران، امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں روایت نقل کرتا ہے جس نے مرتے وقت وصیت کی اور کہا کہ فلاں فلاں کو آزاد کرنا حتی کہ پانچ افراد کا نام لیا،

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۷۸، ۲۷۹؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۵۸، ۳۵۹؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۵۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۸۱؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۵۹، ۳۶۰؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۶۔

[3]۔ من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۱۲ حدیث مسلسل ۵۴۹۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۹۸ باب ۱۶ حدیث مسلسل ۲۴۸۳۹۔

اور جب اس کے ترکہ کے ثلث کو دیکھا تو وہ ان تمام افراد جن کو آزاد کرنے کے لیے اس نے وصیت کی تھی ،کے آزاد کرنے کے لیے ناکافی تھا، امام علیہ السلام نے فرمایا: جن کا اس نے نام لیا تھا ان میں سے پہلے فرد سے آزاد کرنا شروع کیا جائے گا جہاں تک اس کے مال کا ایک سوم پورا ہو آزاد کرتے رہیں گے ، یعنی پہلے شخص کے بعد دوسرے نمبر والے کو پھر تیسرے نمبر والے کو آزاد کریں گے یہاں تک کہ ایک سوم ترکہ ختم ہو جائے ، اس کے بعد آزاد کرنا جائز نہ ہو گا چونکہ اب اس مال سے آزاد کیا جا رہا ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے لہٰذا اب اس کے لیے آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔"

۲ -مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ فِي رَجُلٍ أَوْصَى بِأَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَ أَعْتَقَ مَمَالِيكَهُ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ إِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ رُدَّ إِلَى الثُّلُثِ وَ جَازَ الْعِتْقُ۔[1]

ترجمہ :" محمد بن مسلم ، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: جس نے ایک سوم سے زائد ترکہ میں وصیت کی ، اور اپنی بیماری میں غلاموں کو آزاد کیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر وصیت ایک سوم سے زائد ہے تو فقط ایک سوم تک صحیح اور باقی میں باطل ہو گی اور اس کا غلام آزاد کرنا جائز اور صحیح ہے۔"

فقہاء اہل سنت کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، فقہ جعفری کے موافق ہیں ، جیسا کہ المغنی میں بیان ہوا ہے:

و من اوصی لغیر وارث باکثر من الثلث فاجاز ذلك الورثه بعد موت الموصی جاز و ان لم یجیزوا ردّ الی الثلث ، و ان وصی لوارث فاجاز بعض باق الورثه الوصیة دون البعض

[1]۔ وسائل الشیعہ ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۰۰ باب ۶۷ حدیث مسلسل ۲۴۸۴۳۔

نفذ فی نصیب من اجاز دون من لم یجز، و ان اجازوا بعض الوصیة دون بعض نفذت فیما اجازوا دون مالم یجیزوا۔[1]

ترجمہ: "اور جو شخص ورثاء کے علاوہ کسی اور کے لیے ایک سوم سے زائد وصیت کرے، پس اگر موصی کی موت کے بعد ورثاء اس کی اجازت دیں تو وصیت نافذ ہو گی، اور اگر اجازت نہ دیں تو فقط ایک سوم تک نافذ ہو گی اور اگر ورثاء کے لیے وصیت کرے اور بعض ورثاء اجازت دیں اور بعض نہ دیں تو اجازت دینے والوں کی نسبت سے وصیت نافذ جبکہ دوسروں کی نسبت نہیں، اسی طرح اگر ورثاء بعض وصیت کے لیے اجازت دیں لیکن بعض کے لیے نہ دیں تو جس مقدار کے لیے اجازت ہو گی وہ نافذ جبکہ بقیہ وصیت نافذالعمل نہ ہو گی۔"

اور اسی طرح فقہ السنہ میں بیان ہوا ہے:

و لا تصح بما لیس بمال کالمیتة، و ما لیس متقوما فی حق العاقدین کالخمر للمسلمین۔[2]

ترجمہ: "اور جو چیز مال شرعی نہ ہو جیسے مردار وغیرہ، ایسے اموال کے بارے میں وصیت کرنا صحیح نہ ہوگا، اور جو چیز عاقدین کے حق میں صحیح نہ ہو جیسے مسلمین کے لیے شراب کی وصیت کرنا، تو وہ بھی صحیح نہیں ہے۔"

قانون ۱۰: ایک سوم ترکہ کی وصیت کرنے کے بعد اگر موصی قتل غیر عمدی ہو جائے تو اسکی دیت کا ایک سوم بھی موصی لہ حاصل کرے گا۔[3]

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج ۶ ص ۱۲۔

[2]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۴۔

[3]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۹۱۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع مَنْ أَوْصَى بِثُلُثِهِ ثُمَّ قُتِلَ خَطَأً فَإِنَّ ثُلُثَ دِيَتِهِ دَاخِلٌ فِي وَصِيَّتِهِ۔ [1]

ترجمہ: "امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جو ایک سوم مال کی وصیت کرے اور پھر غیر عمدی قتل ہو جائے تو ایک سوم دیت اس کی وصیت میں شامل ہو گی۔"

۲- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ أَوْصَى لِرَجُلٍ بِوَصِيَّةٍ مِنْ مَالِهِ ثُلُثٍ أَوْ رُبُعٍ فَيُقْتَلُ الرَّجُلُ خَطَأً يَعْنِي الْمُوصِيَ فَقَالَ يُجَازُ لِهَذَا الْوَصِيَّةُ مِنْ مَالِهِ وَ مِنْ دِيَتِهِ۔ [2]

ترجمہ: "محمد بن قیس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ ایک شخص نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال میں سے ایک سوم یا چہارم کی وصیت کی، پس وہ موصی غیر عمدی قتل ہو گیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ وصیت اس کے مال اور اس کی دیت میں بھی جاری ہو گی۔"

قانون ۱۱: اگر موصی مختلف واجبات کی وصیت کرے تو واجب مالی کو سب سے پہلے اور اصل ترکہ سے پورا کرنا ہو گا جبکہ واجب بدنی کو بعد میں ایک سوم ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔ [3]

مستندات

۱۔ اجماع

صاحب جواہر فرماتے ہیں:

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۸۶ باب ۱۴ حدیث مسلسل ۲۴۶۰۴۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۸۵ باب ۱۴ حدیث مسلسل ۲۴۶۰۳۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۸، ۸۹؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۹۹۔

لانه كالدين نصا و فتوى، بل الاجماع بقسميه عليه [1]

ترجمہ: ” واجبات کی ادائیگی قرض کی مانند ہے، اس پر نص اور فتاوی فقہاء موجود ہیں، بلکہ اجماع محصل اور منقول ثابت ہے۔“

۲۔ آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ حُمْرَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي رَجُلٍ أَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ وَ قَالَ أَعْتِقْ فُلَاناً وَ فُلَاناً وَ فُلَاناً حَتَّى ذَكَرَ خَمْسَةً فَنُظِرَ فِي ثُلُثِهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ثُلُثُهُ أَثْمَانَ قِيمَةِ الْمَمَالِيكِ الْخَمْسَةِ الَّذِينَ أَمَرَ بِعِتْقِهِمْ قَالَ يُنْظَرُ إِلَى الَّذِينَ سَمَّاهُمْ وَ بَدَأَ بِعِتْقِهِمْ فَيُقَوَّمُونَ وَ يُنْظَرُ إِلَى ثُلُثِهِ فَيُعْتَقُ مِنْهُ أَوَّلُ شَيْءٍ ذَكَرَ ثُمَّ الثَّانِي وَ الثَّالِثُ ثُمَّ الرَّابِعُ ثُمَّ الْخَامِسُ فَإِنْ عَجَزَ الثُّلُثُ كَانَ فِي الَّذِي سَمَّى آخِراً لِأَنَّهُ أَعْتَقَ بَعْدَ مَبْلَغِ الثُّلُثِ بِمَا لَا يَمْلِكُ فَلَا يَجُوزُ لَهُ ذَلِكَ- [2]

ترجمہ: ”حمران، امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں روایت کرتا ہے جس نے موت کے وقت کہا کہ فلاں فلاں کو آزاد کرنا، یہاں تک کہ پانچ افراد کا نام لیا، پس اس کے ترکہ کے ایک سوم کی طرف دیکھا تو وہ اتنی مقدار میں نہ تھا کہ پانچوں افراد جن کا اس نے آزاد کرنے کا کہا تھا، آزاد کر سکیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جن کا اس نے نام لیا تھا انہیں اسی ترتیب کے ساتھ آزاد کرنا شروع کریں گے اور ایک سوم کو بھی مد نظر رکھیں گے، پس جس کا پہلے نام لیا اسے سب سے پہلے آزاد، پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو، اسی طرح پانچوں کو آزاد کریں گے، اگر ایک سوم ترکہ کم پڑ جائے تو جس کا نام آخر میں لیا گیا ہو وہ آزاد نہ ہو گا کیونکہ اس نے اسے اپنے مال کے ایسے حصہ سے آزاد کرنے کا کہا تھا جس کا اسے اختیار نہ تھا۔“

1۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۲۹۹۔

2۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۱۲ حدیث مسلسل ۵۴۹۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۹۸ باب ۱۶ حدیث مسلسل ۲۴۸۳۹۔

۲ -عَنِ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ يُقْضَى عَنِ الرَّجُلِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ مِنْ جَمِيعِ مَالِهِ[1]

ترجمہ: ''جناب حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا: شخص کی حجۃ الاسلام (جس پر حج کا فریضہ ہے) اس کے تمام ترکہ سے ادا کی جائے گی۔''

قانون ۱۲: اگر موصی وصیت کرتے وقت مبہم اور غیر معین الفاظ استعمال کرے جیسے کہے کہ ترکہ میں سے ایک جزء یا ایک سہم یا شئے تو بالترتیب دسواں، آٹھواں اور چھٹا حصہ ادا کرنا ہوگا۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَيَابَةَ قَالَ إِنَّ امْرَأَةً أَوْصَتْ إِلَيَّ وَ قَالَتْ ثُلُثِي يُقْضَى بِهِ دَيْنِي وَ جُزْءٌ مِنْهُ لِفُلَانَةَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ ابْنَ أَبِي لَيْلَى- فَقَالَ مَا أَرَى لَهَا شَيْئاً مَا أَدْرِي مَا الْجُزْءُ فَسَأَلْتُ عَنْهُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع بَعْدَ ذَلِكَ وَ خَبَّرْتُهُ كَيْفَ قَالَتِ الْمَرْأَةُ وَ بِمَا قَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى- فَقَالَ كَذَبَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى لَهَا عُشْرُ الثُّلُثِ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَمَرَ إِبْرَاهِيمَ ع- فَقَالَ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءاً وَ كَانَتِ الْجِبَالُ يَوْمَئِذٍ عَشَرَةً فَالْجُزْءُ هُوَ الْعُشْرُ مِنَ الشَّيْءِ-[3]

ترجمہ: ''عبد الرحمٰن بن سبابہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ ایک خاتون نے مجھے وصیت کی کہ میرے ترکہ میں سے دو ثلث کے ساتھ میرا قرض ادا کرنا اور ایک ثلث فلاں شخص

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۱ ص ۲۷، باب ۲۸ حدیث مسلسل ۱۴۲۷۰۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۱۸، ۳۲۲۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۸۱ باب ۵۴، حدیث مسلسل ۲۴۸۰۴۔

کو دینا، تو میں نے یہ مسئلہ ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا؟ تو اس نے کہا کہ اس خاتون کے لیے کچھ نہیں ہے، پھر میں نے یہی مسئلہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک خاتون نے مجھے یہ کہا اور ابن ابی لیلیٰ نے یہ جواب دیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: ابن ابی لیلیٰ نے جھوٹ بولا، بلکہ اس خاتون کے لیے ثلث کا دسواں حصہ ہے، جیسا کہ خداوند متعال نے جناب ابراہیم کو حکم دیا کہ ہر پہاڑ پر اس پرندے کا ایک حصہ ڈال دے، اور اس وقت وہاں دس پہاڑ تھے، پس جز سے مراد کسی چیز کا دسواں حصہ ہے۔"

۲-عَنْ صَفْوَانَ وَ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ قَالا سَأَلْنَا أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا ع عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى بِسَهْمٍ مِنْ مَالِهِ وَ لَا يُدْرَى السَّهْمُ أَيُّ شَيْءٍ هُوَ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدَكُمْ فِيمَا بَلَغَكُمْ عَنْ جَعْفَرٍ وَ لَا عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِيهَا شَيْءٌ قُلْنَا لَهُ جُعِلْنَا فِدَاكَ مَا سَمِعْنَا أَصْحَابَنَا يَذْكُرُونَ شَيْئاً مِنْ هَذَا عَنْ آبَائِكَ فَقَالَ السَّهْمُ وَاحِدٌ مِنْ ثَمَانِيَةٍ فَقُلْنَا لَهُ جُعِلْنَا فِدَاكَ كَيْفَ صَارَ وَاحِداً مِنْ ثَمَانِيَةٍ فَقَالَ أَ مَا تَقْرَأُ كِتَابَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنِّي لَأَقْرَؤُهُ وَ لَكِنْ لَا أَدْرِي أَيُّ مَوْضِعٍ هُوَ فَقَالَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ- إِنَّمَا الصَّدَقاتُ لِلْفُقَراءِ وَ الْمَساكِينِ وَ الْعامِلِينَ عَلَيْها وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَ فِي الرِّقابِ وَ الْغارِمِينَ وَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ ثُمَّ عَقَدَ بِيَدِهِ ثَمَانِيَةً قَالَ وَ كَذَلِكَ قَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ ص عَلَى ثَمَانِيَةِ أَسْهُمٍ فَالسَّهْمُ وَاحِدٌ مِنْ ثَمَانِيَةٍ۔ [1]

ترجمہ: "صفوان اور احمد بن ابی نصر بزنطی دونوں نے امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا؟ کہ ایک شخص نے اپنے مال میں سے ایک سہم کی وصیت کی اور ہمیں معلوم نہیں کہ سہم کی مقدار کتنی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ کیا اس حوالے سے آپ کے پاس امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی طرف سے کوئی حدیث نہیں پہنچی؟ ہم نے کہا کہ ہم نے اصحاب سے کوئی ایسی حدیث آپ کے آبا و اجداد علیہم السلام سے نقل کرتے ہوئے نہیں سنی، امام علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۴۱ حدیث ۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۸۵، باب ۵۵ حدیث مسلسل ۲۴۸۱۔

سہم سے مراد مال کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے اور فرمایا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ ہم نے کہا کہ ہم پڑھتے ہیں لیکن ہم نے کہا ہمیں معلوم نہیں کہاں لکھا ہوا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال کا یہ قول کہ صدقات، فقرا، مساکین، عاملین، مؤلفہ قلوب، رقاب، غارمین، ابن سبیل، اور سبیل اللہ کے لیے ہیں اور پھر ہاتھ سے آٹھ کا اشارہ کیا اور کہا کہ اسی طرح رسولخدا ﷺ نے اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کیا، پس سہم سے مراد، مال کا آٹھواں حصہ ہے۔"

٣ -عَنْ أَبَانٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ع أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى بِشَيْءٍ مِنْ مَالِهِ فَقَالَ الشَّيْءُ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ ع وَاحِدٌ مِنْ سِتَّةٍ۔[1]

ترجمہ: "ابان، امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا گیا جس نے اپنے مال میں ایک شئ کی وصیت کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: علی علیہ السلام کی کتاب میں شئ کا اطلاق ایک ششم پر ہوا ہے۔"

قانون ١٣: اگر کوئی شخص مختلف عناوین کے لیے وصیت کرے اور وصی وہ عناوین فراموش کر بیٹھے تو اسے چاہیے کہ وصیت شدہ مال کو نیک کاموں میں خرچ کرے۔[2]

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ٧ ص٤٠ حدیث ١؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ١٩ص ٣٨٨، باب ٥٦ حدیث مسلسل ٢٤٨٢٣

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج٢٨ص ٣٢٢۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّيَّانِ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ ع أَسْأَلُهُ عَنْ إِنْسَانٍ أَوْصَى بِوَصِيَّةٍ فَلَمْ يَحْفَظِ الْوَصِيُّ إِلَّا بَاباً وَاحِداً مِنْهَا كَيْفَ يَصْنَعُ فِي الْبَاقِي فَوَقَّعَ ع الْأَبْوَابَ الْبَاقِيَةَ اجْعَلْهَا فِي الْبِرِّ[1]

ترجمہ: ”محمد بن ریان نے کہا کہ میں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو خط لکھا اور ایسے انسان کے بارے میں سوال کیا جس نے وصیت کی لیکن وصی ایک عنوان کے علاوہ تمام عناوین فراموش کر بیٹھا، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے؟ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ باقی عناوین کا مال نیک کاموں میں خرچ کرے۔“

قانون ۱۴: اگر موصی کسی ظرف یا صندوق کی کسی شخص کے لیے وصیت کرے تو اس ظرف اور صندوق میں جو کچھ ہو گا وہ وصیت میں شامل ہو گا۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى لِرَجُلٍ بِصُنْدُوقٍ وَكَانَ فِي الصُّنْدُوقِ مَالٌ فَقَالَ الْوَرَثَةُ إِنَّمَا لَكَ الصُّنْدُوقُ وَلَيْسَ لَكَ مَا فِيهِ فَقَالَ الصُّنْدُوقُ بِمَا فِيهِ لَهُ۔[3]

---

[1]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۹ ص ۲۱۴ باب ۱۶ حدیث ۲۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۹۳ باب ۶۱ حدیث مسلسل ۲۴۸۳۰۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۲۵، ۳۲۴۔

[3]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۴۴ حدیث ۴؛ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۹ ص ۲۱۲ باب ۱۶ حدیث ۱۷۔

ترجمہ : ''علی بن عقبہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس نے کسی دوسرے شخص کے لیے ایک صندوق کی وصیت کی حالانکہ اس صندوق میں مال بھی تھا ، اور ورثاء نے کہا کہ آپ فقط صندوق لیں گے نہ وہ مال جو اس کے اندر ہے ؟امام علیہ السلام نے فرمایا: صندوق اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ موصی لہ کے لیے ہے۔''

٢ - عَنْ عُقْبَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ قَالَ هَذِهِ السَّفِينَةُ لِفُلَانٍ وَ لَمْ يُسَمِّ مَا فِيهَا وَ فِيهَا طَعَامٌ أَ يُعْطَاهَا الرَّجُلُ وَ مَا فِيهَا قَالَ هِيَ لِلَّذِي أَوْصَى لَهُ بِهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَاحِبُهَا مُتَّهَماً وَ لَيْسَ لِلْوَرَثَةِ شَيْءٌ[1]

ترجمہ : ''عقبہ بن خالد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس نے کہا کہ یہ کشتی فلاں شخص کے لیے ہے اور کشتی میں موجود مال کے بارے کچھ نہیں کہا، حالانکہ اس میں کھانے پینے کا سامان تھا ، کیا اس شخص کو کشتی کے ساتھ وہ سامان بھی دیا جائے گا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ سامان بھی اسی کا ہے جس کے لیے وصیت کی گئی تھی مگر یہ کہ اس کا مالک متہم ہو اور ورثاء کے لیے اس میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔''

قانون ١٥: موصی کا اپنی بعض اولاد کو وصیت کے ترکہ سے محروم کرنا صحیح نہیں ہے۔[2]

[1] ۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ٧ ص ٤٤ حدیث ٢؛ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ٩ ص ٢١٢ باب ١٦ حدیث ١٥۔

[2] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ٢٨ ص ٣٢٧۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ مَسْعَدَةَ بْنِ صَدَقَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ مَنْ عَدَلَ فِي وَصِيَّتِهِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ تَصَدَّقَ بِهَا فِي حَيَاتِهِ وَ مَنْ جَارَ فِي وَصِيَّتِهِ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ هُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔ [1]

ترجمہ: ''مسعدہ بن صدقہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص وصیت کرتے وقت عدالت سے کام لے گا گویا اس طرح ہے جیسے اس نے اپنی زندگی میں اس کا صدقہ دیا ہو اور جو وصیت کرتے وقت ظلم کرے گا بروز محشر خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے گا حالانکہ خدا اس سے روگردان ہو گا۔''

۲-عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ ع قَالَ قَالَ عَلِيٌّ ع مَا أُبَالِي أَضْرَرْتُ بِوُلْدِي أَوْ سَرَقْتُهُمْ ذَلِكَ الْمَالَ [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے فرمایا: کوئی فرق نہیں کہ میں اپنی اولاد کو مالی حوالے سے نقصان دوں یا اس مال کو چوری کروں۔''

۳ -قَالَ عَلِيٌّ ع الْحَيْفُ فِي الْوَصِيَّةِ مِنَ الْكَبَائِرِ [3]

ترجمہ: ''امام علی علیہ السلام نے فرمایا: وصیت میں بے عدالتی گناہان کبیرہ میں سے ہے۔''

---

[1] ۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۵۸، حدیث ۶؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۶۷، باب ۸ حدیث مسلسل ۲۴۴۵۶۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۶۴، باب ۵ حدیث مسلسل ۲۴۵۵۵۔

[3] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۶۸، باب ۸ حدیث مسلسل ۲۴۵۶۳۔

قانون: اگر موصی، وصیت کرتے وقت ایسے مبہم الفاظ کا استعمال کرے جس کی تفسیر شرع مقدس میں ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں ورثاء کی تفسیر معتبر ہو گی۔[1]

قانون ۱۶: اگر موصی متعدد اور متضاد وصیتیں کرے یعنی کہے کہ فلاں شیٔ زید کے لیے ہے پھر اسی شیٔ کو عمرو کے لیے وصیت کرے، تو آخری وصیت پر عمل کیا جائے گا اور دوسری وصیت پہلی کے لیے ناسخ واقع ہو گی اور اگر مقدم اور مؤخر ہونا معلوم نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے گا۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ بُرَيْدٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لِصَاحِبِ الْوَصِيَّةِ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا وَ يُحْدِثَ فِي وَصِيَّتِهِ مَا دَامَ حَيّاً۔[3]

ترجمہ: "برید عجلی، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ نے وصیت کرنے والے کے حوالے سے فرمایا: کہ جب تک وہ زندہ ہے وصیت میں تبدیلی یا اسے ختم کر سکتا ہے۔"

۲ -عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ لِلْمُوصِي أَنْ يَرْجِعَ فِي وَصِيَّتِهِ إِنْ كَانَ فِي صِحَّةٍ أَوْ مَرَضٍ[4]

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۲۹۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۹؛ مبانی منهاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۷۱، ۳۷۰؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۳۳۔

[3]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۱۲، حدیث ۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۰۴ باب ۱۸، حدیث مسلسل ۲۴۶۵۔

[4]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۱۲، حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۰۳ باب ۱۸، حدیث مسلسل ۲۴۶۵۳۔

ترجمہ: ''عبید بن زرارہ نے کہا کہ میں نے موصی کے لیے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: موصی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی وصیت سے پلٹ جائے، چاہے مریض ہو یا صحت مند ہو۔''

قانون ۱۷: موصی کا ثلث سے کمتر ترکہ میں وصیت کرنا بہتر اور زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ يَقُولُ لَأَنْ أُوصِيَ بِخُمُسِ مَالِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُوصِيَ بِالرُّبُعِ وَ لَأَنْ أُوصِيَ بِالرُّبُعِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُوصِيَ بِالثُّلُثِ وَ مَنْ أَوْصَى بِالثُّلُثِ فَلَمْ يَتْرُكْ فَقَدْ بَالَغَ قَالَ وَ قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَ أَوْصَى بِمَالِهِ كُلِّهِ أَوْ أَكْثَرِهِ فَقَالَ إِنَّ الْوَصِيَّةَ تُرَدُّ إِلَى الْمَعْرُوفِ غَيْرِ الْمُنْكَرِ فَمَنْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَ أَتَى فِي وَصِيَّتِهِ الْمُنْكَرَ وَ الْحَيْفَ فَإِنَّهَا تُرَدُّ إِلَى الْمَعْرُوفِ وَ يُتْرَكُ لِأَهْلِ الْمِيرَاثِ مِيرَاثُهُمْ وَ قَالَ مَنْ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ فَلَمْ يَتْرُكْ وَ قَدْ بَلَغَ الْمَدَى ثُمَّ قَالَ لَأَنْ أُوصِيَ بِخُمُسِ مَالِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُوصِيَ بِالرُّبُعِ [2]

ترجمہ: ''محمد بن قیس، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ مجھے اپنے مال میں پانچویں حصے کی وصیت کرنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت چوتھے حصے میں اور اسی چوتھے حصے میں وصیت کرنا بہ نسبت تیسرے حصے کے زیادہ پسند ہے، پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: علی علیہ السلام نے ایک شخص کے حوالے سے فیصلہ دیا جس نے اپنی وفات پر اپنے تمام مال پر وصیت کی تھی، تو علی علیہ السلام نے فرمایا: کہ اس

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۳۱۔

[2]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۱۱، حدیث ۴؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۱۸۵ حدیث مسلسل ۵۴۲۳۔

وصیت کو جائز وصیت میں تبدیل کیا جائے، لہٰذا جس نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا اور ناجائز وصیت کی تو اسے جائز میں تبدیل کیا جائے گا، اور ورثاء کو ان کی میراث دی جائے گی، پھر فرمایا: جو بھی ثلث مال کی وصیت کرے وہ نافذ ہے۔ پھر فرمایا: کہ میں پانچویں حصے میں وصیت کرنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں بہ نسبت چوتھے حصے کے (یعنی کل مال سے پانچویں کے بارے وصیت کرے تو یہ مولا علی علیہ السلام کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے)۔"

۲ -عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ مَنْ أَوْصَى بِالثُّلُثِ فَقَدْ أَضَرَّ بِالْوَرَثَةِ وَ الْوَصِيَّةُ بِالْخُمُسِ وَ الرُّبُعِ أَفْضَلُ مِنَ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ وَ مَنْ أَوْصَى بِالثُّلُثِ فَلَمْ يَتْرُكْ[1]

ترجمہ: "حماد بن عثمان، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جس نے ایک سوم کی وصیت کی گویا اس نے ورثاء کا نقصان کیا، اور کل مال کے ایک چہارم اور پنجم کی وصیت ایک سوم کے بارے میں وصیت کرنے سے افضل ہے اور جو ایک سوم کی وصیت کرے تو اس وصیت کو ترک نہیں کیا جائے گا۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، فقہ جعفری کے موافق ہیں، جیسا کہ الفقہ السنہ میں بیان ہوا ہے:

تجوز الوصية بالثلث ولا تجوز الزيادة عليه، والاولى ان ينقص عنه، و قد استقر الاجماع على ذلك۔[2]

ترجمہ: "ثلث میں وصیت جائز ہے اور ثلث سے زائد پر جائز نہیں ہے، اور بہتر ہے کہ ثلث سے کمتر میں وصیت کی جائے، اس پر اجماع قائم ہے۔"

---

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۱۱، حدیث ۵؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۱۸۵ حدیث مسلسل ۵۴۲۴۔

[2]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۵۔

وصیت کی شرائط
(Conditions for will)

قانون۱۸ : وصیت، ولایت و سرپرستی چاہے مال پر ہو یا اطفال پر، دو مسلمان اور عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو گی، اور مسلمان کی عدم موجودگی کی صورت میں فقط اہل ذمہ کی گواہی قبول ہو گی۔[1]

مستندات

۱: قرآن مجید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ . . .[2]

ترجمہ: "اے اہل ایمان جب تم میں سے کسی کو موت آجائے تو اپنی وصیت کے لیے آپنوں میں سے دو عادل گواہ بناؤ یا غیروں میں سے تاکہ اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں موت آجائے تو تمہاری وصیت نافذ ہوسکے۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ حَمْزَةَ بْنِ حُمْرَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ ذَوا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرانِ مِنْ غَيْرِكُمْ قَالَ فَقَالَ اللَّذَانِ مِنْكُمْ مُسْلِمَانِ وَ اللَّذَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ- فَقَالَ إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بِأَرْضِ غُرْبَةٍ فَطَلَبَ رَجُلَيْنِ مُسْلِمَيْنِ يُشْهِدُهُمَا عَلَى

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۴۷؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۹۶؛ منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۴۲۲۔

[2]. سورہ مائدہ، آیہ ۱۰۶۔

وَصِيَّتِهِ فَلَمْ يَجِدْ مُسْلِمَيْنِ فَلْيُشْهِدْ عَلَى وَصِيَّتِهِ رَجُلَيْنِ ذِمِّيَّيْنِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ - مَرْضِيَّيْنِ عِنْدَ أَصْحَابِهِمَا [1]

ترجمہ: ''حمزہ بن حمران، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس فرمان (ذوا عدل منکم---) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ تم میں سے دو مسلمان افراد یا اہل کتاب میں سے دو افراد مراد ہے۔ پھر فرمایا: جب کوئی مسلمان عالم غربت میں فوت ہو جائے اور وہ اپنی وصیت پر گواہ کے طور پر دو مسلمانوں کو طلب کرے تو اگر مسلمان موجود نہ ہوں تو اہل کتاب میں سے دو اہل ذمی افراد جو اپنے اصحاب کے درمیان پسندیدہ ہوں گے ان کو لایا جائے گا اور انہیں وصیت پر گواہ بنایا جائے گا۔''

۲- عَنْ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ- قَالَ اللَّذَانِ مِنْكُمْ مُسْلِمَانِ وَ اللَّذَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ- فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَمِنَ الْمَجُوسِ لِأَنَّ رَسُولَ اللهِ ص سَنَّ فِيهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِي الْجِزْيَةِ وَ ذَلِكَ إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ فِي أَرْضِ غُرْبَةٍ فَلَمْ يُوجَدْ مُسْلِمَانِ أَشْهَدَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يُحْبَسَانِ بَعْدَ الصَّلَاةِ- فَيُقْسِمَانِ بِاللهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَناً وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللهِ إِنَّا إِذاً لَمِنَ الْآثِمِينَ- قَالَ وَ ذَلِكَ إِذَا ارْتَابَ وَلِيُّ الْمَيِّتِ فِي شَهَادَتِهِمَا فَإِنْ عُثِرَ عَلَى أَنَّهُمَا شَهِدَا بِالْبَاطِلِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَنْقُضَ شَهَادَتَهُمَا حَتَّى يَجِيءَ شَاهِدَانِ يَقُومَانِ مَقَامَ الشَّاهِدَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ- فَيُقْسِمَانِ بِاللهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذاً لَمِنَ

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۱۲، باب ۲۰ حدیث مسلسل ۲۴۶۷۵۔

الظَّالِمِينَ۔ فَإِذا فَعَلَ ذٰلِكَ نُقِضَتْ شَهادَةُ الأَوَّلَيْنِ وَ جازَتْ شَهادَةُ الآخَرَيْنِ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ ذٰلِكَ أَدْنىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهادَةِ عَلىٰ وَجْهِها أَوْ يَخافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمانٌ بَعْدَ أَيْمانِهِم [1]

ترجمہ: "یحییٰ بن محمد نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس فرمان (یا ایھا الذین آمنوا شھادۃ بینکم۔۔۔) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے دو مسلمان افراد مراد ہیں یا تمہارے غیر میں سے دو، تو اس سے اہل کتاب مراد ہیں، اور اگر اہل کتاب موجود نہ ہوں تو دو اہل مجوس افراد ہوں گے۔"

ضمن: وصیت مالی، دیگر مالی امور کی طرح، ایک عادل شخص کی گواہی اور قسم سے اور اسی طرح ایک عادل مرد اور دو عادلہ عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی۔ [2]

مستندات

ا: قرآن مجید

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَداءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْداهُما فَتُذَكِّرَ إِحْداهُمَا الأُخْرىٰ. . . [3]

ترجمہ: "اور تم مردوں میں سے دو مردوں کی گواہی طلب کرو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن پر طرفین راضی ہو جائیں تاکہ اگر ایک فراموش کر بیٹھے تو دوسری اسے یاد دلادے۔۔۔"

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۱۱، باب ۲۰ حدیث مسلسل ۲۴۶۷۴۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۹۶؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۵۲؛ منہاج الصالحین، محمد طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۴۲۳۔

[3]۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۸۲۔

۲: حدیث نبوی

۱- أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَضَى بِشَاهِدٍ وَيَمِين [1]

ترجمہ: ''بتحقیق رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم نے ایک شاہد اور قسم پر فیصلہ دیا ہے۔''

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي شَهَادَةِ امْرَأَةٍ حَضَرَتْ رَجُلًا يُوصِي لَيْسَ مَعَهَا رَجُلٌ فَقَالَ يُجَازُ رُبُعُ مَا أَوْصَى بِحِسَابِ شَهَادَتِهَا [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسی عورت کے بارے میں روایت نقل ہوئی ہے جو مرد کی وصایت کی گواہی کے لیے حاضر ہوئی ہے جس کے ساتھ اور کوئی مرد گواہی دینے والا نہ تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس عورت کی گواہی کے حساب سے چوتھائی میں اس کی گواہی قبول ہوگی۔''

۲ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي وَصِيَّةٍ لَمْ يَشْهَدْهَا إِلَّا امْرَأَةٌ أَنْ تَجُوزَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ فِي رُبُعِ الْوَصِيَّةِ إِذَا كَانَتْ مُسْلِمَةً غَيْرَ مُرِيبَةٍ فِي دِينِهَا [3]

ترجمہ: ''محمد بن قیس نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایک وصیت کے بارے میں فیصلہ کیا جس پر سوائے ایک عورت کے کوئی گواہ نہ تھا، کہ ایک چوتھائی وصیت میں عورت کی گواہی قبول کی جائے گی، البتہ جب عورت مسلمان اور متدین ہو۔''

---

[1]۔ الکافی مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۳۸۵، حدیث ۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۷ ص ۲۶۷، باب ۱۴ حدیث مسلسل ۳۳۷۳۸۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۱۶ باب ۲۲، حدیث مسلسل ۲۴۶۸۰۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۱۷ باب ۲۲، حدیث مسلسل ۲۴۶۸۲۔

قانون ۱۹: نابالغ بچوں پر ان کے نکاح کے حوالے سے اگر باپ اور دادا نے وصی کو اذن دیا ہو تو وصی کی ولایت ثابت ہو گی۔ [1]

مستندات

۱: قرآن مجید

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِينَ [2]

ترجمہ: ”تمہارے اوپر یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت سامنے آ جائے تو اگر کوئی مال چھوڑا ہے تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے وصیت کر دے یہ صاحبان تقوی پر ایک طرح کا حق ہے۔“

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الصَّفَّارِ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ع- رَجُلٌ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ فِي مَوَالِيهِ وَ مَوْلَيَاتِهِ الذَّكَرُ وَ الْأُنْثَى فِيهِ سَوَاءٌ أَوْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ مِنَ الْوَصِيَّةِ فَوَقَّعَ ع جَائِزٌ لِلْمَيِّتِ مَا أَوْصَى بِهِ عَلَى مَا أَوْصَى إِنْ شَاءَ اللهُ [3]

ترجمہ: ”محمد بن حسن صفار نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ ایک شخص نے اپنے مال میں سے ایک ثلث کی اپنے ورثاء (مذکر اور مونث) کے لیے بطور مساوی یا مذکر کو مونث کے دو برابر کی وصیت کی ہے؟ امام علیہ السلام نے توقیع میں فرمایا: میت کے لیے جائز ہے کہ وہ جس طرح بھی وصیت کرے۔“

---

[1] ـ العروۃ الوثقی، سید یزدی، ج ۲ ص ۶۴۹، ۶۴۸؛ منہاج الصالحین، سید ابوالقاسم خوئی، ج ۲ ص ۲۶۱۔

[2] ـ سورہ بقرہ، آیہ ۱۸۱۔

[3] ـ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۹۴ باب ۶۳ حدیث مسلسل ۲۴۸۳۲۔

۲ -عَنْ أَبِی بَصِیرٍ عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الَّذِی بِیَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ قَالَ هُوَ الْأَبُ وَ الْأَخُ وَ الرَّجُلُ یُوصَى إِلَیْهِ وَ الَّذِی یَجُوزُ أَمْرُهُ فِی مَالِ الْمَرْأَةِ فَیَبْتَاعُ لَهَا وَ یَشْتَرِی فَأَیُّ هَؤُلَاءِ عَفَا فَقَدْ جَازَ[1]

ترجمہ: ''ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ کون افراد ہیں جن کے ہاتھ میں نکاح کی ولایت ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: باپ، بھائی اور وہ شخص جس کے بارے وصیت کی گئی ہو، اور وہ شخص جو عورت کے مال میں دخالت کر سکتا ہے، اور اس کے لیے خرید و فروخت کر سکتا ہے۔''

قانون ۲۰: جس چیز میں کسی کو وصی قرار دیا گیا ہو تو اسی چیز کے بارے وصی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- كَتَبَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الصَّفَّارُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ إِلَى أَبِی مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ ع هَلْ تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْوَصِیِّ لِلْمَیِّتِ بِدَیْنٍ لَهُ عَلَى رَجُلٍ مَعَ شَاهِدٍ آخَرَ عَدْلٍ فَوَقَّعَ ع إِذَا شَهِدَ مَعَهُ آخَرُ عَدْلٌ فَعَلَى الْمُدَّعِی یَمِینٌ وَ كَتَبَ إِلَیْهِ أَیَجُوزُ لِلْوَصِیِّ أَنْ یَشْهَدَ لِوَارِثِ الْمَیِّتِ صَغِیراً أَوْ كَبِیراً بِحَقٍّ لَهُ عَلَى الْمَیِّتِ أَوْ عَلَى غَیْرِهِ وَ هُوَ الْقَابِضُ لِلْوَارِثِ الصَّغِیرِ وَ لَیْسَ لِلْكَبِیرِ بِقَابِضٍ

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۰ ص ۲۸۳ باب ۸ حدیث مسلسل ۲۵۶۳۴۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۵۷۔

فَوَقَّعَ ع نَعَمْ وَ يَنْبَغِي لِلْوَصِيِّ أَنْ يَشْهَدَ بِالْحَقِّ وَ لَا يَكْتُمَ شَهَادَتَهُ وَ كَتَبَ إِلَيْهِ أَوَ تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْوَصِيِّ عَلَى الْمَيِّتِ بِدَيْنٍ مَعَ شَاهِدٍ آخَرَ عَدْلٍ فَوَقَّعَ ع نَعَمْ مِنْ بَعْدِ يَمِين[1]

ترجمہ: ''محمد بن صفار نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف لکھا کہ کیا میت کے وصی کی گواہی قبول کی جائے گی کہ ایک شخص پر اس کا قرض ہے، اس کے ساتھ ایک اور عادل گواہ بھی موجود ہو؟ امام علیہ السلام نے توقیع کی کہ جب اس کے ساتھ ایک اور عادل گواہ گواہی دے تو مدعی پر قسم ہو گی۔ ایک اور جگہ پر امام علیہ السلام کی طرف لکھا کیا وصی کے لیے جائز ہے کہ وہ میت کے وارث کے لیے گواہی دے کہ میت پر اس کا ایک حق ہے اور وہ اس کمسن وارث کی طرف سے وہ حق اخذ کرنے والا ہو لیکن بالغ وارث کی طرف سے اخذ کرنے والا نہ ہو؟ امام علیہ السلام نے توقیع میں لکھا: ہاں اور وصی کے لیے ضروری ہے کہ وہ حق کی گواہی دے، اور حق کی گوہی کو نہ چھپائے، دوسرے مقام پر لکھا کہ کیا میت پر قرض کے حوالے سے وصی کی گواہی قبول کی جائے گی باوجود اس کے کہ ایک اور عادل گواہ موجود ہو؟ امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہاں قسم کھانے کے بعد۔''

قانون۲۱: اگر کوئی شخص مرض موت میں غلاموں کی آزادی کی وصیت بطور مطلق کرے تو ایک ثلث میں وصیت نافذ ہو گی، اور آزادی کے لیے غلاموں کا تعین قرعہ کے ساتھ ہو گا۔[2]

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق۔ ج ۳ ص ۷۳، حدیث مسلسل ۳۳۶۲۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۵۹، ۳۶۰۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

١- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنْ رَجُلٍ يَكُونُ لَهُ الْمَمْلُوكُونَ فَيُوصِي بِعِتْقِ ثُلُثِهِمْ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ ع يُسْهِمُ بَيْنَهُمْ [1]

ترجمہ: ”محمد بن مسلم نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس کے کئی غلام تھے اور اس نے ان میں سے ایک سوم کے ذریعہ غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: علی علیہ السلام ایسی صورت میں ان کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے۔“

٢ - عَنِ الشَّيْخِ قَالَ إِنَّ أَبَا جَعْفَرٍ ع مَاتَ وَ تَرَكَ سِتِّينَ مَمْلُوكاً وَ أَوْصَى بِعِتْقِ ثُلُثِهِمْ فَأَقْرَعْتُ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقْتُ الثُّلُث [2]

ترجمہ: ”شیخ طوسی نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام رحلت فرما گئے تو ان کے ساٹھ غلام تھے اور آپؑ نے ایک سوم آزاد کرنے کی وصیت فرمائی تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا گیا اور ایک سوم ($\frac{1}{3}$) غلام آزاد ہوئے۔“

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق۔ ج ٣ ص ٩٤، حدیث مسلسل ٣٣٩٦؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ٢٣ ص ١٠٣ باب ٦٥ حدیث مسلسل ٢٩٢٠٠۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ٢٧ ص ٢٥٩ باب ١٣ حدیث مسلسل ٣٣٧١٩؛ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ٨ ص ٢٣٤ باب ١ حدیث ٧٦۔

موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی جائے) کے متعلق قوانین
(Laws regarding the testator)

قانون ۲۲: معدوم اور میت کے لیے وصیت کرنا صحیح نہیں ہے، پس وصیت کے وقت موصی لہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔[1]

مستندات

۱: قرآن مجید

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِينَ[2]

ترجمہ: ''تمہارے اوپر یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت سامنے آ جائے تو اگر کوئی مال چھوڑا ہے تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے وصیت کر دو، یہ صاحبان تقویٰ پر ایک طرح کا حق ہے۔''

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

1. ''عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ كَتَبَ أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ ع- أَنَّ دُرَّةَ بِنْتَ مُقَاتِلٍ تُوُفِّيَتْ وَ تَرَكَتْ ضَيْعَةً أَشْقَاصاً فِي مَوَاضِعَ وَ أَوْصَتْ لِسَيِّدِنَا فِي أَشْقَاصِهَا بِمَا يَبْلُغُ أَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَ نَحْنُ أَوْصِيَاؤُهَا وَ أَحْبَبْنَا إِنْهَاءَ ذَلِكَ إِلَى سَيِّدِنَا فَإِنْ أَمَرَنَا بِإِمْضَاءِ الْوَصِيَّةِ عَلَى وَجْهِهَا أَمْضَيْنَاهَا وَ إِنْ أَمَرَنَا بِغَيْرِ ذَلِكَ انْتَهَيْنَا إِلَى أَمْرِهِ فِي جَمِيعِ مَا يَأْمُرُ بِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ قَالَ

[1] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۵؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۶۳؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۸۲، ۳۸۳۔

[2] ۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۰۔

فَكَتَبَ ع بِخَطِّهِ لَيْسَ يَجِبُ لَهَا فِي تَرِكَتِهَا إِلَّا الثُّلُثُ وَإِنْ تَفَضَّلْتُمْ وَ كُنْتُمُ الْوَرَثَةَ كَانَ جَائِزاً لَكُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ"[1]

ترجمہ: "احمد بن محمد نے کہا کہ احمد بن اسحاق نے امام ابوالحسن کی طرف لکھا کہ درۃ بنت مقاتل فوت ہوئیں تو اس نے ترکہ کے طور پر زمین چھوڑی ہے اور ہمارے سید و سردار کے لیے اس زمین کی وصیت کی ہے جبکہ وہ ثلث $\frac{1}{3}$ سے زائد ہے، اور ہمیں اس وصیت پر وصی قرار دیا ہے، ہم نے چاہا کہ آپؑ کی طرف رجوع کریں، اگر آپؑ قبول فرمائیں گے تو ہم اسی طرح اس وصیت پر عمل کریں گے لیکن اگر آپؑ اس کے علاوہ کوئی اور حکم دیں تو انشا اللہ ہم اس پر عمل کریں گے۔ امام علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے لکھا کہ اس کے لیے ایک سوم $\frac{1}{3}$ سے زائد وصیت کرنا جائز نہیں، ہاں اگر آپ مہربانی کریں جبکہ آپ بھی ورثاء ہیں تو ایسا تمہارے لئے کرنا جائز ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ کے موافق ہیں، جیسا کہ فقہ السنہ اور الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں بیان ہوا ہے۔

و منها: ان يكون حيا وقت الوصية و لو تقديرا[2]

ترجمہ: "موصی لہ کی شرائط میں سے ہے کہ وصیت کے وقت وہ زندہ ہو اگرچہ تقدیری (جنین) ہی کیوں نہ ہو۔"

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۷۵ باب ۱۱ حدیث مسلسل ۲۴۵۸۰؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۱۸۷ حدیث مسلسل ۵۴۲۹۔

[2]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۳ ص ۳۱۹؛ فقہ السنہ ۳ ص ۴۲۴۔

ضمن: وصیت کے وقت موجود حمل (اگرچہ ابھی تک اس میں روح نہ پائی گئی ہو) کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے البتہ ضروری ہے کہ وہ حمل زندہ ماں کے شکم سے باہر آئے پس اگر مردہ پیدا ہوا تو وصیت باطل اور ترکہ موصی کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔[1]

قانون ۲۳: کافر ذمی اور مرتد ملی کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے البتہ مال ایسی چیز نہ ہو جو کافر کی ملکیت میں نہیں دی جا سکتی جیسے قرآن۔[2]

مستندات

ا: قرآن مجید

لَّا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا اليهم[3]

ترجمہ: ”اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں وطن سے نہیں نکالا، کہ تم ان سے نیکی اور انصاف سے پیش آؤ۔“

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۵؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۸۳۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۸۵؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۸۴؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۶۶۔

[3]۔ سورہ ممتحنہ، آیہ ۸۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- ''عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الرَّجُلِ أَوْصَى بِمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ أَعْطِهِ لِمَنْ أَوْصَى لَهُ بِهِ وَإِنْ كَانَ يَهُودِيّاً أَوْ نَصْرَانِيّاً إِنَّ اللهَ عَزَّوَ جَلَّ يَقُولُ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ ما سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَه''[1]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں وصیت کی جس نے اپنے مال کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی وصیت کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جس کے لیے اس نے وصیت کی اسے دو اگرچہ وہ یہودی اور نصرانی ہی کیوں نہ ہو۔ بتحقیق خداوند متعال کا ارشاد ہے جس نے بھی وصیت سننے کے بعد اس میں تبدیلی کی تو اس کا گناہ تبدیلی کرنے والے پر ہوگا۔''

۲- عَنْ أَبِي خَدِيجَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَرِثَ الْكَافِرَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمُسْلِمُ قَدْ أَوْصَى لِلْكَافِرِ بِشَيْءٍ''[2]

ترجمہ: ''ابو خدیجہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: کافر شخص مسلمان سے ارث نہیں لے گا اور مسلمان کافر سے ارث حاصل کرے گا، مگر یہ کہ مسلمان نے کسی کافر کے لیے وصیت کی ہو تو اس صورت میں وصیت شدہ چیز کافر کو دی جائے گی۔''

فقہاء اہل سنت کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء لکھتے ہیں۔

---

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۰۰ حدیث ۵۴۶۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۴۵ باب ۳۵ حدیث مسلسل ۲۴۷۳۴۔

[2]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۳۳۶ حدیث ۵۷۲۶ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۴۵ باب ۳۵ حدیث مسلسل ۲۴۷۳۳۔

و لا يشترط فى الموصى له ان يكون مسلما فتصح الوصية من المسلم للذمى الا ان يكون حربيا فى دار الحرب۔ فاذا خرج من دار الحرب و طلب اخذ الوصية فلا ياخذ منها شيئا و لو اجاز الورثة، و اما المرتد فان الوصية له لا تصح من المسلم و تصح وصية الذمى للمسلم[1]

ترجمہ: موصٰی لہ کے لیے شرط نہیں کہ وہ مسلمان ہو بلکہ مسلمان کا کافر ذمی کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے، مگر جب وہ کافر حربی ہو گا تو اس وقت اس کے لیے وصیت کرنا صحیح نہ ہو گا، لہٰذا جب کافر حربی دار حرب سے خارج ہو کر وصیت کا مطالبہ کرے تو اسے اس وصیت سے کچھ نہ دیا جائے گا، اگرچہ ورثاء اجازت ہی کیوں نہ دیں، اور مرتد کے لیے وصیت کرنا صحیح نہیں ہے، اور کافر ذمی کسی مسلمان کے لیے وصیت کر سکتا ہے۔

قانون ۲۴: کسی دوسرے کے عبد کے لیے وصیت کرنا صحیح نہیں ہے البتہ عبد مکاتب مطلق (جس غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا ہو) کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي مُكَاتَبٍ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ حُرَّةٌ فَأَوْصَتْ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهَا بِوَصِيَّةٍ فَقَالَ أَهْلُ الْمِيرَاثِ لَا نُجِيزُ وَصِيَّتَهَا لَهُ إِنَّهُ مُكَاتَبٌ لَمْ يُعْتَقْ وَ لَا يَرِثُ فَقَضَى بِأَنَّهُ يَرِثُ بِحِسَابِ مَا أُعْتِقَ مِنْهُ وَ يَجُوزُ لَهُ مِنَ الْوَصِيَّةِ بِحِسَابِ مَا أُعْتِقَ مِنْهُ وَ قَضَى ع فِي مُكَاتَبٍ أُوصِيَ لَهُ بِوَصِيَّةٍ وَ قَدْ قَضَى نِصْفَ مَا عَلَيْهِ فَأَجَازَ نِصْفَ الْوَصِيَّةِ وَ قَضَى ع فِي مُكَاتَبٍ

1۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۳ ص ۳۲۰۔

2۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۶۸، ۳۶۹؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۸۹۔

قَضَى رُبُعَ مَا عَلَيْهِ فَأُوصِيَ لَهُ بِوَصِيَّةٍ فَأَجَازَ رُبُعَ الْوَصِيَّةِ وَ قَالَ ع فِي رَجُلٍ حُرٍّ أَوْصَى لِمُكَاتَبَةٍ وَ قَدْ قَضَتْ سُدُسَ مَا كَانَ عَلَيْهَا فَأَجَازَ لَهَا بِحِسَابِ مَا أُعْتِقَ مِنْهَا"[1]

ترجمہ: "محمد بن قیس، امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے عبد مکاتب کے بارے روایت نقل کرتا ہے جس کے ماتحت ایک آزاد مسلمان عورت تھی، اس عورت نے اپنی موت کے وقت اس مکاتب کے لیے وصیت کی، تو ورثاء نے کہا کہ ہم اجازت نہیں دیتے کہ وہ مکاتب کے لیے وصیت کرے چونکہ وہ عبد ہے، آزاد نہیں ہے اور وہ ارث نہیں لے سکتا، امام علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ جتنا وہ آزاد ہے اتنی مقدار وہ ارث لے سکتا ہے اور ایک دیگر عبد مکاتب کے بارے فیصلہ دیا جس کے بارے وصیت کی گئی تھی اور وہ نصف آزاد ہو چکا تھا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: نصف وصیت اس کے حق میں جائز ہے۔۔۔ اسی طرح امام علیہ السلام نے ایک آزاد شخص جس نے ایک مکاتبہ جس کا چھٹا حصہ آزاد ہو چکا تھا، کے لیے وصیت کی تھی، کے بارے میں فیصلہ دیا کہ جتنی مقدار وہ آزاد ہو چکی ہے اتنی مقدار اس کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔"

۲۔ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنِ الصَّادِقِ ع قَالَ سُئِلَ عَنْ مُكَاتَبٍ عَجَزَ عَنْ مُكَاتَبَتِهِ وَ قَدْ أَدَّى بَعْضَهَا قَالَ يُؤَدَّى عَنْهُ مِنْ مَالِ الصَّدَقَةِ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ وَفِي الرِّقَابِ"[2]

ترجمہ: ہمارے بعض اصحاب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام سے عبد مکاتب (جس نے اپنی آزادی کے لیے کچھ رقم دی ہے اور اپنا باقی حصہ آزاد کرانے سے عاجز) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: صدقہ کے مال سے اس کی آزادی کے لیے مال دیا جا سکتا ہے چنانچہ خداوند متعال اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے (وفی الرقاب) یعنی زکات کے مصارف میں سے ایک مصرف عبد کو آزاد کرانا ہے۔

---

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۲۸ حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۱۳، باب ۸۰ حدیث مسلسل ۲۴۸۶۴۔

[2]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۸ ص ۲۷۵ حدیث ۳۵۔

قانون ۲۵: اگر کوئی مسلمان فقراء کے لیے وصیت کرے تو یہ وصیت فقط مسلمان فقراء کو شامل ہوگی، اور اگر موصی کافر ہو تو کافر فقراء مراد ہوں گے۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ أَبِي طَالِبٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ كَتَبَ الْخَلِيلُ بْنُ هَاشِمٍ إِلَى ذِي الرِّئَاسَتَيْنِ وَ هُوَ وَالِي نَيْسَابُورَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمَجُوسِ مَاتَ وَ أَوْصَى لِلْفُقَرَاءِ بِشَيْءٍ مِنْ مَالِهِ فَأَخَذَهُ قَاضِي نَيْسَابُورَ فَجَعَلَهُ فِي فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَكَتَبَ الْخَلِيلُ إِلَى ذِي الرِّئَاسَتَيْنِ بِذَلِكَ فَسَأَلَ الْمَأْمُونَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِي فِي ذَلِكَ شَيْءٌ فَسَأَلَ أَبَا الْحَسَنِ ع فَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ ع إِنَّ الْمَجُوسِيَّ لَمْ يُوصِ لِفُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَ لَكِنْ يَنْبَغِي أَنْ يُؤْخَذَ مِقْدَارُ ذَلِكَ الْمَالِ مِنْ مَالِ الصَّدَقَةِ فَيُرَدَّ عَلَى فُقَرَاءِ الْمَجُوس[2]

ترجمہ: ''ابی طالب عبداللہ بن صلت نے کہا کہ خلیل بن ہاشم نے ذوریاستین جو کہ نیشاپور کا والی تھا کی طرف لکھا کہ ایک مجوسی فوت ہوگیا اور اس نے فقراء کے لیے کچھ مال کی وصیت کی ہے ؟ تو نیشاپور کے قاضی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر مسلمان فقراء کے درمیان لے گیا۔ پس خلیل بن ہاشم نے نیشاپور کے والی کو لکھا، پس اس نے مامون سے اس کے بارے سوال کیا تو اس نے کہا کہ اس کے بارے مجھے معلوم نہیں ہے، تو اس نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ مجوسی شخص کبھی مسلمان فقراء کے لیے وصیت نہیں کرتا، اس لیے بہتر یہ ہے اس مال میں سے کچھ مال صدقہ کے طور پر مجوس فقراء کے درمیان تقسیم کیا جائے۔''

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۸۸۔

[2]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۱۶ حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۴۲، باب ۳۴ حدیث مسلسل ۲۴۷۲۸۔

۲- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنِ الرَّجُلِ أَوْصَى بِمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ أَعْطِهِ لِمَنْ أَوْصَى لَهُ بِهِ وَإِنْ كَانَ يَهُودِيّاً أَوْ نَصْرَانِيّاً إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ ما سَمِعَهُ فَإِنَّما إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَه"[1]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے اللہ کی راہ میں مال کی وصیت کی، امام علیہ السلام نے فرمایا: جس مورد میں اس نے وصیت کی اسی میں خرچ کرو اگرچہ وہ یہودی اور نصرانی ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جس نے وصیت سن کر اس میں تبدیلی کی تو وہ ان لوگوں کے حوالے سے گناہگار ہے جن کی وجہ سے اس نے تبدیلی کی تھی۔''

قانون ۲۶: قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے چاہے وہ ورثاء میں سے ہوں یا نہ ہوں، اور اقرباء کے لیے وصیت کرنے کی صورت میں ارث کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا، یعنی پہلے طبقے کی موجودگی میں دوسرا طبقہ محروم اور اسی طرح دوسرے طبقے کی موجودگی میں تیسرا طبقہ محروم رہے گا۔[2]

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۴۳، باب ۳۲ حدیث مسلسل ۲۴۷۲۲۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۹۰۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ ع قَالَ مَنْ لَمْ يُوصِ عِنْدَ مَوْتِهِ لِذَوِي قَرَابَتِهِ مِمَّنْ لَا يَرِثُهُ فَقَدْ خَتَمَ عَمَلَهُ بِمَعْصِيَةٍ [1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: جو بھی اپنی موت کے وقت اپنے اقرباء کے لیے وصیت نہ کرے، تو اس کا نامہ عمل معصیت اور گناہ پر ختم ہوا۔''

۲-عَنْ سَالِمَةَ مَوْلَاةِ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَعْطُوا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ- وَ هُوَ الْأَفْطَسُ سَبْعِينَ دِينَاراً وَ أَعْطُوا فُلَاناً كَذَا وَ كَذَا وَ فُلَاناً كَذَا وَ كَذَا فَقُلْتُ أَ تُعْطِي رَجُلًا حَمَلَ عَلَيْكَ بِالشَّفْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكِ أَ مَا تَقْرَءِينَ الْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى قَالَ أَ مَا سَمِعْتِ قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ الَّذِينَ يَصِلُونَ ما أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخافُونَ سُوءَ الْحِساب [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام کی موالیہ سالمہ نے کہا کہ امام علیہ السلام کی رحلت کے وقت میں ان کے پاس بیٹھی تھی کہ حضرت پر غشی طاری ہوئی جب افاقہ ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ حسن بن علی بن حسین (اس سے مراد افطس ہے) کو ستر دینار دو، اور فلاں کو اتنے دو اور فلاں کو اتنے، تو میں نے کہا: کیا آپؑ اس شخص کو عطا کر رہے ہیں جس نے آپ پر شفرہ (تیز دھار آلہ) کا حملہ

---

[1]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۹ ص ۱۷۴ باب ۶ حدیث ۸؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۱۸ باب ۸۳ حدیث مسلسل ۲۴۸۷۳۔

[2]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۹ ص ۲۴۶ باب ۲۰ حدیث ۴۷؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۱۷ باب ۸۳ حدیث مسلسل ۲۴۸۷۱۔

کیا، توآپؑ نے فرمایا: تم پر وائے ہو کیا تم قرآن نہیں پڑھتی ہو؟ میں نے کہا کہ پڑھتی ہوں، آپؑ نے فرمایا کہ کیا تو نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سنا "الذین یصلون ما امراللہ بہ۔۔۔"

فقہاء اہل سنت کی رائے

صاحب کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ لکھتا ہے:

اذا قال اوصیت لجیرانی و الاقاربی او نحو ذلك فانه یصح و لکن بیان الجیران او الاقارب فیه تفصیل فی المذاهب[1]

ترجمہ: "جب موصی کہے کہ میں نے اپنے ہمسایہ اور اقرباء کے لیے وصیت کی ہے تو ایسا کرنا صحیح ہے، لیکن ہمسایہ اور اقرباء کی تفصیل مذاہب اربعہ میں مختلف ہے۔"

البتہ فقہ السنہ میں لکھا ہے کہ "یشترط فی الموصی له الشروط الآتیة ، الاول : ان لا یکون وارثا للموصی"[2]

موصی لہ میں درج ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے، پہلی شرط یہ کہ وہ موصی کا وارث نہ ہو۔

---

[1]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۳ ص ۳۳۴۔

[2]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳ ص ۴۲۳۔

وصی کے متعلق قوانین

(Laws about the testator)

قانون ۲۷: وصی کا عاقل، بالغ اور مسلمان ہونا ضروری ہے۔[1]

مستندات

ا: قرآن مجید

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ[2]

ترجمہ: ''اور یتیموں کا امتحان لو جب وہ نکاح کے قابل ہو جائیں تو اگر ان کے رشید ہونے کا احساس کرو تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو۔''

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ[3]

ترجمہ: ''صاحبان ایمان مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی اور سرپرست نہ بنائیں اور جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہو گا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اور خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔''

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۳۹۲۔

[2]۔ سورہ نساء، آیہ ۶۔

[3]۔ سورہ آل عمران، آیہ ۲۸۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ إِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ عَشْرَ سِنِينَ جَازَتْ وَصِيَّتُه[1]

ترجمہ: ”عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں نقل کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب نوجوان دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کی وصیت نافذ العمل ہو گی۔“

۲ - عَنِ ابْنِ ظَبْيَانَ قَالَ أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ مَجْنُونَةٍ قَدْ زَنَتْ فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا فَقَالَ عَلِيٌّ ع- أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ يُرْفَعُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظ[2]

ترجمہ: ”ابن ظبیان سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک دیوانہ عورت جس نے زنا انجام دیا تھا کو جناب عمرؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا تو امام علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ تین افراد سے تکلیف ساقط ہے، بچہ سے یہاں تک کہ محتلم ہو جائے، مجنون سے یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے اور سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔“

ضمن: نابالغ بچے کو کسی بالغ کے ساتھ بصورت اشتراک وصیت کرنا صحیح ہے، البتہ نابالغ بچہ اپنے مال میں بلوغ کے بعد تصرف کرے گا۔[3]

1۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۶۲، باب ۴۴، حدیث مسلسل ۲۴۷۶۳۔

2۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱ ص ۴۵ باب ۴ حدیث مسلسل ۸۱۔

3۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۰۱؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۳۹۴۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ - عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَقْطِينٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى إِلَى امْرَأَةٍ فَأَشْرَكَ فِي الْوَصِيَّةِ مَعَهَا صَبِيّاً فَقَالَ يَجُوزُ ذَلِكَ وَ تُمْضِي الْمَرْأَةُ الْوَصِيَّةَ وَ لَا يُنْتَظَرُ بُلُوغُ الصَّبِيِّ فَإِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ لَا يَرْضَى إِلَّا مَا كَانَ مِنْ تَبْدِيلٍ أَوْ تَغْيِيرٍ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يَرُدَّهُ إِلَى مَا أَوْصَى بِهِ الْمَيِّتُ[1]

ترجمہ: ”علی بن یقطین نے کہا کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے ایک عورت کے لیے وصیت کی اور اس نے اس عورت کے ساتھ وصیت میں ایک بچے کو شریک کیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا کرنا جائز ہے اور عورت وصیت پر عمل کرے گی اور بچے کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کرے گی اور جب بچہ بالغ ہو گا تو اس کے لیے ممکن نہیں کہ اس وصیت پر راضی نہ ہو مگر یہ کہ اس وصیت میں تغیر اور تبدیلی کر سکتا ہے، پس اس کے لیے جائز ہے کہ جس کی وصیت میت نے کی تھی اسے رد کرے۔“

۲- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الصَّفَّارِ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ ع رَجُلٌ أَوْصَى إِلَى وُلْدِهِ وَ فِيهِمْ كِبَارٌ قَدْ أَدْرَكُوا وَ فِيهِمْ صِغَارٌ أَ يَجُوزُ لِلْكِبَارِ أَنْ يُنْفِذُوا وَصِيَّتَهُ وَ يَقْضُوا دَيْنَهُ لِمَنْ صَحَّ عَلَى الْمَيِّتِ بِشُهُودٍ عُدُولٍ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ الْأَوْصِيَاءُ الصِّغَارُ فَوَقَّعَ ع نَعَمْ عَلَى الْأَكَابِرِ مِنَ الْوُلْدِ أَنْ يَقْضُوا دَيْنَ أَبِيهِمْ وَ لَا يَحْبِسُوهُ بِذَلِكَ[2]

---

[1]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۴۶ حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۷۵ باب ۵۰ حدیث مسلسل ۲۴۷۹۵۔

[2]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۴۶ حدیث ۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۷۵ باب ۵۰ حدیث مسلسل ۲۴۷۹۴۔

ترجمہ: ''محمد بن حسن صفار نے کہا کہ میں نے امام جواد علیہ السلام کو لکھا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد کے لیے وصیت کی اور اس کی اولاد میں بالغ بھی ہیں اور نابالغ بھی، کیا بالغ اولاد کے لیے جائز ہے کہ نابالغ افراد کے بلوغ کی انتظار کیے بغیر میت کے تمام دیون اور قرض جن پر عادل گواہ گواہی دے، ادا کرتے ہوئے وصیت پر عمل پیرا ہوں؟ امام علیہ السلام نے توقیع میں لکھا: ہاں، بالغ اولاد پر ضروری ہے کہ اپنے باپ کا قرض ادا کریں اور اس کے ترکہ کو حبس کرکے نہ رکھیں۔''

قانون ۲۸: اگر کوئی شخص دو یا دو سے زائد افراد کے لیے بطور مطلق یا اجتماعی وصیت کی شرط کے ساتھ وصیت کرے تو کسی ایک کا انفرادی طور پر تصرف جائز اور صحیح نہ ہوگا۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ - كَتَبَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الصَّفَّارُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ع رَجُلٌ أَوْصَى إِلَى رَجُلَيْنِ أَيَجُوزُ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَنْفَرِدَ بِنِصْفِ التَّرِكَةِ وَ الْآخَرِ بِالنِّصْفِ فَوَقَّعَ ع لَا يَنْبَغِي لَهُمَا أَنْ يُخَالِفَا الْمَيِّتَ وَ يَعْمَلَانِ عَلَى حَسَبِ مَا أَمَرَهُمَا إِنْ شَاءَ اللهُ[2]

ترجمہ: ''محمد بن حسن صفار نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ ایک شخص دو افراد کے لیے وصیت کرے تو کیا ان میں سے کسی ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ اکیلا اس کے نصف مال میں تصرف کرے اور دوسرا شخص دوسرے نصف ترکہ میں تصرف کرے؟ امام علیہ السلام نے توقیع میں فرمایا: ان دونوں کے لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ میت کی مخالفت کریں اور انہیں چاہیے کہ جیسا موصی نے ان دونوں کو کہا تھا اسی پر عمل کریں۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں

---

[1] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۰۷؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۴۰۲۔

[2] ۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۰۳ حدیث مسلسل ۵۴۷۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۷۶، باب ۵۱ حدیث مسلسل ۲۴۷۹۷۔

مل کر اکٹھے اس کے مال کے بارے میں وصیت پر عمل کرتے ہوئے تصرف کریں، الگ الگ تصرف نہ کریں)"

۲- عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع عَنْ رَجُلٍ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ مَالٌ فَهَلَكَ وَ لَهُ وَصِيَّانِ فَهَلْ يَجُوزُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى أَحَدِ الْوَصِيَّيْنِ دُونَ صَاحِبِهِ قَالَ لَا يَسْتَقِيمُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ السُّلْطَانُ قَدْ قَسَمَ بَيْنَهُمَا الْمَالَ فَوَضَعَ عَلَى يَدِ هَذَا النِّصْفَ وَ عَلَى يَدِ هَذَا النِّصْفَ أَوْ يَجْتَمِعَانِ بِأَمْرِ سُلْطَانٍ[1]

ترجمہ: "صفوان بن یحییٰ نے کہا کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس کے ذمہ کسی شخص کا مال تھا اور وہ مر گیا اور اس نے اپنے مال کے بارے میں دو افراد کو وصی قرار دیا ہے، کیا جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک وصی کو مال دے دیا جائے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا درست نہیں، مگر یہ کہ حاکم شرع ان دو کے درمیان مال تقسیم کرے، پس نصف مال ایک کے ہاتھ پر اور بقیہ نصف دوسرے کے ہاتھ پر یا حاکم شرع کی اجازت سے اکٹھے ہو جائیں اور وصیت پر عمل کریں۔"

قانون ۲۹: جب تک موصی زندہ ہے وصی کو وصیت رد کرنے کا اختیار ہے، البتہ اس کا رد کرنا موصی کے علم میں لانا ضروری ہے۔[2]

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۷۷، باب ۵۱ حدیث مسلسل ۲۴۷۹۸۔

[2] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۱۵؛ مبانی منھاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۴۰۷۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع أَنَّ الْمُدَبَّرَ مِنَ الثُّلُثِ وَ أَنَّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَنْقُضَ وَصِيَّتَهُ فَيَزِيدَ فِيهَا وَيَنْقُصَ مِنْهَا مَا لَمْ يَمُتْ[1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علی علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ مدبر کو میت کے ترکہ سے اسے آزاد کر دیا جائے اور یہ کہ وصیت کرنے والا شخص اپنی وصیت کو توڑ دے۔ جب تک وہ زندہ ہے وہ اس میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔''

۲- قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ع لِلرَّجُلِ أَنْ يُغَيِّرَ وَصِيَّتَهُ فَيُعْتِقَ مَنْ كَانَ أَمَرَ بِمِلْكِهِ وَ يَمْلِكَ مَنْ كَانَ أَمَرَ بِعِتْقِهِ وَ يُعْطِيَ مَنْ كَانَ حَرَمَهُ وَيَحْرِمَ مَنْ كَانَ أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَمُتْ[2]

ترجمہ: ''امام علی بن حسین علیہ السلام نے ایک شخص کو فرمایا کہ وہ مرنے سے پہلے اپنی وصیت کو تبدیل کر سکتا ہے، لہٰذا آزاد کر سکتا ہے اسے جسے ملکیت میں لینے کا حکم دیا تھا، اور جسے آزاد کرنے کا حکم دیا تھا اسے ملکیت میں لے سکتا ہے، اور عطا کر سکتا ہے جسے اس نے محروم کیا تھا، اور اسے محروم کر سکتا ہے جسے اس نے عطا کیا تھا۔''

وجہ استدلال

صاحب جواہر فرماتے ہیں، جیسا کہ ان دونوں روایات میں بیان ہوا ہے کہ موصی وصیت میں تبدیلی اور وصی کو معزول کر سکتا ہے اسی طرح وصی بھی موصی کی زندگی میں اور اسے مطلع کر کے جب چاہے اس ذمہ داری سے دستبردار ہو سکتا ہے، چونکہ روایات مطلق ہیں۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹ص ۳۰۲ باب ۱۸ حدیث مسلسل ۲۴۶۵۱۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹ص ۳۰۲ باب ۱۸ حدیث مسلسل ۲۴۶۵۲۔

[3]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۸ص ۴۱۵۔

قانون ۳۰: وصی موصی کے مال کا امین ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس کے ہاتھ سے کچھ تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا، لیکن اگر خلاف وصیت کام کرنے یا کوتاہی کی صورت میں مال تلف ہو تو وہ ضامن ہوگا۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَارِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع- عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى إِلَى رَجُلٍ وَ أَمَرَهُ أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ نَسَمَةً بِسِتِّمِائَةِ دِرْهَمٍ مِنْ ثُلُثِهِ فَانْطَلَقَ الْوَصِيُّ فَأَعْطَى السِّتَّمِائَةِ دِرْهَمٍ رَجُلًا يَحُجُّ بِهَا عَنْهُ قَالَ فَقَالَ أَرَى أَنْ يَغْرَمَ الْوَصِيُّ مِنْ مَالِهِ سِتَّمِائَةِ دِرْهَمٍ وَ يَجْعَلَ السِّتَّمِائَةِ دِرْهَمٍ فِيمَا أَوْصَى بِهِ الْمَيِّتُ مِنْ نَسَمَةٍ[2]

ترجمہ: ''محمد بن مارد نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے کسی شخص کو وصی بنایا اور کہا کہ اس کی طرف سے چھ سو درہم میں ایک غلام کو آزاد کرنا تو اس نے چھ سو درہم ایک شخص کو دیے تا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے۔ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وصی نے اس کے مال سے چھ سو درہم کا نقصان کیا، اور چھ سو درہم اس نے اس چیز پر خرچ کیے جس کے بارے اس نے وصیت کی تھی کہ وہ ایک غلام کو آزاد کرے۔''

۲- عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَزْيَدٍ صَاحِبِ السَّابِرِيِّ قَالَ أَوْصَى إِلَيَّ رَجُلٌ بِتَرِكَتِهِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَحُجَّ بِهَا عَنْهُ فَنَظَرْتُ فِي ذَلِكَ فَإِذَا هِيَ شَيْءٌ يَسِيرٌ لَا يَكْفِي لِلْحَجِّ فَسَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ وَ فُقَهَاءَ أَهْلِ

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ ص ۹۲؛۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۲۳، ۴۲۲؛ مبانی منہاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۴۰۸۔

[2]۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۲۲ حدیث ۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۴۸ باب ۳۷ حدیث مسلسل ۲۴۷۴۱۔

الْكُوفَةِ فَقَالُوا تَصَدَّقْ بِهَا عَنْهُ إِلَى أَنْ قَالَ فَلَقِيتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ ع فِي الْحِجْرِ فَقُلْتُ لَهُ رَجُلٌ مَاتَ وَ أَوْصَى إِلَيَّ بِتَرِكَتِهِ أَنْ أَحُجَّ بِهَا عَنْهُ فَنَظَرْتُ فِي ذَلِكَ فَلَمْ يَكْفِ لِلْحَجِّ فَسَأَلْتُ مَنْ عِنْدَنَا مِنَ الْفُقَهَاءِ فَقَالُوا تَصَدَّقْ بِهَا فَقَالَ مَا صَنَعْتَ قُلْتُ تَصَدَّقْتُ بِهَا قَالَ ضَمِنْتَ إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ يَبْلُغُ مَا يُحَجُّ بِهِ مِنْ مَكَّةَ- فَإِنْ كَانَ لَا يَبْلُغُ مَا يُحَجُّ بِهِ مِنْ مَكَّةَ- فَلَيْسَ عَلَيْكَ ضَمَانٌ وَ إِنْ كَانَ يَبْلُغُ مَا يُحَجُّ بِهِ مِنْ مَكَّةَ فَأَنْتَ ضَامِنٌ[1]

ترجمہ: ''علی بن مزید نے کہا کہ ایک شخص نے مجھے اپنے ترکہ کی وصیت کی اور کہا کہ اس کی طرف سے حج ادا کروں لیکن جب میں نے اس کے ترکہ کو دیکھا تو وہ حج کے خرچے سے کم تھا، میں نے ابو حنیفہ اور کوفہ کے دیگر فقہاء سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کی طرف سے صدقہ دے دو، پھر کچھ عرصے بعد میری ملاقات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہوئی تو میں نے عرض کی کہ ایک شخص فوت ہو گیا ہے اور اس نے مجھے وصی قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس کی طرف سے حج ادا کروں، جبکہ اس کا ترکہ حج کے خرچے سے کم تھا، تو میں نے اپنے ہاں (کوفہ میں) موجود فقہاء سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تم اس کی طرف سے صدقہ دے دو، امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی کہ میں نے اس کی جانب سے صدقہ دے دیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: تو ضامن ہے، مگر یہ کہ مال اتنا کم تھا کہ مکہ سے بھی کوئی شخص حج نہ کر سکتا تھا ، لیکن اگر مکہ شہر سے کوئی شخص اس خرچے پر حج کر سکتا تھا تو تم ضامن ہو اور تمہیں اس کی طرف سے حج کروانا ہو گا۔''

قانون ۳۱: اگر موصی، وصی کا مقروض ہو تو وصی حاکم شرع کی اجازت کے بغیر موصی کے ترکہ سے اپنا قرض وصول کر سکتا ہے۔[2]

---

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۰۷ حدیث ۵۴۸۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۴۹ باب ۳۷ حدیث مسلسل ۲۴۷۴۲۔

[2]۔ جواہر الکالم، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۲۳۔

مستندات

۱: قرآن مجید

قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ[1]

ترجمہ: "جو تم پر زیادتی کرے تم بھی ویسا ہی کرو جیسا اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ خدا پرہیزگاروں ہی کے ساتھ ہے۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ -عَنْ بُرَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنَّ رَجُلًا أَوْصَى إِلَيَّ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يُشْرِكَ مَعِي ذَا قَرَابَةٍ لَهُ فَفَعَلَ وَ ذَكَرَ الَّذِي أَوْصَى إِلَيَّ أَنَّ لَهُ قِبَلَ الَّذِي أَشْرَكَهُ فِي الْوَصِيَّةِ خَمْسِينَ وَ مِائَةَ دِرْهَمٍ عِنْدَهُ رَهْناً بِهَا جَامٌ مِنْ فِضَّةٍ فَلَمَّا هَلَكَ الرَّجُلُ أَنْشَأَ الْوَصِيُّ يَدَّعِي أَنَّ لَهُ قِبَلَهُ أَكْرَارَ حِنْطَةٍ قَالَ إِنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ وَ إِلَّا فَلَا شَيْءَ لَهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَ يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِمَّا فِي يَدِهِ شَيْئاً قَالَ لَا يَحِلُّ لَهُ قُلْتُ أَ رَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا عَدَا عَلَيْهِ فَأَخَذَ مَالَهُ فَقَدَرَ عَلَى أَنْ يَأْخُذَ مِنْ مَالِهِ مَا أَخَذَ أَ كَانَ ذَلِكَ لَهُ قَالَ إِنَّ هَذَا لَيْسَ مِثْلَ هَذَا[2]

ترجمہ: "برید بن معاویہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھے وصی قرار دیا، اور میں نے اس سے پوچھا کہ اپنے قرابت داروں کو بھی میرے ساتھ شریک کرو تو اس نے ایسا ہی کیا اور کہا کہ جس کو وہ شریک کر رہا ہے اس کے لیے اس کے پاس ڈیڑھ سو درہم پہلے رہن رکھا ہوا ہے جو کہ چاندی کا جام ہے۔

---

[1] ۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۹۴۔

[2] ۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۵۷ حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۲۸ باب ۹۳ حدیث مسلسل ۲۴۸۸۷۔

جب وہ شخص فوت ہوا تو اس وصی نے دعوی کیا کہ اس کے پاس میرے لیے گندم بھی تھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس کے پاس گواہ ہوں تو درست، ورنہ کوئی شئے ثابت نہ ہوگی۔ راوی نے کہا میں نے عرض کی کہ کیا وہ اپنے پاس موجود ترکہ میں سے اتنی مقدار وصول کر سکتا ہے جو اس نے میت سے وصول کرنا ہے جس کا وہ ثبوت نہیں دے رہا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جائز نہیں ہے، راوی نے کہا میں نے عرض کی کہ اس کے علاوہ اگر کوئی اور شخص ہو کیا وہ اپنا قرض اس موصی کے ترکہ سے اتنی ہی مقدار میں وصول کر سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہ مورد اُس مورد کی مانند نہیں۔"

قانون ۳۲: وصی، موصی کی اجازت سے کسی اور کو اسی وصیت کے لیے وصی قرار دے سکتا ہے جس کے لئے موصی نے اسے وصی بنایا تھا۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-كَتَبَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الصَّفَّارُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ع- رَجُلٌ كَانَ وَصِيَّ رَجُلٍ فَمَاتَ وَ أَوْصَى إِلَى رَجُلٍ آخَرَ هَلْ يَلْزَمُ الْوَصِيَّ وَصِيَّةُ الرَّجُلِ الَّذِي كَانَ هَذَا وَصِيَّهُ فَكَتَبَ ع يَلْزَمُهُ بِحَقِّهِ إِنْ كَانَ لَهُ قِبَلَهُ حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللهُ [2]

ترجمہ: "محمد بن حسن صفار نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو لکھا کہ ایک شخص جو کسی کا وصی تھا وہ مر گیا لیکن مرنے سے پہلے اس نے ایک اور شخص کو وصایت دے دی تو کیا اس صورت میں وصایت کی تمام ذمہ داریاں جو اس شخص پر تھیں (نئے بننے والے) وصی پر بھی ہوں گی؟ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا: جب موصی کے ذمہ واجب حقوق تھے اور اس نے ادا نہیں کیے

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۲۷، ۴۲۶۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۰۲ باب ۷۰ حدیث مسلسل ۲۴۸۴۷؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۲۷ حدیث مسلسل ۵۵۳۵۔

تھے اور اسے وصیت کر کے گیا تھا (اب اگر وصی بھی مرنے سے پہلے ادا نہ کر سکا ہو تو) نئے بننے والے وصی کو وصیت کر سکتا ہے کہ ادا کرے۔ انشا اللہ"

قانون ۳۴: اگر کوئی شخص بغیر وصی قرار دیے فوت ہو جائے تو حاکم شرع اس کے ترکہ پر کسی کو ناظر قرار دے سکتا ہے اور اگر حاکم شرع نہ ہو تو متدین مومنین اس ذمہ داری کو نبھائیں گے۔[1]

مستندات

۱: قرآن مجید

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بعض[2]

ترجمہ: "اور مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے ولی اور سرپرست ہیں۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ عَلِيِّ بْنِ رِئَابٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ مُوسَى ع عَنْ رَجُلٍ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ قَرَابَةٌ مَاتَ وَ تَرَكَ أَوْلَاداً صِغَاراً وَ تَرَكَ مَمَالِيكَ لَهُ غِلْمَاناً وَ جَوَارِيَ وَ لَمْ يُوصِ فَمَا تَرَى فِيمَنْ يَشْتَرِي مِنْهُمُ الْجَارِيَةَ فَيَتَّخِذُهَا أُمَّ وَلَدٍ وَ مَا تَرَى فِي بَيْعِهِمْ فَقَالَ إِنْ كَانَ لَهُمْ وَلِيٌّ يَقُومُ بِأَمْرِهِمْ بَاعَ عَلَيْهِمْ وَ نَظَرَ لَهُمْ كَانَ مَأْجُوراً فِيهِمْ قُلْتُ فَمَا تَرَى فِيمَنْ يَشْتَرِي مِنْهُمُ الْجَارِيَةَ فَيَتَّخِذُهَا أُمَّ وَلَدٍ قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا بَاعَ عَلَيْهِمُ الْقَيِّمُ لَهُمُ النَّاظِرُ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ وَ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَرْجِعُوا عَمَّا صَنَعَ الْقَيِّمُ لَهُمُ النَّاظِرُ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۳۰۔

[2]۔ سورہ توبہ، آیہ ۷۱۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۲۲ باب ۸۸ حدیث مسلسل ۲۴۸۷۸؛ من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۱۸ حدیث مسلسل ۵۵۱۲۔

ترجمہ: "علی بن رئاب نے کہا کہ میں نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص اور میرے درمیان قرابت داری ہے اور وہ مر گیا ہے اور وہ چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے اور ساتھ ہی اس کی کنیزیں اور غلام بھی ہیں جبکہ اس نے اپنے مال کے بارے میں وصیت بھی نہیں کی تو ان سے کنیز کو خریدنے اور اسے ام ولد قرار دینے کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ہے؟ اور ان کنیزوں اور غلاموں کو فروخت کرنے کے بارے کیا رائے ہے؟آپؑ نے فرمایا: اگر ان کا کوئی ایسا ولی ہے جو ان معاملات کو انجام دے سکے تو وہ ان کے لیے فروخت کرے اور ان کے معاملات کی نظارت کرے تو وہ شخص ماجور ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اس بارے میں آپؑ کیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ان سے کنیز کو خرید کر اسے ام ولد قرار دے ؟ امامؑ نے جواب دیا: ان بچوں کا نگران (قیم) و سرپرست جو ان کے امور کو دیکھ رہا ہے جس سے وہ ان کے لیے فائدہ پہنچا رہا ہے وہ بیچتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس قیم (نگران) کے اقدام کو تبدیل کریں جبکہ وہ ان کے مفاد میں سب کچھ انجام دے رہا ہو۔"

۲-عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ مَاتَ وَ لَهُ بَنُونَ وَ بَنَاتٌ صِغَارٌ وَ كِبَارٌ مِنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ وَ لَهُ خَدَمٌ وَ مَمَالِيكُ وَ عُقَدٌ۔ كَيْفَ يَصْنَعُ الْوَرَثَةُ بِقِسْمَةِ ذَلِكَ الْمِيرَاثِ قَالَ إِنْ قَامَ رَجُلٌ ثِقَةٌ قَاسَمَهُمْ ذَلِكَ كُلَّهُ فَلَا بَأْس [1]

ترجمہ: "جناب سماعہ نے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو فوت ہو گیا اور پیچھے چھوٹے بڑے بیٹے اور بیٹیاں چھوڑ گیا اور وصیت بھی نہیں کی تھی اور اس کے نوکر اور غلام بھی تھے، ان کو ورثاء کے درمیان کیسے تقسیم کیا جائے گا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی ثقہ اور بااعتماد شخص اٹھ کر ان کے درمیان تقسیم کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۴۲۲ باب ۸۸ حدیث مسلسل ۲۴۸۷۹؛ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، ج ۴ ص ۲۱۸ حدیث مسلسل ۵۵۱۱۔

قانون ۳۴: یتیم کے اموال پر متولی، اس کے مال سے اجرتِ مثل یا مقدارِ کفایت اجرت لے سکتا ہے۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَمَّنْ تَوَلَّى مَالَ الْيَتِيمِ مَا لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ فَقَالَ يَنْظُرُ إِلَى مَا كَانَ غَيْرُهُ يَقُومُ بِهِ مِنَ الْأَجْرِ لَهُمْ فَلْيَأْكُلْ بِقَدْرِ ذَلِكَ[2]

ترجمہ: ''ہشام بن حکم نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو یتیم کے مال پر متولی ہے، کیا وہ اس مال سے کچھ بھی کھا سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دوسرے لوگوں کی طرف دیکھے گا جتنی مقدار میں وہ ایسے کام کی اجرت لیتے ہیں وہ اتنی مقدار میں اس مال سے کھا سکتا ہے۔''

۲- عَنْ سَمَاعَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَنْ كَانَ فَقِيراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ- قَالَ مَنْ كَانَ يَلِي شَيْئاً لِلْيَتَامَى وَ هُوَ مُحْتَاجٌ لَيْسَ لَهُ مَا يُقِيمُهُ فَهُوَ يَتَقَاضَى أَمْوَالَهُمْ وَ يَقُومُ فِي ضَيْعَتِهِمْ فَلْيَأْكُلْ بِقَدَرٍ وَ لَا يُسْرِفْ فَإِنْ كَانَتْ ضَيْعَتُهُمْ لَا تَشْغَلُهُ عَمَّا يُعَالِجُ بِنَفْسِهِ فَلَا يَرْزَأَنَّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ شَيْئاً[3]

ترجمہ: ''سماعہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس ارشاد (مَنْ كَانَ فَقِيراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی یتیم کے لیے

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۴۰۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۷ ص ۲۵۱ باب ۷۲ حدیث مسلسل ۲۲۴۵۲۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۷ ص ۲۵۱ باب ۷۲ حدیث مسلسل ۲۲۴۵۱؛ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۶ ص ۳۴۰ باب ۹۳ حدیث ۶۹۔

کسی چیز پر متولی ہو اور محتاج بھی ہو یعنی اس کام کی اجرت لینے کے علاوہ اس کی درآمد نہ ہو اور وہ ان کے مال کی دیکھ بھال اور ان کی زمینوں کی حفاظت کرتا ہو تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق یتیم کے مال سے اجرت لے سکتا ہے اور اسراف کرنا جائز نہ ہوگا۔"

منجزات مریض

(Manjazat patient)

(بیمار کے اقدامات)

(Measures of patient)

بیمار شخص کے اقدامات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مؤجلہ یا معلقہ : (Suspended or hanged)

ایسا تصرف جو مریض کی موت پر موقوف ہے، جیسے وصیت وغیرہ۔

۲۔ معجلہ یا منجزہ: (The rush)

ایسا تصرف جو فوری نافذ العمل ہوتا ہے اور وصیت کرنے والے کی موت کا انتظار نہیں کیا جاتا۔

قانون ۳۵: تصرفات مؤجلہ یا معلقہ کی صورت میں میت کے مال میں سے ایک سوم پر وصیت نافذ ہو گی۔ [1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ ۔عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَقْطِينٍ قَالَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع مَا لِلرَّجُلِ مِنْ مَالِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ قَالَ الثُّلُثُ وَ الثُّلُثُ كَثِيرٌ [2]

ترجمہ: "علی بن یقطین نے کہا کہ میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے سوال کیا کہ موت کے وقت کوئی شخص اپنے مال کے بارے میں کتنی وصیت کر سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ثلث ($\frac{1}{3}$) پر جبکہ ثلث بھی زیادہ ہے۔"

۲ - عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع عَنْ رَجُلٍ حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَأَعْتَقَ مَمْلُوكاً لَهُ لَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَبَى الْوَرَثَةُ أَنْ يُجِيزُوا ذَلِكَ كَيْفَ الْقَضَاءُ فِيهِ قَالَ مَا يُعْتَقُ مِنْهُ إِلَّا ثُلُثُهُ وَ سَائِرُ ذَلِكَ الْوَرَثَةُ أَحَقُّ بِذَلِكَ وَ لَهُمْ مَا بَقِيَ [3]

ترجمہ: "علی بن عقبہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں روایت کرتا ہے کہ جس کی موت قریب ہے اور اس کے پاس فقط ایک غلام ہے جسے اس نے آزاد کر دیا جبکہ اس کے ورثاء نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دینے سے انکار کیا ہے۔اس معاملہ کا فیصلہ کیسے دیا

---

[1] ۔ جامع المقاصد، محقق کرکی، ج۱۱ص ۹۳ طبع اول ۱۴۱۱ق، موسسہ آل البیت قم۔

[2] ۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج۹ص ۲۴۲، ۲۴۳ حدیث ۳۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹ص ۲۷۴ باب ۱۰ حدیث مسلسل ۲۴۵۷۷۔

[3] ۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج ۹ ص ۱۹۴ باب ۱ حدیث ۱۳؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۲۷۶ باب ۱۱ حدیث مسلسل ۲۴۵۸۳۔

جائے ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا : اس غلام کا فقط ایک ثلث ($\frac{1}{3}$) حصہ آزاد ہے اور باقی ورثاء کی ملکیت ہو گا۔"

قانون ۳۶ : اگر کوئی مریض، مرضِ موت میں قیمت مثل میں کوئی چیز فروخت کرتا ہے تو اس کا فروخت کرنا صحیح ہے۔ لیکن اگر وہ کسی کو مال دے دیتا ہے مفت یا موجودہ قیمت سے کم تر پر فروخت کردے یا مال میں سے کچھ کسی کو ہبہ، تحفے میں دے تو اگر وارث اس کی اجازت نہ دیں تو اس مال کے ایک سوم ($\frac{1}{3}$) میں معاملہ صحیح ہو گا۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱۔عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ عَطِيَّةِ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ فَقَالَ أَمَّا إِذَا كَانَ صَحِيحاً فَهُوَ مَالُهُ يَصْنَعُ بِهِ مَا شَاءَ وَ أَمَّا فِي مَرَضِهِ فَلَا يَصْلُح"[2]

ترجمہ : "سماعہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے والد کا اپنی اولاد کے لیے عطیہ کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا : جب والد صحت مند ہو تو وہ مال اس کا ہے جیسا چاہے وہ اس مال میں تصرف کر سکتا ہے، لیکن مرض کی حالت میں ایسا کرنا صحیح نہ ہو گا۔"

۲ -عَنْ جَرَّاحٍ الْمَدَائِنِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ عَطِيَّةِ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ يُبِينُهُ۔ قَالَ إِذَا أَعْطَاهُ فِي صِحَّتِهِ جَاز[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۸ ص ۴۶۵، ۴۶۶ ؛ مبانی منھاج الصالحین، محمد تقی طباطبائی قمی، ج ۹ ص ۴۲۷، ۴۲۶۔

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۰۰ باب ۱۷ احدیث مسلسل ۲۴۶۳۵۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۳۰۱ باب ۱۷ احدیث مسلسل ۲۴۶۳۸۔

ترجمہ: "جراح مدائنی نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے والد کا اپنی اولاد کے لیے عطیہ کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ صحت مندی کی حالت میں دے تو جائز اور صحیح ہے۔"

۳- عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُهُ وَ ذَكَرَ مِثْلَهُ وَ زَادَ وَ لَكِنَّهَا إِنْ وَهَبَتْ لَهُ جَازَ مَا وَهَبَتْ لَهُ مِنْ ثُلُثِهَا[1]

ترجمہ: "سماعہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور انہوں نے اس سے ملتا جلتا جواب دیا اور مزید اضافہ کیا کہ اگر کوئی کسی کو عطیہ، ہبہ کرے تو ایک سوم ($\frac{1}{3}$) عطیہ میں تصرف اس کے لیے جائز ہے۔"

قانون ۷۳: اگر کوئی شخص مرض موت میں نکاح کرے تو دخول کی صورت میں نکاح صحیح ہو گا لیکن اگر دخول سے پہلے مر جائے تو نکاح باطل اور عورت حق مہر اور میراث کی حقدار نہ ہو گی۔[2]

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۱۹ص۳۰۱ باب ۱۷ حدیث مسلسل ۲۴۶۵۰۔

[2]۔ جامع المقاصد، محقق کرکی، ج۱۱ص ۱۱۵۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَحَدِهِمَا ع قَالَ لَيْسَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يُطَلِّقَ وَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ فَإِنْ هُوَ تَزَوَّجَ وَ دَخَلَ بِهَا فَهُوَ جَائِزٌ وَ إِنْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى مَاتَ فِي مَرَضِهِ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ وَ لَا مَهْرَ لَهَا وَ لَا مِيرَاثَ[1]

ترجمہ: ”زرارہ، امام باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مریض کے لیے طلاق دینا صحیح نہیں ہے لیکن شادی کرنا جائز ہے، لہٰذا اگر وہ شادی کرے اور بیوی سے دخول بھی کرے تو یہ صحیح ہو گا لیکن اگر دخول نہ کر سکے اور مر جائے تو اس کا وہ نکاح باطل ہو جائے گا اور اس عورت کے لیے نہ حق مہر ہے اور نہ ہی میراث ہو گی۔“

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الْمَرِيضِ أَ لَهُ أَنْ يُطَلِّقَ امْرَأَتَهُ فِي تِلْكَ الْحَالِ قَالَ لَا وَ لَكِنْ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ إِنْ شَاءَ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا وَرِثَتْهُ وَ إِنْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ[2]

ترجمہ: ”عبید بن زرارہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مریض کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ مرض کے دوران اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں! لیکن اگر وہ چاہے تو شادی کر سکتا ہے، لہٰذا اگر دخول کرے گا تو وہ بیوی اس سے وراثت پائے گی اور اگر دخول نہ کر پائے تو نکاح باطل ہو گا۔“

---

[1] ۔الکافی، مرحوم کلینی، ج ۶ ص ۱۲۳ حدیث ۱۲؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۶ ص ۲۳۲ باب ۱۸ حدیث مسلسل ۳۲۸۹۹۔

[2] ۔الکافی، مرحوم کلینی، ج ۶ ص ۱۲۱ حدیث ۱؛ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۶ ص ۲۳۲ باب ۱۸ حدیث مسلسل ۳۲۸۹۸۔

قانون ۳۸: مریض کے لیے اپنی بیوی کو طلاق دینا مکروہ ہے، اور طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے دوران دونوں ایک دوسرے سے ارث پائیں گے، مرض موت میں طلاق دینے کا بھی یہی حکم ہے شرط یہ ہے کہ وہ آگے شادی نہ کرلے تو اس صورت میں ارث نہ پائے گی۔ اسی طرح جس بیماری میں شوہر نے اسے طلاق دی تھی وہ اس بیماری سے صحت یاب ہو گیا اور بعد میں فوت ہوا تو اس صورت میں وہ اس شوہر کا ارث نہیں لے گی۔

ضمن: جس بیماری میں شوہر نے بیوی کو طلاق دی اور وہ اسی بیماری میں مر گیا، عدت طلاق گزر جانے کو باوجود بیوی شوہر سے ارث پائے گی۔ البتہ یہ حکم ایک سال تک کے لیے نافذ ہے اگر ایک سال سے بیماری زیادہ طول پکڑ جائے تو پھر بیوی اس سے ارث نہیں پائے گی۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ مَرِيضٌ قَالَ إِنْ مَاتَ فِي مَرَضِهِ وَ لَمْ تَتَزَوَّجْ وَرِثَتْهُ وَ إِنْ كَانَتْ قَدْ تَزَوَّجَتْ فَقَدْ رَضِيَتْ بِالَّذِي صَنَعَ لَا مِيرَاثَ لَهَا[2]

ترجمہ: "عبدالرحمٰن بن حجاج ایک شخص سے اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں روایت کرتا ہے جس نے بیماری کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اسی بیماری میں شوہر مر جائے اور بیوی نے آگے شادی نہ کی ہو تو وہ (طلاق دینے

---

[1]- جامع المقاصد، محقق کرکی، ج ۱۱ ص ۱۱۷، ۱۱۸۔

[2]- الکافی، مرحوم کلینی، ج ۶ ص ۱۲۱ حدیث ۳؛ ج ۲۶ ص ۲۲۷ باب ۱۴ حدیث مسلسل ۳۲۸۸۵۔

والے شوہر سے) ارث پائے گی، اور اگر اس نے آگے شادی کر لی ہو تو وہ اس چیز پر راضی ہوئی ہے جس پر اس نے اقدام کیا ہے لہٰذا اس کے لیے میراث نہیں ہے۔"

۲- عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فِي مَرَضِهِ وَرِثَتْهُ مَا دَامَ فِي مَرَضِهِ ذَلِكَ وَإِنِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا إِلَّا أَنْ يَصِحَّ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ فَإِنْ طَالَ بِهِ الْمَرَضُ قَالَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَنَةٍ"[1]

ترجمہ: "ابو العباس، امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی مرد بیماری کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کی بیوی اس سے ارث پائے گی جب تک وہ مریض ہے، اگرچہ عدت ختم ہو جائے، مگر جب وہ صحت یاب ہو جائے تو پھر ارث نہیں پائے گی۔ راوی نے عرض کیا کہ اگر اس کا مرض طولانی ہو جائے تو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: طلاق کے بعد ایک سال تک بیوی ارث پائے گی۔"

۳- عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ مَرِيضٌ تَطْلِيقَةً وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا قَبْلَ ذَلِكَ تَطْلِيقَتَيْنِ قَالَ فَإِنَّهَا تَرِثُهُ إِذَا كَانَ فِي مَرَضِهِ قَالَ قُلْتُ وَمَا حَدُّ الْمَرَضِ قَالَ لَا يَزَالُ مَرِيضاً حَتَّى يَمُوتَ وَإِنْ طَالَ ذَلِكَ إِلَى السَّنَةِ[2]

ترجمہ: "ابو العباس، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امام سے عرض کی کہ ایک شخص بیماری کی حالت میں بیوی کو طلاق دیتا ہے اور وہ اس کو پہلے بھی دو طلاقیں دے چکا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: بیوی اس سے ارث پائے گی جب تک وہ مریض ہے۔ راوی نے عرض کی کہ اس کے مرض کی حد کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی بیماری ختم نہ ہو یہاں تک کہ وہ مر جائے اگرچہ طلاق دینے کے بعد ایک سال کیوں نہ گذر جائے۔"

---

[1] ۔الکافی، مرحوم کلینی، ج ٦ ص ١٢٢ حدیث ٧؛ ج ٢٦ ص ٢٢٦، باب ١٤ حدیث مسلسل ٣٢٨٨٢۔

[2] ۔الکافی، مرحوم کلینی، ج ٦ ص ١٢٢ حدیث ٦۔

قانون۳۹: بیماری کی حالت میں طلاق خلع یا مبارات دی گئی ہو تو اس میں بیوی شوہر سے ارث نہیں پائے گی۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ الْهَاشِمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ لَا تَرِثُ الْمُخْتَلِعَةُ وَ لَا الْمُبَارِئَةُ وَ لَا الْمُسْتَأْمَرَةُ فِي طَلَاقِهَا مِنَ الزَّوْجِ شَيْئاً إِذَا كَانَ ذَلِكَ مِنْهُنَّ فِي مَرَضِ الزَّوْجِ وَ إِنْ مَاتَ۔ لِأَنَّ الْعِصْمَةَ قَدِ انْقَطَعَتْ مِنْهُنَّ وَ مِنْه[2]

ترجمہ: "محمد بن قاسم ہاشمی نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ شوہر کے مرض کے دوران طلاق خلع اور مبارات اور مستامرہ لینے والی بیوی اپنے شوہر سے ارث نہیں پائے گی اگرچہ شوہر مر جائے، کیونکہ ان دونوں کے درمیان عصمت ختم ہو چکی ہے۔ معلوم کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں صحیح ہوگا۔3"

کچھ جدید مسائل جیسے اپنے اعضاء کی وصیت کرنا۔ فقہ جعفری کے مطابق اس وصیت سے متعلق احکام شامل کرتے ہیں۔

---

[1]۔ جامع المقاصد، محقق کرکی، ج۱۱ ص۱۱۹۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۶ ص ۲۲۹، باب ۱۵ حدیث مسلسل ۳۲۸۹۰؛ الاستبصار، شیخ طوسی، ج ۳ ص ۳۰۸ حدیث ۶۔

[3]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ عبد الرحمٰن جزیری، ج ۳، ص ۲۹۲، الانصاف علی بن سلیمان المرداوی حنبلی، ج ۷، ص ۱۳۲۔

دوسرا باب: قوانین مجورین

Chapter Two: (Prisoners Laws)

(ممنوع التصرف)

(Prohibited interpretation)

تعریفات:(Definitions)

حجر کا لغوی معنٰی

الحَجۡر، مصدر ہے ،جس کا معنٰی مطلق ممنوعیت یعنی مال میں تصرف کا نا اہل ہونا؛«هذا حَجر عليك»: یہ کام تم پر حرام ہے یعنی ممنوع ہے۔[1] یہ معنٰی قرآن سے ہی ماخوذ ہے: جیسے آیت مبارکہ میں ہے:

يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشۡرٰى يَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ وَيَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا[2]

ترجمہ:"جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو ان مجرموں کے لیے مسرت کا دن نہ ہوگا اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (تمہارے لیے مسرت) حرام (ممنوع) ہے۔"

اصطلاح میں حجر کا معنٰی

فقہی معنی بھی اسی لغوی معنی سے لیا گیا ہے، جیسا کہ صاحب جواہر رقمطراز ہیں:

المحجور شرعاً هو الممنوع عند الشرع من التصرف في ماله ولو ببعض[3]

ترجمہ:"شرعی طور پر مجور اس کو کہتے ہیں جس کو شرع نے اپنے اموال میں تصرف سے روک دیا ہو۔اگرچہ یہ ممنوعیت اموال کی بعض اقسام سے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔"

---

[1]۔ مجمع البحرین، فخر الدین طریحی، ج۳، ص۲۵۸؛ فرہنگ ابجدی، رضا مہیار، ص۳۱۹۔

[2]۔ سورۃ فرقان، آیۃ۲۲۔

[3]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۶، ص۲، کتاب الحجر۔

حجر کے اسباب

(Causes of Hijr)

قانون ۱: اگر کسی شخص میں حجر کے اسباب پائے جائیں تو وہ اپنے اموال اور مالی حقوق میں ممنوع التّصرف ہوگا۔ حجر کے اہم اسباب حسب ذیل ہیں: بچپنا، (نابالغ و غیر رشید)، دیوانگی، سفاہت، مفلّس (دیوالیہ و مقروض)، مرض الموت اور غلامی۔ [1]

مستندات

۱۔ قرآن مجید

وَ ابْتَلُواْ الْيَتَامَى حَتىَّ إِذَا بَلَغُواْ النِّكاَحَ فَإِنْ ءَانَسْتُم مِّنهْمْ رُشْدًا فَادْفَعُواْ إِلَيهْمْ أَمْوَالَهُم [2]

ترجمہ: ''اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں رشد و عقل پاؤ تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو۔''

۲۔ حدیث نبوی

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ۔ [3]

---

[1] ۔ مجموعہ قوانین و مقررات، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، قانون مدنی، کتاب دہم در حجر و قیومت، ص ۳۴۶، مادہ ۱۲۰۷؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۱۸۔

[2] ۔ سورۃ النسا، آیت ۶۔

[3] ۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ: ج ۸۵ ص ۱۳۴۔

ترجمہ: ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: سونے والے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو، پاگل شخص سے جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو، اور بچے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو۔“

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

هِشَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ انْقِطَاعُ يُتْمِ الْيَتِيمِ بِالاحْتِلَامِ وَ هُوَ أَشُدُّهُ وَ إِنِ احْتَلَمَ وَ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ رُشْدُهُ وَ كَانَ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً فَلْيُمْسِكْ عَنْهُ وَلِيُّهُ مَالَه[1]

ترجمہ: ”جناب ہشام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: کہ احتلام ہونے کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور یہ مرحلہ اس کی قوت زیادہ ہونے کا ہے اور اگر محتلم ہو مگر رشدِ مالی حاصل نہ ہو اور وہ سفیہ یا ضعیف ہو تو اس کا ولی اس کا مال اپنے پاس ہی رکھے اور اس کے سپرد نہ کرے۔“

تقریب استدلال

مذکورہ آیات اور احادیث کا اطلاق اس بات کی دلیل ہے کہ مال، بالغ اور رشید کے سپرد کیا جائے۔[2] آیت میں بالغ ہونے سے پہلے یتیم کو مال سپرد کرنے سے روکنا، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بلوغ سے پہلے مال میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا ہے، پس اگر وہ مال میں تصرّف کرتے ہوئے کوئی معاملہ کرے تو وہ نافذ العمل نہ ہو گا۔[3]

---

[1]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج۱۸، ص۴۰۹، باب ۱، من ابواب ثبوت الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۴۲۔

[2]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، کتاب الحجر، ج ۴، ص ۸۸؛ مبانی منہاج الصالحین، القمی، ج۹، ص ۲۲۰۔

[3]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، کتاب الحجر، ص ۸۵۔

اہل سنّت فقہاء کی رائے

الحنفیہ قالوا: الحجر ھو عبارۃ عن منع مخصوص، متعلق بشخص مخصوص، عن تصرف مخصوص او عن نفاذ ذلك التصرف، فالحجر منع للصغر و الجنون و نحوھما [1]

ترجمہ: ''حنفیہ کہتے ہیں کہ حجر سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص شخص کو خاص تصرف سے یا اس کے قول پر عمل در آمد کرنے سے خاص حد تک روک دیا جائے، لہٰذا حجر (نااہلیت) بچے یا مجنون کو تصرف سے منع کرنے کے معنی میں ہے۔''

کم سنی یا بچپنا: (Childishnes)

قانون ۲: صغر، کمسنی یا بچپنا، شریعت کی زبان میں انسان کی عمر کے اس حصے کو کہتے ہیں جس میں وہ غیر رشید ہو اور ابھی بلوغ کی عمر تک نہ پہنچا ہو۔ شریعت کی رو سے اس دور میں وہ اپنے مال میں تصرّف کا اختیار نہیں رکھتا اور اس کا کوئی بھی تصرف جیسے کرایہ پر دینا، ہبہ کرنا، قرض دینا نافذ نہیں ہوگا۔ [2]

ضمن: لڑکے اور لڑکی کا بالغ ہونا تین علامات سے پہچانا جاتا ہے۔۱)۔ زیر ناف سخت بالوں کا اُگنا۔ ۲)۔ بیداری یا خواب کی حالت میں منی کا نکلنا جماع یا احتلام کے ساتھ۔ ۳)۔لڑکے کا پندرہ سال اور لڑکی کا نو سال کی ہو جانا ہے۔ [3]

---

[1] ۔کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، عبد الرحمٰن الجزیری، ج ۲، کتاب الحجر، ص ۳۴۶۔ دار الفکر، بیروت۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۔

[3] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خنیمیؒ۔ ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۳؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۲۱، کتاب الحجر، مسئلہ ۳۔

مستندات

ا۔ قرآن مجید

وَ ابۡتَلُوا الۡیَتَامٰی حَتّیٰۤ اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ أَمۡوَالَہُمۡ[1]

ترجمہ: ” اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں رشد وعقل پاؤ تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو۔“

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ[2]

ترجمہ: ”اور جب تمہارے بچے بلوغ کی حد تک پہنچ جائیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اجازت لیا کریں جس طرح پہلے (ان کے بڑے) اجازت لیا کرتے ہیں۔“

تقریب استدلال

آیت اوّل میں نکاح کی حد تک پہنچنے سے مراد بلوغ جنسی ہے اور مقاربت اور منی نکلنے کو ہی بلوغ کی علامت قرار دیا گیا ہے اور بعد والی آیت میں بالغ افراد کو اجازت لے کر داخل ہونے کے دستور سے ان کا اب مکلّف ہونا ثابت ہوتا ہے۔[3]

۲۔ آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حَمۡزَةَ بۡنِ حُمۡرَانَ عَنۡ أَبِي جَعۡفَرٍ علیه السلام فِي حَدِيثٍ أَنَّهُ قَالَ الۡجَارِيَةُ إِذَا تَزَوَّجَتۡ وَ دُخِلَ بِهَا وَ لَهَا تِسۡعُ سِنِينَ ذَهَبَ عَنۡهَا الۡيُتۡمُ وَ دُفِعَ إِلَيۡهَا مَالُهَا وَ جَازَ أَمۡرُهَا فِي الشِّرَاءِ وَ الۡبَيۡعِ

1۔ سورۃ النساء، آیت ٦۔

2۔ سورہ نور، آیت ٥٩۔

3۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ٤، ص ٩٣۔

قَالَ وَ الْغُلَامُ لَا يَجُوزُ أَمْرُهُ فِي الشِّرَاءِ وَ الْبَيْعِ وَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْيُتْمِ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً أَوْ يَحْتَلِمَ أَوْ يُشْعِرَ أَوْ يُنْبِتَ قَبْلَ ذَلِكَ[1]

ترجمہ: ''حمزہ ابن حمران امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب لڑکی نے شادی کر لی اور مقاربت حاصل ہو گئی اور اس کے نو سال پورے ہو گئے تو اس کی یتیمی ختم ہوتی ہے۔ اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے اور اس کا کسی چیز کو خریدنا اور بیچنا بھی صحیح ہے اور لڑکے کے لیے خرید و فرش جائز نہیں ہو گی اور یتیمی سے اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک کہ وہ پندرہ سال کا نہ ہو جائے یا محتلم نہ ہو جائے یا سخت بال اس کے زیر ناف نہ نکل آئیں۔''

هِشَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ انْقِطَاعُ يُتْمِ الْيَتِيمِ بِالِاحْتِلَامِ وَ هُوَ أَشُدُّهُ وَ إِنِ احْتَلَمَ وَ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ رُشْدُهُ وَ كَانَ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً فَلْيُمْسِكْ عَنْهُ وَلِيُّهُ مَالَه[2]

ترجمہ: ''جناب ہشام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: کہ احتلام ہونے کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور یہ مرحلہ اس کی قوّت زیادہ ہونے کا ہے اور اگر محتلم ہو مگر رشدِ مالی حاصل نہ ہو اور وہ سفیہ یا ضعیف ہو تو اس کا ولی اس کا مال اپنے پاس ہی رکھے اور اس کے سپرد نہ کرے۔''

[1]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۷، ص ۳۶۰، باب ۱۴ من ابواب شرائط عقد البیع، حدیث مسلسل نمبر ۲۲۷۵۱۔

[2]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۸، ص ۴۰۹، باب ۱، من ابواب ثبوت الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۴۲۔

تقریب استدلال

مذکورہ احادیث میں بھی مقاربت ،احتلام اور زیر ناف سخت بال اگنے کو ہی بلوغ کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ روایت کے مطابق لڑکی نو سال اور لڑکا پندرہ سال کا ہو جائے تو وہ یتیمی سے نکل آتا ہے اور اس کے تمام معاملات صحیح ہوں گے۔[1]

اہل سنّت فقہا کی رائے

اتفق العلما علی أنہ لا تسلم للصغیر اموالہ حتیٰ یبلغ راشدا لانّ اللہ تعالیٰ علق دفع المال الیہ علی شرطین ھما البلوغ و الرشد فی قولہ تعالیٰ ”وَ ابۡتَلُواۡ الۡیَتَامٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوۡا النِّکَاحَ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ اَمۡوَالَہُمۡ“[2] والحکم المعلق علی شرطین لایثبت بدونھما[3]

ترجمہ: ”علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صغیر و کمسن کو اس کا مال سپرد نہ کیا جائے جب تک کہ وہ بالغ و رشید نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال سپرد کرنا دو شرطوں ”بالغ اور رشید ہونا“ پر معلق کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ یہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں رشد عقلی پاؤ تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو“ پس جو حکم دو شرائط پر معلق ہے وہ ان دو شرائط کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔“

1۔ استفادہ از کتاب مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، کتاب الحجر، ج ۴، ص ۹۳؛ مبانی منہاج الصالحین، القمی، ج۹، ص ۲۲۰۔

2۔ سورۃ النسا، آیت ۶۔

3۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر زحیلی، ج ۵، ص ۴۱۹، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

قانون ۳: بچے کے مال میں، اس کی ضرورت اور مصلحت کے مطابق تصرّف کرنے کی ولایت اس کے باپ اور دادا کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر باپ یا دادا موجود نہ ہوں تو ان کا وصی، قیّم و سرپرست ہوگا اور اگر وہ بھی نہ ہو تو اس کا سرپرست حاکم شرع ہوگا۔[1]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَحْتَاجُ إِلَى مَالِ ابْنِهِ قَالَ يَأْكُلُ مِنْهُ مَا شَاءَ مِنْ غَيْرِ سَرَفٍ وَ قَالَ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ ع أَنَّ الْوَلَدَ لَا يَأْخُذُ مِنْ مَالِ وَالِدِهِ شَيْئاً إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ الْوَالِدَ يَأْخُذُ مِنْ مَالِ ابْنِهِ مَا شَاءَ وَ لَهُ أَنْ يَقَعَ عَلَى جَارِيَةِ ابْنِهِ إِذَا لَمْ يَكُنِ الِابْنُ وَقَعَ عَلَيْهَا وَ ذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: قَالَ: لِرَجُلٍ أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيكَ[2]

ترجمہ: ”محمد ابن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنے بیٹے کے مال کا ضرورت مند ہے۔ آپؑ نے فرمایا: بغیر اسراف کے جتنی مقدار کی ضرورت ہو اس کو استعمال میں لائے اور فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کی کتاب میں آیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہ لے لیکن باپ جتنی مقدار میں چاہے اپنے بیٹے کے مال سے لے سکتا ہے اور اس کی مملوکہ کنیز جس سے اس نے مقاربت نہیں کی ہو، وہ بھی لے سکتا ہے۔ اور کہا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

[1] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، ص ۱۶۳، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۵؛ مهذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۲۶، کتاب الحجر، الاول: الصغر، مسئلہ ۵،۔

[2] ۔ وسائلالشیعۃ، ج 17، ص: 263، باب ۷۸، من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۷۹۔

عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ علیه السلام عَنِ الْجَارِيَةِ الصَّغِيرَةِ يُزَوِّجُهَا أَبُوهَا لَهَا أَمْرٌ إِذَا بَلَغَتْ قَالَ لَا لَيْسَ لَهَا مَعَ أَبِيهَا أَمْرٌ قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْبِكْرِ إِذَا بَلَغَتْ مَبْلَغَ النِّسَاءِ أَلَهَا مَعَ أَبِيهَا أَمْرٌ قَالَ لَيْسَ لَهَا مَعَ أَبِيهَا أَمْرٌ مَا لَمْ تَكْبَرْ[1]

ترجمہ: ''عبداللہ ابن صلت نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک کم سن لڑکی کے بارے میں سوال کیا کہ جس کے باپ نے اس کا عقد کر دیا ہے! تو کیا وہ جب بالغ ہو جائے تو اس کو اختیار ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں جب تک باپ موجود ہے اس کو اختیار نہیں ہے۔ اس نے کہا میں نے باکرہ کے بارے میں سوال کیا کہ جب بالغ اور رشیدہ خاتون ہو جائے تو کیا باپ کی موجودگی میں اختیار رکھتی ہے؟ فرمایا نہیں! اس کے باپ کو اختیار ہے جب تک کہ وہ بیٹی بڑی (ثیبہ) نہ ہو جائے۔''

تقریب استدلال

مذکورہ احادیث میں بچے پر باپ اور دادا کی ولایت واضح طور پر بیان ہوئی ہے، اور روایت میں لفظ ''اباہ'' باپ اور دادا دونوں کو شامل ہے اور وہی بچے کی مصلحت اور ضرورت کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی طرف سے وصی نہ ہو تو اس کا سرپرست حاکم شرع ہو گا چونکہ ''انہ ولی لمن لا ولی لہ'' کے مطابق جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست حاکم شرع ہوتا ہے۔[2]

اہل سنّت کے فقہا کی رائے

الحنفیه قالو: ولی الصغیرفی باب الاموال ابوہ، ثم من بعدہ موته یکون الولی من اوصی به الاب، ثم من بعد موت وصی الاب ، یکون الولی من اوصیٰ به وصی الاب، ثم من

[1]۔ وسائل الشیعہ، ج ۲۰، ص ۲۵۶، باب ۶ من ابواب عقد النکاح، حدیث ۲۵۶۲۰۔

[2]۔ استفادہ از مستند تحریر السیلہ، احمد مطری، کتاب الحجر، مسئلہ ۴، ج ۴، ص ۹۹؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۲۶، کتاب الحجر، الاول: الصغر، مسئلہ ۵۔

بعد ھولا الثلاثة، یکون الولی الجد لاب و ان علا، ثم وصی الجد، ثم وصی وصی الجد، ثم الوالی و ھو الذی یلیه تقلید القضا۔ ثم القاضی او وصیه الذی یقیمه، فایھما یتصرف تصح تصرفاته، وحاصل ذلك: انه لا ولایة للجد مع وجود وصی الاب، و لا ولایة للوالی او القاضی مع وجود الجد او وصیه، بعد ذلك لا ترتیب، فیصح یکون الولی: الوالی او القاضی او الوصی الذی یقیمه القاضی[1]

ترجمہ: ''حنفیہ کہتے ہیں کہ کم سن بچے کے مالی معاملات کا ولی اس کا باپ ہے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا ولی وہ شخص ہے جسے اس کا باپ ولی بننے کی وصیت کرے اور وصی کی وفات کے بعد وہ وصی ہوگا جسے باپ کے وصی نے وصی بنایا ہو۔ اس کے بعد دادا ولی ہوگا یا وہ جو اس سے اوپر (پردادا وغیرہ) ہو اس کے بعد دادا نے جسے وصی بنایا ہو پھر دادا کے بنائے ہوئے وصی کا وصی۔ اس کے بعد حاکم، جسے فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ پھر قاضی یا وہ شخص جسے قاضی نے مامور کیا ہو۔ ان دونوں میں سے جو بھی کوئی (مجور کے مال) میں تصرف کرے گا اسے صحیح مانا جائے گا۔ غرض یہ ہے کہ باپ کے وصی کی موجودگی میں دادا ولی نہیں ہو سکتا اور دادا کے وصی کی موجودگی میں حاکم یا قاضی کو ولی بننے کا حق نہیں ہے۔ اس کے بعد کوئی ترتیب نہیں ہے لہٰذا حاکم یا قاضی یا کوئی بھی شخص جسے قاضی مقرر کر دے وہی ولی ہوگا۔''

قانون ۴: باپ اور دادا کی ولایت کے ساتھ عدالت شرط نہیں لیکن اگر وہ بچے کے نقصان کا باعث بن رہے ہوں تو حاکم شرع ان کو بچے کے مال میں تصرّف سے روک سکتا ہے۔[2]

[1]۔ کتاب الفقه علی مذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۲ کتاب الحجر، ص ۳۵۴، ۳۵۵، ناشر دار الفکر بیروت، لبنان۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، مسئلہ ۶، مھذب الاحکام، سید عبدالاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، کتاب الحجر، مسئلہ ۶۔

مستندات

۱: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِرَجُلٍ أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيكَ[1]

ترجمہ: ”بتحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: تو اور تیرا مال تمہارے باپ کا ہے۔“

۲: آئمہ اہل بیت ؑ کا بیان

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِرَجُلٍ أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيكَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ علیه السلام مَا أُحِبُّ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ مَالِ ابْنِهِ إِلَّا مَا احْتَاجَ إِلَيْهِ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[2]

ترجمہ: ابو حمزہ ثمالیؒ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تمہارے باپ کے لیے ہے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کے مال میں سے اپنی ضرورت سے زیادہ لے، بے شک اللہ تعالیٰ کو فساد پسند نہیں ہے۔

تقریب استدلال

حدیث مذکورہ مطلق ہے جس میں عدالت کی کوئی قید و شرط نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اور تمہارا مال تیرے باپ کا ہے جب تک کہ وہ عادل ہو۔ اس لیے کہ باپ اور دادا کا اپنے بیٹے یا پوتے کے ساتھ فطری طور پر پیار ہوتا ہے اور وہ اپنے فرزند کی

[1]۔ وسائلالشیعۃ،۔ شیخ حر عاملیؒ، ج 17، ص: 263 کتاب التجارہ، باب ۷۸ من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۷۹۔

[2]۔ وسائل الشیعہ: شیخ حر عاملیؒ، ج ۱۷، ص ۲۶۳، کتاب التجارہ، باب ۷۸ من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۸۰۔

مصلحت اور بہتری ہی چاہتے ہیں لیکن اگر کسی وجہ سے ان کے تصرفات بچے کے لیے ضرر و نقصان کا باعث ہوں تو حاکم بعنوان آمر بالمعروف ان کو ولایت سے معزول کر سکتا ہے۔[1]

اہل سنّت فقہا کی رائے

الحنابلہ قالوا: بعد الاب تکون الولایۃ لمن یوصی بہ الاب و یشترط ان یکون عدلا[2]

ترجمہ: ”حنبلی کہتے ہیں کہ باپ کے بعد وہ شخص ولی ہو گا جس کی بابت باپ نے وصیت کی ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شخص عادل ہو۔“

قانون۵: باپ اور دادا ہر ایک مستقل طور پر ولایت رکھتے ہیں اس بنا پر جو بھی حق تصرّف سے استفادہ کرے اس کا عمل نافذ ہوگا اور بعد والا تصرّف باطل ہوگا۔[3]

مستندات

۱: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِرَجُلٍ أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيك[4]

ترجمہ: ”تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا: تو اور تیرا مال تمہارے باپ کا ہے۔“

---

[1]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۰۳، ۱۰۴۔

[2]۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۲ کتاب الحجر، ص ۳۵۷، ناشر دار الفکر بیروت، لبنان۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۷، مہذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۲۷، کتاب الحجر، مسئلہ ۷۔

[4]۔ وسائل الشیعۃ۔ شیخ حر عاملیؒ، ج 17، ص: 263 کتاب التجارہ، باب ۷۸ من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۷۹۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ علیہ السلام أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص قَالَ لِرَجُلٍ أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيكَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ علیہ السلام مَا أُحِبُّ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ مَالِ ابْنِهِ إِلَّا مَا احْتَاجَ إِلَيْهِ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[1]

ترجمہ: ”ابو حمزہ ثمالیؒ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: کہ تو اور تیرا مال تمہارے باپ کے لیے ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ وہ اپنے بیٹے کے مال میں سے اپنی ضرورت سے زیادہ لے، بے شک اللہ تعالیٰ کو فساد پسند نہیں ہے۔“

تقریب استدلال

باپ اور دادا کی ولایت سے متعلق روایات مطلق ہیں جو دونوں کی مستقل ولایت پر دلیل ہیں، البتہ باب نکاح میں ایک جہت سے دادا کو مقدم سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ امام علیہ نے فرمایا:

قَالَ إِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَةَ ابْنِهِ فَهُوَ جَائِزٌ عَلَى ابْنِهِ وَ لِابْنِهِ أَيْضاً أَنْ يُزَوِّجَهَا فَقُلْتُ فَإِنْ هَوِيَ أَبُوهَا رَجُلًا وَ جَدُّهَا رَجُلًا فَقَالَ الْجَدُّ أَوْلَى بِنِكَاحِهَا[2]

لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ بچے کے معاملات کو وہ دونوں باہم رضامندی اور اتفاق سے انجام دیں۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ: شیخ حر عاملیؒ، ج ۱۷، ص ۲۶۳، کتاب التجارہ، باب ۷۸ من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۸۰۔

[2]۔ امامؑ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بیٹے کی بیٹی (پوتی) کا نکاح کسی سے کر دے تو یہ اس کے لیے جائز ہے اس طرح بیٹے کے لیے بھی کہ وہ اس کا نکاح کر دے، پھر میں نے کہا: کہ اگر لڑکی کا باپ ایک شخص سے اور اس کا دادا کسی دوسرے شخص سے نکاح کر دے! تو آپ نے فرمایا: کہ اس کام میں اس کا دادا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ (وسائل الشیعہ: شیخ حر عاملیؒ، ج ۲۰، ص ۲۸۹، کتاب النکاح، باب ۱۱، از ابواب عقد نکاح و اولیا، حدیث ۲۵۶۴۹)۔

[3]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۰۳، ۱۰۴۔

اہل سنّت فقہا کی رائے

انّه لا ولاية للجد مع وجود وصی الاب، و لا ولاية للوالی او القاضی مع وجود الجد او وصيه، بعد ذلك لا ترتيب، فيصح يكون الولی: الوالی او القاضی او الوصی الذی يقيمه القاضی[1]

ترجمہ: "باپ کے وصی کی موجودگی میں دادا ولی نہیں ہو سکتا اور دادا کے وصی کی موجودگی میں حاکم یا قاضی کو ولی بننے کا حق نہیں ہے۔ اس کے بعد کوئی ترتیب نہیں ہے لہٰذا حاکم یا قاضی یا کوئی بھی شخص جسے قاضی مقرر کر دے وہی ولی ہو گا۔"

قانون ٦: بچے کے ولی کے لیے اس کے مال کو مضاربہ پر اٹھانا اور سرمائے کے طور پر لگانا جائز ہے بشرطیکہ عامل مضاربہ قابل اعتماد اور امین شخص ہو ورنہ بچے کے مال کا ضامن ہو گا۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ بَكْرِ بْنِ حبيبٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ دَفَعَ مَالَ يَتِيمٍ مُضَارَبَةً فَقَالَ: إِنْ كَانَ رِبْحٌ فَلِلْيَتِيمِ وَإِنْ كَانَ وَضِيعَةٌ فَالَّذِي أَعْطَى ضَامِنٌ

ترجمہ: "بکر بن حبیب نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص یتیم کے مال کو مضاربہ کے طور پر دیتا ہے۔ (اس کا یہ عمل صحیح

---

[1] ۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۲ کتاب الحجر، ص ۳۵۴، ۳۵۵، ناشر دار الفکر بیروت، لبنان۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۰، مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، کتاب الحجر، مسئلہ ۱۰، ص ۱۲۹۔

ہے؟) آپؑ نے فرمایا: اگر اُس مال سے منافع ہو تو وہ یتیم کے لیے ہے اور اگر نقصان ہو تو جس نے مال دیا وہ ضامن ہے۔"[1]

مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ :أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى إِلَى رَجُلٍ بِوُلْدِهِ وَ بِمَالٍ لَهُمْ وَ أَذِنَ لَهُ عِنْدَ الْوَصِيَّةِ أَنْ يَعْمَلَ بِالْمَالِ وَ أَنْ يَكُونَ الرِّبْحُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ أَبَاهُمْ قَدْ أَذِنَ لَهُ فِي ذَلِكَ وَ هُوَ حَيٌّ[2]

ترجمہ: "محمد ابن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد اور ان کے اموال کے بارے میں ایک آدمی کو وصیت کی اور یہ اجازت دی کہ وہ کم سن بچوں کے اموال کو کاروبار میں لگائے اور اس کا منافع ان میں تقسیم کر دیا کرے۔ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اس لحاظ سے کہ ان کے باپ نے اجازت دی ہے جب کہ وہ زندہ تھا۔"

تقریب استدلال

مذکورہ روایات میں بچے کے مال کو مضاربہ پر دینے کا باپ کو اختیار ہے اور وصی کے لیے باپ کی اجازت کو علت قرار دیا گیا ہے اور اسے ولایت کی بنا پر جائز سمجھا گیا ہے، ولایت کے ہی تقاضا کے پیش نظر وہ مال مضاربہ پر دے سکتا ہے بشرطیکہ عامل قابل اعتماد ہو۔ اس لیے کہ کم سن کا مال کسی خیانت کار کے سپرد کرنا، اس کم سن بچے کے ساتھ خیانت ہے۔[3]

اہل سنّت فقہا کی رائے

الحنفیہ قالوا: یجوز للاب ان یبیع مالہ لابنہ الصغیر و یشتری منہ لنفسہ[4]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج ۷ ص ۱۸، باب ۱۰، ح ۱؛ تھذیب الاحکام (شیخ طوسی): ج ۷ ص ۱۹۰۔

[2]۔ وسائلالشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج19، ص: ۴۲۷، باب ۹۲، من کتاب الوصایا، حدیث ۲۴۸۸۵۔

[3]۔ استفادہ از کتاب مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۰۸، کتاب الحجر، ذیل مسئلہ ۱۰۔

[4]۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۲ کتاب الحجر، ص ۳۵۷، ناشر دار الفکر بیروت، لبنان۔

ترجمہ: ''حنفیہ کہتے ہیں کہ باپ کے لیے روا ہے کہ وہ اپنا مال اپنے کم سن بچے کے لیے بیچے اور اس کا مال اپنے لیے خریدے۔''

ضمن ۱: ولی کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ بچے کو کسی ایسے امین کے سپرد کرے جو اسے وہ علوم جو اس کے دین و دنیا کے لیے مفید ہوں سکھائے اور ضروری ہے کہ اخلاق کو فاسد کرنے والوں سے بچائے۔[1]

ضمن ۲: یتیم کے ولی کے لیے جائز ہے کہ وہ یتیم کے اموال سے اس کے اخراجات نکال لے اور اگر متعدد ہوں تو ہر ایک کے کھانے پینے اور خوراک و لباس کے اخراجات کا حساب الگ رکھے اور پھر ان پر تقسیم کردے۔[2]

مستندات

۱۔ قرآن مجید

وَ يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَ اللهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ[3]

ترجمہ: ''اور تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے۔ اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا (یعنی خرچ اکٹھا رکھنا) چاہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون۔''

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۱، مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۳۰، کتاب الحجر، مسئلہ ۱۱۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۲، مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۳۰، کتاب الحجر، مسئلہ ۱۲۔

[3]۔ سورۃ بقرۃ، آیہ ۲۲۰۔

۲۔آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

أَبِی الصَّبَّاحِ الْكِنَانِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام فِي حَدِيثٍ قَالَ قُلْتُ أَ رَأَيْتَ قَوْلَ اللهِ عَزَّوَ جَلَّ وَإِنْ تُخالِطُوهُمْ فَإِخْوانُكُمْ۔ قَالَ تُخْرِجُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ قَدْرَ مَا يَكْفِيهِمْ وَ تُخْرِجُ مِنْ مَالِكَ قَدْرَ مَا يَكْفِيكَ ثُمَّ تُنْفِقُهُ قُلْتُ أَ رَأَيْتَ إِنْ كَانُوا يَتَامَى صِغَاراً وَ كِبَاراً وَ بَعْضُهُمْ أَعْلَى كِسْوَةً مِنْ بَعْضٍ وَ بَعْضُهُمْ آكَلُ مِنْ بَعْضٍ وَ مَالُهُمْ جَمِيعاً فَقَالَ أَمَّا الْكِسْوَةُ فَعَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ ثَمَنُ كِسْوَتِهِ وَ أَمَّا الطَّعَامُ فَاجْعَلُوهُ جَمِيعاً فَإِنَّ الصَّغِيرَ يُوشِكُ أَنْ يَأْكُلَ مِثْلَ الْكَبِيرِ[1]

ترجمہ: ''ابو صباح الکنانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث بیان کرتے ہیں : وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان ''وَإِنْ تُخالِطُوهُمْ فَإِخْوانُكُمْ'' (اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو) ملاحظہ فرمایا: آپؑ نے فرمایا کہ ان کی ضرورت کے مطابق ان کے اموال سے اور اپنی ضرورت کے مطابق اپنے مال سے لے لو اور خرچ کرو۔ میں نے عرض کیا: آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان میں سے بعض چھوٹے اور بعض بڑے اور بعض از جہت قیمت لباس بالاتر بعض زیادہ کھانے والے ہوں تو پھر کیسے مال کا حساب کریں: آپؑ نے فرمایا: لباس کی قیمت ان میں سے ہر ایک کے ذمہ ہے لیکن غذا کھانے میں باہم رکھیں، چونکہ کہ امید ہے کہ کھانے میں چھوٹا بڑے ہی کی طرح ہو جائے۔''

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى عليه السلام قَالَ قُلْتُ لَهُ يَكُونُ لِلْيَتِيمِ عِنْدِيَ الشَّيْءُ وَ هُوَ فِي حَجْرِي أُنْفِقُ عَلَيْهِ مِنْهُ وَ رُبَّمَا أُصِيبُ مِمَّا يَكُونُ لَهُ مِنَ الطَّعَامِ وَ مَا يَكُونُ مِنِّي إِلَيْهِ أَكْثَرُ قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ[2]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ: شیخ حر عاملیؒ، ج ۱۷، ص ۲۵۴، کتاب التجارہ، باب ۷۳، من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۵۹۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملیؒ، ج ۱۷، ص ۲۵۵، کتاب التجارہ، باب ۷۳، من ابواب مایکتسب بہ، حدیث 22462۔

ترجمہ: "عبد الرحمٰن بن حجاج نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی کہ میں نے آپؑ سے عرض کیا: میرے پاس یتیم کا کچھ مال ہے اور وہ بھی میرے ساتھ ہی رہتا ہے میں اس کے مال میں اس پر خرچ کرتا ہوں لیکن بسا اوقات اس کا کھانا میری طرف آ جاتا ہے البتہ میری طرف سے اس کو زیادہ پہنچتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔"

تقریب استدلال

آیات و روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ شارع مقدس نے یتیم کے ولی کی سہولت کو مدّنظر رکھا ہے اور پھر بحسب تعداد، چھوٹے اور بڑے کے باہم کھانے اور لباس کے حساب میں عدالت کی تاکید بھی فرمائی ہے چنانچہ آیت مبارکہ میں فرمایا: ان کی اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو تو (اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ) وہ تمہارے بھائی ہیں یعنی اکٹھے رہنے میں بہتری ہے، پھر آیت کے آخر میں خبر دار کرتے ہوئے فرمایا: اور اللہ خوب جانتا ہے کہ مفسد کون ہے اور مصلح کون ہے۔[1]

قانون ۷: اگر کم سن بچے کا کسی شخص کے ذمہ مال ہو تو اس کے ولی کو مصلحت کی بنا پر کچھ مال میں مصالحت کرنا جائز ہے، لیکن باقی مال مصالحت کرنے والے کے لیے جائز نہیں ہوگا۔[2]

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۱۴، ۱۱۵۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۳، مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۳۱، کتاب الحجر، مسئلہ 13۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَحْتَاجُ إِلَى مَالِ ابْنِهِ قَالَ يَأْكُلُ مِنْهُ مَا شَاءَ مِنْ غَيْرِ سَرَفٍ وَ قَالَ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ ع أَنَّ الْوَلَدَ لَا يَأْخُذُ مِنْ مَالِ وَالِدِهِ شَيْئاً إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ الْوَالِدَ يَأْخُذُ مِنْ مَالِ ابْنِهِ مَا شَاءَ وَ لَهُ أَنْ يَقَعَ عَلَى جَارِيَةِ ابْنِهِ إِذَا لَمْ يَكُنِ الِابْنُ وَقَعَ عَلَيْهَا وَ ذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قَالَ لِرَجُلٍ أَنْتَ وَ مَالُكَ لِأَبِيكَ[1]

ترجمہ: ''محمد ابن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنے بیٹے کے مال کا ضرورت مند ہے، آپؑ نے فرمایا: بغیر اسراف کے جتنی مقدار کی ضرورت ہے اس کو استعمال میں لائے اور فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کی کتاب میں آیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے مال سے اجازت کے بغیر کچھ نہ لے لیکن باپ جتنی مقدار چاہے اپنے بیٹے کے مال سے لے سکتا ہے اور اس کی مملوکہ کنیز جس سے اس نے مقاربت نہیں کی ہو، وہ بھی لے سکتا ہے۔ اور کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّلْتِ قَالَ سَأَلْتُ (أَبَا عَبْدِ اللهِ) عليه السلام عَنِ الْجَارِيَةِ الصَّغِيرَةِ يُزَوِّجُهَا أَبُوهَا لَهَا أَمْرٌ إِذَا بَلَغَتْ قَالَ لَا لَيْسَ لَهَا مَعَ أَبِيهَا أَمْرٌ قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْبِكْرِ إِذَا بَلَغَتْ مَبْلَغَ النِّسَاءِ أَلَهَا مَعَ أَبِيهَا أَمْرٌ قَالَ لَيْسَ لَهَا مَعَ أَبِيهَا أَمْرٌ مَا لَمْ تَكْبَرْ[2]

ترجمہ: ''عبداللہ ابن صلت نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک کم سن لڑکی کے بارے میں سوال کیا کہ جس کے باپ نے اس کا عقد کر دیا ہے! تو کیا وہ جب بالغ ہو جائے تو اس کو

[1]۔ وسائلالشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج 17، ص: 263، باب ۷۸، من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۷۹۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، ج ۲۰، ص ۲۵۶، باب ۶ من ابواب عقد النکاح، حدیث ۲۵۶۲۰۔

اختیار ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں جب تک باپ موجودہ ہے اس کو اختیار نہیں ہے، اس نے کہا میں نے باکرہ کے بارے میں سوال کیا کہ جب بالغ اور رشیدہ خاتون ہو جائے تو کیا باپ کی موجودگی میں اختیار رکھتی ہے؟ فرمایا نہیں! اس کے باپ کو اختیار ہے جب تک کہ وہ بیٹی بڑی (ثیبہ) نہ ہو جائے۔"

تقریب استدلال

مذکورہ احادیث میں یہ واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ ولی مصلحت کے مطابق یہ اختیار رکھتا ہے۔[1]

قانون: ولی بچے پر خرچ کرنے میں افراط و تفریط سے کام نہ لے، میانہ روی اختیار کرے اور اس کے شایان شان کھانا اور لباس فراہم کرے۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عِیصِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الْيَتِيمِ تَكُونُ غَلَّتُهُ فِي الشَّهْرِ عِشْرِينَ دِرْهَماً كَيْفَ يُنْفَقُ عَلَيْهِ مِنْهَا قَالَ قُوتَهُ مِنَ الطَّعَامِ وَ التَّمْرِ وَ سَأَلْتُهُ أُنْفِقُ عَلَيْهِ ثُلُثَهَا قَالَ نَعَمْ وَ نِصْفَهَا[3]

ترجمہ: "عیص بن قاسم کہتے ہی کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک یتیم کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی ماہانہ آمدنی یا منافع بیس درہم ہے، اس میں سے اس پر کیسے خرچ

1۔ استفادہ از کتاب مستند تحریر السیلہ، احمد مطری، کتاب الحجر، مسئلہ ۵، ج۵، ص ۹۹۔

2۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۵اور قول فی السفہ، مسئلہ ۱؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج۲۱، ص ۱۳۲، کتاب الحجر، مسئلہ ۱۵۔

3۔ وسائلالشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ ج17، ص: ۳۵۶، باب ۴۷، من ابواب مایکتسب بہ، حدیث ۲۲۴۶۵۔

کروں تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی خوراک اور خرما کے اندازے کے مطابق خرچ کرو۔ میں نے پوچھا: کیا اس کا تیسرا حصہ خرچ کر دوں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اس کا نصف کر لو۔"

تقریب استدلال

روایت مذکورہ اور بہت ساری روایاتِ انفاق، سیرہ متشرعہ اور عرف بھی یتیم کے بارے میں سختی سے منع کرتا ہے اور اس کے اموال میں احتیاط کی تاکید کرتا ہے۔[1]

قانون ۸: بالغ ہونے کے بعد بچے اور ولی میں خرچ کے سلسلے میں اختلاف ہو جائے تو قسم کے ساتھ ولی کا قول مقدم ہوگا اور بچے کو چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے گواہ پیش کرے۔[2]

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ علیہ السلام أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: الْبَيِّنَةُ فِي الْأَمْوَالِ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ علیہ السلام وَ الْبَيِّنَةُ فِي الدِّمَاءِ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ بَرَاءَةً مِمَّا ادُّعِيَ عَلَيْهِ وَ الْيَمِينُ عَلَى مَنِ ادَّعَى[3]

ترجمہ: " حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار سے اور وہ اپنے والد بزرگوار علیہم السلام سے اور انہوں نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے حدیث بیان فرمایا ہے

---

[1] ۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۱۷۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۶؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۳۴، کتاب الحجر، مسئلہ ۱۶۔

[3] ۔ مستدرک الوسائل، محدث میرزا حسین نوری، ج ۱۷، کتاب القضا، ابواب کیفیۃ الحکم، باب ۳، حدیث ۲۱۵۹۸۔

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اموال میں مدعی پر بیّنہ (گواہی پیش کرنا) ہے اور مدعیٰ علیہ و منکر نے قسم کھانا ہے۔امیر المؤمنین علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ خون میں مدعی علیہ و منکر پر بینہ (گواہ پیش کرنا) ہے اور مدعی نے قسم کھانا ہے۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْقَسَامَةِ فَقَالَ الْحُقُوقُ كُلُّهَا الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِلَّا فِي الدَّمِ خَاصَّةً[1]

ترجمہ: "راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قسامۃ کے بارے پوچھا؟ آپؑ نے فرمایا: تمام تر حقوق میں مدعی پر بینہ اور منکر پر قسم ہے مگر قتل و خون کے مسئلہ میں (بر عکس ہے)۔"

تقریب استدلال

اموال کے سلسلے میں جہاں بھی اختلاف پیدا ہو وہاں مذکورہ حدیث کے پیش نظر مدعی پر بینہ اور منکر پر قسم ثابت ہے۔[2] چونکہ اس اختلاف میں ولی منکر اور نابالغ مدعی ہے، لہٰذا منکر کے دعویٰ کو رد کرنے کے لیے قسم کھانا پڑے گی اور ولی کو مالِ یتیم کے امین ہونے اور اس پر ولایت رکھنے کے اعتبار سے مقدم کیا گیا ہے۔[3]

قانون۹ :اگر بالغ ہونے سے پہلے بچے کے رشید اور عاقل ہونے کے بارے امتحان (Test)کے ساتھ معلوم ہو جائے تو بالغ ہوتے ہی اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔[4]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۲۷، کتاب القضاء ابواب کیفیۃ الحکم باب ۳، حدیث ۳۳۶۶۷۔

[2]۔ قواعد الفقہیہ، آیۃ اللہ مکارم، ج ۴، ص ۳۴۷، قاعدہ ھای فقہی، مشایخی، ص ۳۲۔

[3]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، کتاب الحجر، ج ۴، ص ۱۱۸۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفیہ، مسئلہ ۱۲؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۵۰، کتاب الحجر۔

مستندات

ا۔ قرآن مجید

وَ ابْتَلُواْ الْيَتَامَى حَتىَّ إِذَا بَلَغُواْ النِّكاَحَ فَإِنْ ءَانَسْتُم مِّنهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُواْ إِلَيهِمْ أَمْوَالَهُم [1]

ترجمہ: ''اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو۔''

وَ لَا تُؤْتُواْ السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتيِ جَعَلَ اللهُ لَكمُ‏ قِيَامًا وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُواْ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا [2]

ترجمہ: ''اور اپنے وہ مال بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، البتہ ان مالوں سے انہیں کھلاتے اور پہناتے رہو اور انہیں نصیحت کی بات کہتے رہو۔''

۲۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَ عَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ [3]

ترجمہ: ''رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: سونے والے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو، پاگل شخص سے جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو، اور بچے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو۔''

---

[1]۔ سورۃ النساء، آیت ۶۔

[2]۔ سورۃ النساء، آیت ۵۔

[3]: بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ: ج ۸۵ ص ۱۳۴؛

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

هِشَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ انْقِطَاعُ يُتْمِ الْيَتِيمِ بِالاحْتِلَامِ وَ هُوَ أَشُدُّهُ وَ إِنِ احْتَلَمَ وَلَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ رُشْدُهُ وَ كَانَ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً فَلْيُمْسِكْ عَنْهُ وَلِيُّهُ مَالَه [1]

ترجمہ: ”جناب ہشام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: بچے کے احتلام ہونے کے بعد اس کی یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور یہ مرحلہ اس کی قوّت زیادہ ہونے کا ہے اور اگر محتلم ہو مگر رشدِ مالی حاصل نہ ہو اور وہ سفیہ یا ضعیف ہو تو اس کا ولی اس کا مال اپنے پاس ہی رکھے اور اس کے سپرد نہ کرے۔“

تقریب استدلال

مذکورہ آیات اور احادیث کے اطلاق اور فقہاء کا اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ بچے کا مال اس کے بالغ اور رشید ہونے کے بعد آزمائش کے ساتھ اس کے سپرد کیا جائے۔[2]

سفیہ (احمق یا بے عقل)
(Stupid or unintelligent)

قانون ۱۰: سفیہ (احمق یا بے عقل) وہ ہے جس کا اموال اور مالی حقوق میں تصرف عقلاً صحیح نہ ہو۔ ایسا شخص اپنے اموال میں ممنوع التصرف ہوگا۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۸، ص ۴۰۹، باب ۱، من ابواب ثبوت الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۴۲۔

[2]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، کتاب الحجر، ج ۴، ص ۱۴۳؛ مبانی منہاج الصالحین، القمی، ج ۹، ص ۲۲۰۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفہ؛ مہذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۳۸، کتاب الحجر، الثالث: السفیہ، مسئلہ ۱؛ قوانین و مقرارت، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، کتاب حجر و قیومیت، مادہ ۱۲۰۸۔

تعریفات

لغوی تعریف

سفیہ، احمق و بے عقل: سَفَہ، سَفَھا بمعنی فاقد عقل و علم و حلم واخلاق[1]۔ و نفس کی خفت کے لیے استعمال ہوتا ہے، لنقصان العقل، عقل کی کمی۔[2]

اصطلاحی تعریف

سفیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے مال کی حفاظت اور اپنی شخصیت کا تحفظ نہیں کر سکتا، مال بے موقع صرف کرتا ہے اور بے محل برباد کرتا ہے اس کے معاملات دور اندیشی اور فراست پر مبنی نہیں ہوتے تاکہ وہ دھوکے اور فریب سے محفوظ رہ سکے۔ چنانچہ ایسا شخص شریعت کی رو سے ممنوع التصرف ہوتا ہے۔[3]

مستندات

ا۔ قرآن مجید

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا[4]

ترجمہ: "اور اپنے وہ مال بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، البتہ ان مالوں سے انہیں کھلاتے اور پہناتے رہو اور انہیں نصیحت کی بات کہتے رہو۔"

---

[1]۔ المنجد مادہ سفہ۔

[2]۔ مفردات فی غریب القرآن، حسین بن محمد راغب اصفہانی، ص ۴۱۴، مادہ "سفہ"،

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، ص ۱۶۵، مکتبہ العلمیہ، تہران۔

[4]۔ سورۃ النساء، آیت ۵۔

۲۔ آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

هِشَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ انْقِطَاعُ يُتْمِ الْيَتِيمِ بِالاحْتِلَامِ وَ هُوَ أَشُدُّهُ وَ إِنِ احْتَلَمَ وَلَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ رُشْدُهُ وَ كَانَ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً فَلْيُمْسِكْ عَنْهُ وَلِيُّهُ مَالَه [1]

ترجمہ: "جناب ہشام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: بچے کے احتلام ہونے کے بعد اس کی یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور یہ مرحلہ اس کی قوّت زیادہ ہونے کا ہے اور اگر محتلم ہو مگر رشدِ مالی حاصل نہ ہو اور وہ سفیہ یا ضعیف ہو تو اس کا ولی اس کا مال اپنے پاس ہی رکھے اور اس کے سپرد نہ کرے۔"

تقریب استدلال

مذکورہ آیات اور روایات اس حکم کو بیان کر رہی ہیں کہ یتیموں کو کچھ شرائط کے ساتھ مال سپرد کر سکتے ہیں، ان میں سے ان کا بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ عاقل و رشید بھی ہونا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جو عاقل و رشید نہیں، (رشد مالی نہیں رکھتا) مال بھی اس کے سپرد نہیں کیا جا سکتا ہے۔[2]

اہل سنّت فقہا کی رائے

الحنفيه قالوا: السفيه: هو الذى لا يحسن اسارة ماله، لينفقه فيما لا يحل و فى البطالة، و يعمل فى بالتبذير و الاسراف، و من الاسراف الموجب للحجر...و حكم السفيه المحجور عليه كحكم الصبى المميز فى التصرفات[3]

---

[1]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۸، ص ۴۰۹، باب ۱، من ابواب ثبوت الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۴۲۔

[2]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۲۱۔

[3]۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبد الرحمٰن الجزیری، ج ۲، کتاب الحجر، ص ۳۶۷، ۳۶۸، دار الفکر، بیروت۔

ترجمہ: "حنفیہ کہتے ہیں: سفیہ (یا احمق) وہ شخص ہے جو اپنے مال کا صحیح استعمال نہ جانتا ہو، اسے ناجائز اور فضول کاموں میں لٹائے اور بے جا اور حد سے بڑھ کر خرچ کرے، ایسی فضول خرچی جس کی بنا پر کسی کو معاملہ کے لیے نااہل قرار دیا جاسکتا ہے۔۔۔اور بے وقوف مجور کا حکم ممیّز بچے کی طرح ہے۔"

قانون۱۱: بچہ سفاہت کی حالت میں بالغ ہو تو اس کا ولی، اس کا باپ یا دادا یا ان کا وصی ہو گا، لیکن بالغ ہونے کے بعد سفاہت کا شکار ہو تو اس کا ولی حاکم شرع ہو گا۔[1]

مستندات

۱: قرآن مجید

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا[2]

ترجمہ: "اور اپنے وہ مال بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، البتہ ان مالوں سے انہیں کھلاتے اور پہناتے رہو اور انہیں نصیحت کی بات کہتے رہو۔"

۲: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ[3]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفہ، مسئلہ ۱؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص 138، کتاب الحجر۔

[2]۔ سورۃ النساء، آیت ۵۔

[3]: بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ: ج ۸۵ ص ۱۳۴۔

ترجمہ: ''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، پاگل شخص سے جب تک وہ تندرست نہ ہو، اور بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو۔''

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

هِشَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ انْقِطَاعُ يُتْمِ الْيَتِيمِ بِالاحْتِلَامِ وَ هُوَ أَشُدُّهُ وَ إِنِ احْتَلَمَ وَ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ رُشْدُهُ وَ كَانَ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً فَلْيُمْسِكْ عَنْهُ وَلِيُّهُ مَالَه [1]

ترجمہ: ''جناب ہشام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: بچے کے احتلام ہونے کے بعد اس کی یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور یہ مرحلہ اس کی قوّت زیادہ ہونے کا ہے اور اگر محتلم ہو مگر رشدِ مالی حاصل نہ ہو اور وہ سفیہ یا ضعیف ہو تو اس کا ولی اس کا مال اپنے پاس ہی رکھے اور اس کے سپرد نہ کرے۔''

تقریب استدلال

مذکورہ آیات اور احادیث میں مال بالغ اور رشید کے سپرد کرنے کا حکم، ان کی ولایت کو محدود کرتا ہے یعنی جب تک وہ رشد و بلوغ کی حالت میں تھے انہیں ولایت حاصل تھی اب بالغ ہونے کے بعد اگر سفیہ یا احمق ہو جائیں تو پھر اصل یہ کہ '' السلطان ولی لمن لا ولی له'' کے تحت جس کا کوئی ولی نہیں اس کا حاکمِ شرع ہی ولی ہوگا۔ [2]

[1] ۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۸، ص ۴۰۹، باب ۱، من ابواب ثبوت الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۴۲۔
[2] ۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، کتاب الحجر، ج ۴، ص ۱۱۶؛ مبانی منہاج الصالحین، القمی، ج ۹، ص ۲۲۰۔

اہل سنت فقہا کی رائے

الحنابلہ قالوا: فاذا لم یکن الاب موجودا و لم یوصی احدا، او کا موجودا و لکن فقد اھلیۃ الولایۃ علیھا للحاکم [1]

"حنابلہ کہتے ہیں: اگر باپ نہ ہو اور اس نے کسی کے لیے ولی بننے کی وصیت نہ کی ہو یا باپ ہو لیکن اس میں ولی بننے کی اہلیت نہ ہو تو ایسے بچے یا مجنون کا ولی حاکم ہوگا۔"

دیوانگی: (Madness)

قانون ۱۲: دیوانہ بھی حکم کے لحاظ سے کمسن و نابالغ کی طرح ہے۔ اگر وہ بالغ ہونے کے بعد دیوانہ ہو جائے تو اس کا ولی حاکم شرع ہو گا البتہ احتیاط یہ ہے کہ ولی یا وصی اور حاکم آپس میں اتفاق کر لیں۔ [2]

مستندات

ا۔ قرآن مجید

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا [3]

---

[1] ۔کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، ج ۲، کتاب الحجر، ص ۳۵۷، ناشر دار الفکر بیروت، لبنان۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی الصغر، مسئلہ ۱۴، مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۲۷، کتاب الحجر، مسئلہ ۱۴۔

[3] ۔ سورۃ النساء آیت ۵۔

ترجمہ: ”اور اپنے وہ مال بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، البتہ ان مالوں سے انہیں کھلاتے اور پہناتے رہو اور انہیں نصیحت کی بات کہتے رہو۔“

۲۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ[1]

ترجمہ: ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، پاگل شخص سے جب تک وہ تندرست نہ ہو، اور بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو۔“

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ علیہ السلام: قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُبْغِضُ الْقِيلَ وَ الْقَالَ وَ إِضَاعَةَ الْمَالِ وَ كَثْرَةَ السُّؤَالِ[2]

”راوی کہتا ہے کہ ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل ناپسند فرماتا ہے قیل و قال، ضیاعِ مال اور زیادہ سوال کو۔“

[1]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ: ج ۸۵ ص ۱۳۴؛

[2]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج 19، کتاب الودیعہ، باب ۹، ص: ۸۸، حدیث 24221

تقریب استدلال

مذکورہ آیات اور احادیث کے اطلاق اور فقہاء کا اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ مال بالغ اور رشید کے سپرد کیا جائے۔ یہ اطلاق ان کی ولایت کو محدود کرتا ہے یعنی رشد و بلوغ تک انہیں حق ولایت حاصل تھا۔ اب بالغ ہونے کے بعد اگر دیوانہ ہو جائے تو پھر اصل یہ ہے کہ "السلطان ولی لمن لا ولی له" جس کا کوئی ولی نہیں اس کا حاکم شرع ہی ولی ہوگا۔[1]

فقہائے اہل سنت کی رائے

المجنون کالصبی فی احکام الحجر[2]

ترجمہ: "حجر (مالی معاملہ میں نااہلیت) کے باب میں مجنون، بچے کی مانند ہے۔"

قانون ۱۳: اگر سفیہ یا احمق قسم کھائے یا کسی چیز کے انجام دینے یا ترک کرنے کی نذر کرے جو اس کے مال سے متعلق نہ ہو تو نذر منعقد ہو گی۔[3]

قانون ۱۴: سفیہ یا احمق کے لیے حق قصاص معاف کر دینا جائز ہے لیکن خون بہا اور تاوانِ جنایت کو معاف کرنا جائز نہیں ہے۔[4]

قانون ۱۵: سفیہ کے مالی معاملات اور نکاح، ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہوں گے لیکن طلاق، ظہار اور خلع صحیح ہیں۔[5]

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، کتاب الحجر، ج ۴، ص ۱۱۶؛ مبانی منہاج الصالحین، القمی، ج ۹، ص ۲۲۰۔

[2]۔ کتاب الفقۃ علی مذاہب الاربعۃ، عبد الرحمٰن الجزیری، ج ۲، ص ۳۶۶، الحجر علی المجنون۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفیہ، مسئلہ ۶؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۴۴، کتاب الحجر، مسئلہ ۶۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفیہ، مسئلہ ۷؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۴۵، کتاب الحجر، مسئلہ ۷۔

[5]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفیہ، مسئلہ ۴؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص 143، کتاب الحجر، مسئلہ ۴۔

قانون ۱۶: دوسرے شخص کا سفیہ کو بیع، ہبہ اور اجارہ جیسے معاملات میں وکیل بنانا جائز ہے۔[1]

مستندات

۱۔ قرآن مجید

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا[2]

ترجمہ: ''اور اپنے وہ مال بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، البتہ ان مالوں سے انہیں کھلاتے اور پہناتے رہو اور انہیں نصیحت کی بات کہتے رہو۔''

۲۔ حدیث نبوی ﷺ

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَ عَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ[3]

ترجمہ: ''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، پاگل شخص سے جب تک وہ تندرست نہ ہو، اور بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو۔''

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفیہ، مسئلہ ۵؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۴۳، کتاب الحجر، مسئلہ ۵۔

[2]۔ سورۃ النساء، آیت ۵۔

[3]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ج ۸۵ ص ۱۳۴۔

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

هِشَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ انْقِطَاعُ يُتْمِ الْيَتِيمِ بِالاحْتِلَامِ وَ هُوَ أَشُدُّهُ وَ إِنِ احْتَلَمَ وَ لَمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ رُشْدُهُ وَ كَانَ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً فَلْيُمْسِكْ عَنْهُ وَلِيُّهُ مَالَه [1]

ترجمہ: ''جناب ہشام، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: بچے کے احتلام ہونے کے بعد اس کی یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور یہ مرحلہ اس کی قوّت زیادہ ہونے کا ہے اور اگر محتلم ہو مگر رشدِ مالی حاصل نہ ہو اور وہ سفیہ یا ضعیف ہو تو اس کا ولی اس کا مال اپنے پاس ہی رکھے اور اس کے سپرد نہ کرے۔''

تقریب استدلال

مذکورہ ادلہ کے مطابق سفیہ اپنے مالی معاملات اور مال میں ممنوع التصرّف ہے اور نکاح کے ساتھ مہر و نفقہ بھی امرِ مالی ہے، اس لیے ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہو گا۔ لیکن طلاق، ظہار، خلع، وکالت اور حق قصاص مالی امور سے نہیں ہیں اس لیے ان کے صحیح ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ جبکہ دیت، ارش جنایت امور مالی ہیں، اس لیے جائز نہیں ہے۔ [2]

قانون ۱۷: جب کبھی کوئی سفیہ (احمق) کے پاس امانت رکھے اور وہ اسے ضائع کر دے تو ضامن ہو گا۔ [3]

[1]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۸، ص ۴۰۹، باب ۱، من ابواب ثبوت الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۴۲۔

[2]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، کتاب الحجر، ج ۴، ص ۱۳۵۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی السفیہ، مسئلہ ۹؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص 147، کتاب الحجر۔

مستندات

۱: قرآن مجید

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ[1]

ترجمہ: ''اوراگرتم بدلہ لیناچاہوتواسی قدر بدلہ لوجس قدر تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔''

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنِ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشَّيْءِ يُوضَعُ عَلَى الطَّرِيقِ فَتَمُرُّ الدَّابَّةُ فَتَنْفِرُ بِصَاحِبِهَا فَتَعْقِرُهُ فَقَالَ كُلُّ شَيْءٍ يُضِرُّ بِطَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَصَاحِبُهُ ضَامِنٌ لِمَا يُصِيبُهُ[2]

ترجمہ: ''جناب حلبی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے ایک چیز کے بارے میں سوال کیا کہ ایک شخص ایک چیز کو راستے کے کنارے رکھتا ہے اور حیوان اس سے گذرتے ہوئے اپنے مالک کو زمین پر دے مارتا ہے توامام علیہ السلام نے فرمایا: جو چیز بھی مسلمانوں کے راستہ میں ضرر و نقصان کا باعث بنے اس چیز کا مالک ضامن ہوگا۔''

---

[1]۔ سورۃ نحل، آیہ ۱۲۶۔

[2]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۲۰،ص ۲۴۳، باب ۹، من ابواب موجبات ضمان، حدیث مسلسل نمبر ۳۵۵۴۳۔

تقریب استدلال

مذکورہ روایات عمومیت رکھتی ہیں، پس ہر قسم کا اتلاف و نقصان موجب ضمان ہے چاہے عمدی ہو یا خطائی، اور بالواسطہ ہو ہو بلاواسطہ یا کسی اور لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔[1]

قانون ۱۸: کسی کی سفاہت (حماقت پن، جنونی حالت) شیوع اور گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوگی۔[2]

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: الْبَيِّنَةُ فِي الْأَمْوَالِ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام وَ الْبَيِّنَةُ فِي الدِّمَاءِ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ بَرَاءَةً مِمَّا ادُّعِيَ عَلَيْهِ وَ الْيَمِينُ عَلَى مَنِ ادَّعَى[3]

ترجمہ: ”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد سے اور وہ اپنے والد بزرگوار علیہم السلام سے اور انہوں نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے حدیث بیان فرمایا ہے کہ رسول للہ ﷺ نے فرمایا: اموال میں مدعی پر بیّنہ (گواہی پیش کرنا) ہے اور مدعیٰ علیہ و منکر نے قسم کھانا ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خون میں مدعی علیہ و منکر پر بینہ (گواہ پیش کرنا) ہے اور مدعی نے قسم کھانا ہے۔“

---

[1]۔ قواعد فقہ ج۱، ص ۵۶، ڈاکٹر حمید بہرامی احمدی۔

[2]۔ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواریؒ، ج۲۱، ص ۱۵۲، کتاب الحجر، الثالث: السفیہ، مسئلہ ۱۵۔

[3]۔ مستدرک الوسائل، محدث میرزا حسین نوری، ج ۱۷، کتاب القضا، ابواب کیفیۃ الحکم، باب ۳، حدیث ۲۱۵۹۸۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْقَسَامَةِ فَقَالَ الْحُقُوقُ كُلُّهَا الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِلَّا فِي الدَّمِ خَاصَّةً[1]

ترجمہ: ''راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قسامۃ کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: تمام تر حقوق میں مدعی پر بینہ اور منکر پر قسم ہے مگر قتل و خون کے مسئلہ میں (برعکس)۔''

تقریب استدلال

اموال کے سلسلے میں جہاں بھی اختلاف پیدا ہو گا وہاں مذکورہ حدیث کے پیش نظر مدعی پر بینہ اور منکر پر قسم ثابت ہے اور چونکہ یہاں بھی سفیہ یا احمق کو اپنے مال میں ممنوع التصرف قرار دیا گیا ہے (لہذا وہ مدعی ہے اور اس نے گواہ پیش کرنے ہیں)۔[2]

مفلّس (دیوالیہ و مقروض)

(Insolvent Debtor)

قانون ۱۹: مفلّس مقروض کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا جائے گا۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۲۷، کتاب القضاء ابواب کیفیۃ الحکم باب ۳، حدیث ۳۳۶۶۷۔

[2]۔ قواعد الفقھیہ، آیۃ اللہ مکارم، ج ۴، ص ۳۴۷، قاعدہ ھای فقھی، مشایخی، ص ۳۲۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلّس؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۵۳، کتاب الحجر، الربع المفلس۔

تعریفات

لغوی معنی

لغت میں "فَلَسَ" مالی قوت کا مالی کمزوری میں تبدیل ہو جانے کو کہتے ہیں یعنی مالداری کی حالت کے بعد فقر و تنگدستی کا آ جانا۔[1]

اصطلاحی معنی

فقہی اصطلاح میں "مفلّس" اس شخص کو کہتے ہیں جس کا مال اس کے قرضوں کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہو اور اسے مال میں تصرّف کرنے سے روک دیا گیا ہو۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

غِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيّاً عليه السلام كَانَ يُفَلِّسُ الرَّجُلَ إِذَا الْتَوَى عَلَى غُرَمَائِهِ ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُقْسَمُ مَالُهُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ فَإِنْ أَبَى بَاعَهُ فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ يَعْنِي مَالَه[3]

ترجمہ: "غیاث بن ابراہیم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اباء و اجداد سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب کسی مفلّس مقروض کے قرض خواہوں کے بارے میں پریشان ہوتے تو اس کو اپنے مال

[1]۔ مجمع البحرین اور لسان العرب ذیل مادہ "فلس"۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس۔

[3]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۸، ص ۴۱۶، باب ۶، من ابواب احکام الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۵۸۔

میں ممنوع التصرف کر دینے اور اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دینے کا حکم دیتے اور اگر وہ رکاوٹ بنتا تو حضرت خود اس کے مال کو قرض خواہوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔"

اہل سنت فقہا کی رائے

الحنفیه قالوا: فاما الدین الذی یحجر به فهو ان یستدین الشخص دیونا تستغرق امواله'' تزید عنها'' فیطلب الدائنون الذین لهم هذا الدیون من القاضی ان یحجرعلیه کی لا یتصرف فی ماله الذی تحت یده فتضیح علی الدائنین اموالهم[1]

ترجمہ: ''حنفیہ کہتے ہیں: قرض دار ہونا حجر کے اسباب میں سے ہے، پس وہ شخص ممنوع التصرف ہو جائے گا جس نے اس قدر قرض لے رکھا ہو کہ اس کا تمام مال کھپ جائے یعنی قرض اس کے مال سے زیادہ ہو اور قرض خواہ جنہیں یہ قرض واجب الوصول ہے، قاضی سے مطالبہ کریں گے تو مقروض پر حجر (پابندی) عائد کر دی جائے گی کہ اس کے پاس جو مال ہے وہ اس میں تصرف نہیں کر سکے گا تاکہ قرض خواہ اپنے واجبات سے محروم نہ ہوں۔"

قانون ۲۰: جب تک مفلّس مقروض میں درج ذیل چار شرائط نہ پائی جائیں وہ اپنے مال میں ممنوع التصرف نہ ہو گا۔

ا۔ شرعی طور پر اس کے قرضے ثابت ہوں۔ ۲۔ مستثنیات دین کے علاوہ اس کے اموال جیسے جنس، نقدی، منافع اس کے ذمہ قرض کی ادائیگی کے لئے ناکافی ہوں۔ ۳۔ اس کے ذمہ قرضہ فوری واجب الادا ہو ۴۔ تمام یا بعض قرض خواہ حاکم شرعی کے پاس جاکر مفلّس کو تصرف سے روکنے کی درخواست دیں۔[2]

---

[1]۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ، عبد الرحمٰن الجزیری، ج ۲، ص ۲۷۳، کتاب الحجر، بسب الدین۔ دار الفکر، بیروت۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۲; کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۵۵، الرابع: المفلس، مسئلہ ۲۔

مستندات

ا: حدیث نبوی ﷺ

وَقَالَ علیہ السلام: إِنَّ النَّاسَ مُسَلَّطُونَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ[1]

ترجمہ: ''پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگ اپنے اموال پر اختیار رکھتے ہیں۔''

تقریب استدلال

کیونکہ جب تک شرعی طور پر قرض ثابت نہیں اور اس کے پاس اس کی ادائیگی کے لیے مال کا ناکافی ہونا ثابت نہیں وہ اپنے مال پر تسلط اور اختیار رکھتا ہے۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

غِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيّاً علیہ السلام كَانَ يُفَلِّسُ الرَّجُلَ إِذَا الْتَوَى عَلَى غُرَمَائِهِ ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُقَسِّمُ مَالَهُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ فَإِنْ أَبَى بَاعَهُ فَقَسَّمَ بَيْنَهُمْ يَعْنِي مَالَه[2]

ترجمہ: ''غیاث بن ابراہیم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اباء و اجداد سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب کسی مفلّس مقروض کے قرض خواہوں کے بارے میں پریشان ہوتے تو اس کو اپنے مال میں ممنوع التصرف کر دینے اور اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دینے کا حکم دیتے اور اگر وہ رکاوٹ بنتا تو حضرت خود اس کے مال کو قرض خواہوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔''

---

[1]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ج2، ص272، کتاب العلم، باب 33-

[2]وسایل الشیعه (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج ۱۸، ص ۴۱۶، باب ۶، من ابواب احکام الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۵۸۔

تقریب استدلال

جب تک قرض خواہ، قرض کا مطالبہ نہ کریں، حاکم مفلّس کو مجبور کرنے کا حق نہیں رکھتا ہے مگر قرض خواہ یتیم اور دیوانہ ہو جن کا ولی خود حاکم شرع ہے پھر ان کی مصلحت کے پیش نظر اور ان کے مال کو نقصان سے بچانے کے لیے مفلّس کو مجبور کر سکتا ہے تا کہ یتیم اور دیوانے اپنے مال کو حاصل کر سکیں اور ان کا مال ضائع ہونے سے بچ جائے۔[1]

قانون۲۱: شرائط مکمل ہونے کے بعد جب حاکم شرع مقروض مفلّس کو اس کے اپنے مال میں تصرف سے روک دے تو وہ مال قرض خواہوں کی ملکیت بن جائے گا اور اس کے اختیار اور تسلط سے نکل جائے گا۔[2]

مستندات

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَلِيّاً ع كَانَ يَحْبِسُ فِي الدَّيْنِ فَإِذَا تَبَيَّنَ لَهُ حَاجَةٌ وَإِفْلَاسٌ خَلَّى سَبِيلَهُ حَتَّى يَسْتَفِيدَ مَالا[3]

غِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيّاً ع كَانَ يُفَلِّسُ الرَّجُلَ إِذَا الْتَوَى عَلَى غُرَمَائِهِ ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُقْسَمُ مَالُهُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ فَإِنْ أَبَى بَاعَهُ فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ يَعْنِي مَالَه[4]

ترجمہ: ''غیاث بن ابراہیم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اباء و اجداد سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب کسی مفلّس مقروض کے قرض خواہوں کے بارے میں پریشان ہوتے تو اس کو اپنے مال

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج۴، ص۱۵۳۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۳؛ کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج۲۱، ص۱۵۶، الرابع: المفلس، مسئلہ ۳۔

[3]۔ وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج۱۸، ص۴۱۸، باب ۷، من ابواب احکام الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۶۰۔

[4] وسایل الشیعہ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملی، ج۱۸، ص۴۱۶، باب ۶، من ابواب احکام الحجر، حدیث مسلسل نمبر ۲۳۹۵۸۔

میں ممنوع التصرف کر دینے اور اس کا مال قرض خواہوں میں تقسیم کر دینے کا حکم دیتے اور اگر وہ رکاوٹ بنتا تو حضرت خود اس کے مال کو قرض خواہوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔"

قانون ۲۲: مفلس مقروض کو مجوریت کے بعد حاصل ہونے والے مال پر ممنوعیت کا حکم نافذ نہیں ہو گا البتہ حاکم شرع کے لیے جائز ہے کہ وہ ان اموال میں بھی تصرف سے روک دے۔[1]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

وَقَالَ علیه السلام: إِنَّ النَّاسَ مُسَلَّطُونَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ[2]

ترجمہ: "پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگ اپنے اموال پر اختیار رکھتے ہیں۔"

تقریب استدلال

کیونکہ بعد میں حاصل ہونے والے مال پر ممنوعیت ثابت نہیں پس وہ اپنے مال پر اختیار رکھتا ہے۔

قانون ۲۳: اگر مفلّس مقروض ممنوع التصرف ہو جانے کے بعد یہ اقرار کرے کہ مجھ پر اس کے علاوہ بھی کسی کا قرض ہے تو اس کا اقرار صحیح اور نافذ ہو گا۔[3]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۴۔

[2]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ج 2، ص 272، کتاب العلم، باب 33۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۵؛ کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۵۹، الرابع: المفلس، مسئلہ ۵۔

قانون ۲۴: اگر مفلس اپنے قبضہ اور اختیار میں موجود چیزوں میں سے ایک چیز کے بارے میں اقرار کرے کہ یہ فلاں صاحب کی ہے تو اس کے حق میں اقرار نافذ اور صحیح ہوگا۔[1]

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[2]

ترجمہ: ”رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔“

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام أَنَّهُ قَالَ لَا أَقْبَلُ شَهَادَةَ الْفَاسِقِ إِلَّا عَلَى نَفْسِه[3]

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر اس کے اپنے خلاف ہو۔“

تقریب استدلال

اقرار کا تقاضا یہ کہ مال مقر لہ کے سپرد کیا جائے، کیونکہ اقرار بھی بینہ کی طرح حجت ہے۔[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۶؛ کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۶۰، الرابع: المفلس، مسئلہ ۶۔

[2]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج 23، ص 186، حدیث مسلسل 29342۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ، ج 23، ص 186، حدیث مسلسل 29345۔

[4]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۶۰۔

قانون ۲۵: حاکم شرع، مفلس مقروض و مجور کے مال سے مستثنیات دَین (لباس، گھر، کنیز) کو الگ کرکے، اس کے اموال کو فروخت کرکے اس کے قرض خواہوں کے حصوں کے مطابق ان کے درمیان تقسیم کردے گا۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ لَا تُبَاعُ الدَّارُ وَ لَا الْجَارِيَةُ فِي الدَّيْنِ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ لَا بُدَّ لِلرَّجُلِ مِنْ ظِلٍّ يَسْكُنُهُ وَ خَادِمٍ يَخْدُمُهُ[2]

ترجمہ: ”جناب حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کہ مقروض کا نہ گھر بیچا جائے گا اور نہ ہی کنیز بیچی جائے گی اس لیے کہ مرد کے لیے سائبان ضروری ہے جس کے سایہ میں بیٹھے اور ایک خدمت گذار ہو جو اس کی خدمت کرے۔“

قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام: إِنَّ لِي عَلَى رَجُلٍ دَيْناً وَ قَدْ أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ دَارَهُ فَيَقْضِيَنِي فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع- أُعِيذُكَ بِاللهِ أَنْ تُخْرِجَهُ مِنْ ظِلِّ رَأْسِه[3]

ترجمہ: ”راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: ایک شخص پر میرا قرض ہے، اس نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنا گھر بیچ کر میرا قرض ادا کرے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں خدا کی پناہ دیتا ہوں کہ اس کو اپنے سر کے سایہ و سائبان سے محروم نہ کرو۔“

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۷؛ کتاب مہذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۶۱، الرابع: المفلس، مسئلہ ۷۔

[2]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج18، ص: 340، باب ۱۱، من ابواب دین، حدیث (۱) مسلسل نمبر ۲۳۸۰۱۔

3۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج18، ص: 341۔ باب ۱۱، من ابواب دین، حدیث ۲۳۸۰۳۔

تقریب استدلال

مذکورہ روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ جو چیز ایک شخص کے لیے ضروریات زندگی میں سے ہے جیسے لباس، گھر اور خادم وغیرہ، قرض کی ادائیگی کے لیے ان کو نہیں بیچا جا سکتا ہے۔ البتہ مستثنیات دَین کو چھوڑ کر باقی اموال کو بیچ کر قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔[1]

قانون ۲۶: اگر مفلس مقروض کے اموال میں کوئی ایسی چیز ہو جس کو اس نے خریدا ہو، مگر اس کی قیمت اس کے ذمہ ہے تو بیچنے والے کو اختیار ہے کہ وہ معاملہ کو فسخ کرکے وہی چیز واپس لے لے۔[2]

مستندات

۱: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَن وَجدَ عین ماله عند مفلّس فهو احق به من الغرما[3]

ترجمہ: ''جس شخص کا عینِ مال مفلّس کے پاس موجود ہو تو وہ اپنے اس مال کا دوسرے قرض خواہوں کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔''

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ علیه السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَرْكَبُهُ الدَّيْنُ فَيُوجَدُ مَتَاعُ رَجُلٍ عِنْدَهُ بِعَيْنِهِ قَالَ لَا يُحَاصُّهُ الْغُرَمَاءُ[4]

---

[1] ۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص۱۶۱۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۸؛ کتاب مہذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۶۲، الرابع: المفلس، مسئلہ ۸۔

[3] ۔ کنز العمال، متقی ہندی، ج ۴، کتاب تفلیس، حدیث ۱۳۸۵، طبع حیدر آباد۔

4۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج 18، ص: ۴۱۵ باب ۵، من ابواب حجر، حدیث ۲۳۹۵۵۔

ترجمہ: "امام رضا علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے جس میں راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جس پر بہت زیادہ قرضے تھے، ایک شخص (قرض خواہ) کا عین مال اس کے پاس ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اس مال میں دوسرے قرض خواہ شریک نہیں ہیں۔"

تقریب استدلال

مذکورہ روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ اگر مفلّس مقروض کے پاس کسی قرض خواہ کا عینِ مال موجود ہو تو وہ صاحب مال معاملہ کو فسخ کرے گا اور مال اپنے اصلی مالک کی طرف واپس لوٹ جائے گا، دوسرے قرض خواہوں کی اس میں شرکت کی وجہ نہیں رہتی ہے۔[1]

قانون۲۷: بائع کے لیے اس وقت اپنا مال واپس لینا جائز ہے جب ادائیگی قرض کی مدت پوری ہو گی لیکن مدت باقی ہونے کی صورت میں وہ اپنا اصل مال واپس لینے کا حق نہیں رکھتا۔[2]

ضمن ۱: اگر قرض کے طور پر دی گئی اصل چیز مفلّس مقروض کے پاس موجود ہو تو بیچنے والے کی مانند قرض لینے والا بھی اس کو واپس لینے کا حقدار ہے۔[3]

ضمن ۲: اگر عین مال "مستثنیاتِ دَین" سے ہو تو بائع (بیچنے والا) اسے واپس لینے کا حق نہیں رکھتا۔[4]

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۶۵۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۹؛ کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۶۳، الرابع: المفلس، مسئلہ ۹۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۱۲؛ کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۶۴، الرابع: المفلس، مسئلہ ۱۲۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۱۱؛ کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۶۴، الرابع: المفلس، مسئلہ ۱۱۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ لَا تُبَاعُ الدَّارُ وَ لَا الْجَارِيَةُ فِي الدَّيْنِ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ لَا بُدَّ لِلرَّجُلِ مِنْ ظِلٍّ يَسْكُنُهُ وَ خَادِمٍ يَخْدُمُه [1]

ترجمہ: ”جناب حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کہ مقروض کا نہ گھر بیچا جائے گا اور نہ ہی کنیز بیچی جائے گی اس لیے کہ مرد کے لیے سائبان ضروری ہے جس کے سایہ میں بیٹھے اور ایک خدمت گذار ہو جو اس کی خدمت کرے۔“

قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام: إِنَّ لِي عَلَى رَجُلٍ دَيْناً وَ قَدْ أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ دَارَهُ فَيَقْضِيَنِي فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع۔ أُعِيذُكَ بِاللهِ أَنْ تُخْرِجَهُ مِنْ ظِلِّ رَأْسِه [2]

ترجمہ: ”راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: ایک شخص پر میرا قرض ہے اس نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنا گھر بیچ کر میرا قرض ادا کرے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس کو اپنے سر کے سایہ و سائبان سے محروم نہ کرو۔“

تقریب استدلال

روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ قرض خواہ، مفلّس مقروض سے اپنا اصل مال لے سکتا ہے، جب قیمت پر دسترسی نہ رکھتا ہو اور دوسروں کی نسبت عین مال لینے میں زیادہ حقدار بھی

[1]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج18، ص: 340، باب ۱۱، من ابواب دین، حدیث (۱) مسلسل نمبر ۲۳۸۰۱۔

[2]- وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج18، ص: 341۔ باب ۱۱، من ابواب دین، حدیث ۲۳۸۰۳۔

ہے۔ البتہ مستثنیات دین کو نہ قرض کے لیے بیچنا جائز ہے اور نہ ہی اصلی مالک کو واپس لوٹانا جائز ہے۔ صاحب جواہر فرماتے ہیں اس پر تمام علما کا اتفاق ہے۔[1]

قانون ۲۸: فروخت کی گئی چیز یا قرض کے طور پر دی گئی چیز کا کچھ حصہ قرض لینے والے کے پاس مل جائے تو بیچنے والا اور قرض دینے والا اس کو واپس لے سکتے ہیں اور باقی ماندہ قرض کے لیے دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔[2]

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

مَنوَجدعینمالہ عند مفلّس فھواحق بہ من الغرما[3]

ترجمہ: ''جس شخص کا عینِ مال مفلّس کے پاس موجود ہو تو وہ اپنے اس مال کا دوسرے قرض خواہوں کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔''

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعاً مِنْ رَجُلٍ فَقَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَتَاعَ وَ لَمْ يَدْفَعِ الثَّمَنَ ثُمَّ مَاتَ الْمُشْتَرِي وَ الْمَتَاعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَتَاعُ قَائِماً بِعَيْنِهِ رُدَّ إِلَى صَاحِبِ الْمَتَاعِ وَ قَالَ لَيْسَ لِلْغُرَمَاءِ أَنْ يُحَاصُّوهُ[4]

---

[1]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۶۵، جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفیؒ، ج ۲۵، ص ۲۹۹۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۱۳؛ کتاب مھذب الاحکام، سید عبد الاعلیٰ سبزواری، ج ۲۱، ص ۱۶۵، الرابع: المفلس، مسئلہ ۱۳۔

[3]۔ کنزالعمال، متقی ہندی، ج ۴، کتاب تفلیس، حدیث ۱۳۸۵، طبع حیدر آباد۔

[4]۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج 18، ص: ۴۱۵، باب ۵، من ابواب حجر، حدیث ۲۳۹۵۴۔

ترجمہ: ”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے مال کو بیچا اور خریدار نے قیمت ادا کیے بغیر اپنے قبضہ میں لے لیا تھا پھر خریدار فوت ہو گیا اور وہ مال اسی حالت میں باقی موجود ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر عین مال موجود ہے تو اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے اور دوسرے قرض خواہ اس میں شریک نہیں ہیں۔“

۲: عَنْ أَبِي الْحَسَنِ علیہ السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَرْكَبُهُ الدَّيْنُ فَيُوجَدُ مَتَاعُ رَجُلٍ عِنْدَهُ بِعَيْنِهِ قَالَ لَا يُحَاصُّهُ الْغُرَمَاءُ[1]

ترجمہ: ”امام رضا علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے جس میں راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جس پر بہت زیادہ قرضے تھے، ایک شخص (قرض خواہ) کا عین مال اس کے پاس موجود ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اس مال میں دوسرے قرض خواہ شریک نہیں ہیں۔“

تقریب استدلال

روایات مطلق ہے اور اس کا اطلاق تمام یا بعض مال سب کو شامل ہے۔ عقلا کے نزدیک تمام اور بعض مال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح مال کا اصلی مالک اپنے تمام مال کا زیادہ حقدار ہے اسی طرح بعض مال کی نسبت بھی وہ دوسروں کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ پھر یہ مالک اصلی کا حق ہے، چاہے تو اس سے استفادہ کرے چاہے تو حق سے صرفِ نظر کرے اور دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔[2]

---

[1]۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج 18، ص: ۴۱۵، باب ۵، من ابواب حجر، حدیث ۲۳۹۵۵۔

[2]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۷۲۔

قانون۲۹: بیچی گئی یا بطور قرض دی گئی چیز کے متصل منافع (جیسے موٹاپا) کو بیچنے والا یا قرض خواہ موجودہ شکل میں واپس لے گا لیکن منافع منفصل (جیسے حمل، بچہ، دودھ اور پھل) خریدار یا مقروض کی ملکیت ہوگا۔[1]

قانون۳۰: اگر بیچی گئی چیز خریدار کے پاس عیب دار ہو جائے تو فروخت کرنے والے کو اختیار ہے چاہے وہ اسی حالت میں اپنی چیز واپس لے یا دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہو جائے۔[2]

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

مَنوَجدَعینمالہ عند مفلّس فھو احق بہ من الغرما[3]

ترجمہ: ’’جس شخص کا عینِ مال مفلّس کے پاس موجود ہو تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی نسبت اپنے اس مال کا زیادہ حقدار ہے۔‘‘

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۱۴؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۶۵، کتاب الحجر، المفلس، مسئلہ ۱۴۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ ۱۵؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۶۶، کتاب الحجر، المفلس، مسئلہ ۱۵۔

[3]۔ کنزالعمال، متقی ہندی، ج ۴، کتاب تفلیس، حدیث ۱۳۸۵، طبع حیدر آباد۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعاً مِنْ رَجُلٍ فَقَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَتَاعَ وَ لَمْ يَدْفَعِ الثَّمَنَ ثُمَّ مَاتَ الْمُشْتَرِي وَ الْمَتَاعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَتَاعُ قَائِماً بِعَيْنِهِ رُدَّ إِلَى صَاحِبِ الْمَتَاعِ وَ قَالَ لَيْسَ لِلْغُرَمَاءِ أَنْ يُحَاصُّوهُ[1]

ترجمہ: ” حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے مال کو بیچا اور خریدار نے قیمت ادا کیے بغیر اپنے قبضہ میں لے لیا تھا پھر خریدار فوت ہو گیا اور وہ مال اسی حالت میں باقی موجود ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر عینِ مال موجود ہے تو اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے اور دوسرے قرض خواہ اس میں شریک نہیں ہیں۔“

تقریب استدلال

عرف میں منافع متصل جیسے موٹاپا اصل مال کے تابع ہیں ادلہ اس کو بھی شامل ہیں۔ روایات کا اطلاق معیوب مال کو بھی شامل ہے چاہے وہ کسی آسمانی آفت سے پیدا ہوا ہو یا خریدار کے ہاتھ سے پیدا ہوا ہو۔ اس بنا پر فروخت کرنے والے یا قرض دینے والے کو اختیار ہے کہ وہ اسی صورت میں واپس لے یا دوسرے قرض خواہوں میں شامل ہو جائے۔[2]

قانون ۳۱: اگر کوئی زمین خریدے اور اس پر عمارت تعمیر کرے یا درخت لگائے اور پھر مقروض مفلّس ہو جائے تو بیچنے والا اپنی زمین لینے کا حقدار ہے لیکن عمارت اور درخت خریدار کا حق ہو گا۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج18، ص: ۴۱۵، باب ۵، من ابواب حجر، حدیث ۲۳۹۵۴۔

[2]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۷۳۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ 16؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۶۹، کتاب الحجر، المفلس، مسئلہ ۱۶۔

مستندات

۱: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَنوَجدَعین مالہ عند مفلّس فھو احق بہ من الغرما[1]

ترجمہ: ”جس شخص کا عینِ مال مفلّس کے پاس موجود ہو تو دوسرے قرض خواہوں کی نسبت وہ اپنے اس مال کا زیادہ حقدار ہے۔“

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عِ فِي رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعاً مِنْ رَجُلٍ فَقَبَضَ الْمُشْتَرِي الْمَتَاعَ وَ لَمْ يَدْفَعِ الثَّمَنَ ثُمَّ مَاتَ الْمُشْتَرِي وَ الْمَتَاعُ قَائِمٌ بِعَيْنِهِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَتَاعُ قَائِماً بِعَيْنِهِ رُدَّ إِلَى صَاحِبِ الْمَتَاعِ وَ قَالَ لَيْسَ لِلْغُرَمَاءِ أَنْ يُحَاصُّوهُ[2]

ترجمہ: ”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے مال کو بیچا اور خریدار نے قیمت ادا کیے بغیر اپنے قبضہ میں لے لیا تھا پھر خریدار فوت ہو گیا اور وہ مال اسی حالت میں باقی موجود ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر عینِ مال موجود ہے تو اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے اور دوسرے قرض خواہ اس میں شریک نہیں ہیں۔“

قانون ۳۲: میت کا قرض بھی مفلس کے قرض خواہ کی طرح ہے۔ لہٰذا میت کے ترکہ میں اگر اسے اصل چیز مل جائے تو وہ واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ میت کا ترکہ قرض خواہوں کا مطالبہ پورا کرنے کے لیے کافی ہو۔[3]

---

[1] ۔ کنزالعمال، متقی ہندی، ج ۴، کتاب تفلیس، حدیث ۱۳۸۵، طبع حیدر آباد۔

[2] ۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج 18، ص: ۴۱۵، باب ۵، من ابواب حجر، حدیث ۲۳۹۵۴۔

[3] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ 19؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۷۲، کتاب الحجر، المفلس، مسئلہ ۱۹۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي وَلَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ علیه السلام عَنْ رَجُلٍ بَاعَ مِنْ رَجُلٍ مَتَاعاً إِلَى سَنَةٍ فَمَاتَ الْمُشْتَرِي قَبْلَ أَنْ يَحِلَّ مَالُهُ وَ أَصَابَ الْبَائِعُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ إِذَا خَفِيَ لَهُ قَالَ فَقَالَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَ تَرَكَ نَحْواً مِمَّا عَلَيْهِ فَلْيَأْخُذْهُ إِنْ أُخْفِيَ لَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ حَلَالٌ لَهُ وَ لَوْ لَمْ يَتْرُكْ نَحْواً مِنْ دَيْنِهِ فَإِنَّ صَاحِبَ الْمَتَاعِ كَوَاحِدٍ مِمَّنْ لَهُ عَلَيْهِ شَيْءٌ يَأْخُذُ بِحِصَّتِهِ وَ لَا سَبِيلَ لَهُ عَلَى الْمَتَاعِ[1]

ترجمہ: ”ابو ولاد نے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے اپنا مال ایک سال کی مدت تک قیمت کی ادائیگی پر ایک شخص کے ہاتھ بیچا ہے لیکن سال مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ شخص فوت ہو گیا، بیچنے والے اپنا بیچا ہوا عینِ مال پائے تو کیا وہ اس مال کو مخفیانہ اٹھا سکتا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہے اور مال بھی قرض کی طرح باقی چھوڑے تو وہ اپنا مال اٹھا سکتا ہے، یہ اس کے لیے حلال ہے۔ اور اگر مال، قرض کی طرح نہ چھوڑے تو صاحب مال بھی دوسرے قرض خواہوں کی مانند ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنا قرض متوفی کے اموال سے لے اور اپنے مال کی نسبت کوئی حق نہیں رکھتا ہے۔“

تقریب استدلال

مذکورہ روایت مطلق ہے اور اس کا اطلاق میت مجور ہو یا غیر مجور ہو شرط ما فوق کے ساتھ اپنے عین مال کو اٹھا سکتا ہے اور شرط کے نہ ہونے کی صورت میں اس میں اور دوسرے

[1] ۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج18، ص: ۴۱۵، باب ۵، من ابواب حجر، حدیث ۲۳۹۵۶۔

قرض خواہوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا سب کے ساتھ متوفی کے اموال سے اپنا قرض لے گا۔[1]

قانون ۳۳: مفلّس کا خرچ اور جن کا خرچ مفلّس کے ذمہ ہے تقسیم اموال تک چلتا رہے گا اور فوت ہونے کی صورت میں اس کے کفن و دفن کے ضروری اخراجات قرض خواہوں کے حق پر مقدم کیے جائیں گے۔[2]

مستندات

ا: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عليه السلام قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُبْدَأُ بِهِ مِنَ الْمَالِ الْكَفَنُ ثُمَّ الدَّيْنُ ثُمَّ الْوَصِيَّةُ ثُمَّ الْمِيرَاثُ[3]

ترجمہ: ”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اباء و اجداد سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جو چیز متوفی کے مال سے لی جائے گی وہ اس کا کفن ہے اس کے بعد قرض، پھر وصیت اور پھر اس کے بعد میراث۔“

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عليه السلام عَنْ رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ بِقَدْرِ كَفَنِهِ قَالَ يُكَفَّنُ بِمَا تَرَكَ إِلَّا أَنْ يَتَّجِرَ عَلَيْهِ إِنْسَانٌ فَيُكَفِّنَهُ وَيَقْضِيَ بِمَا تَرَكَ دَيْنَه[4]

ترجمہ: ”جناب زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو فوت ہو گیا اور اتنا ترکہ چھوڑ گیا جس سے صرف اس کا کفن لیا

---

[1]۔ استفادہ از مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۸۲۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، مسئلہ 20؛ مھذب الاحکام، سید عبد اعلیٰ سبز واریؒ، ج ۲۱، ص ۱۷۲، کتاب الحجر، المفلس، مسئلہ ۲۰۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج 18، ص: 345، باب ۱۳، من ابواب دین، حدیث ۲۳۸۱۵۔

[4]۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج 18، ص: 345، باب ۱۳، من ابواب دین، حدیث ۲۳۸۱۴۔

جاسکتا ہے، (آپؑ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟) آپؑ نے فرمایا: اس کا ترکہ کفن پر صرف کیا جائے گا مگر یہ کہ اس سے تجارت کی جاسکے اور اس کے نفع سے کفن بھی دیا جائے اور اس کا قرض بھی ادا کیا جائے۔"

قانون ۳۴: اگر حاکم شرع مفلس کے اموال کو قرض خواہوں میں تقسیم کردے پھر بعد میں کوئی اور قرض خواہ بھی اپنے قرض کا مطالبہ کردے تو پہلی تقسیم باطل ہو جائے گی چونکہ مفلس کا مال تمام قرض خواہوں سے متعلق ہے، یہ سب میں برابر تقسیم ہوگا۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیہ السلام قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْقَسَامَةِ فَقَالَ الْحُقُوقُ كُلُّهَا الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِلَّا فِي الدَّمِ خَاصَّةً[2]

ترجمہ: "راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قسامۃ کے بارے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: تمام تر حقوق میں مدعی پر بینہ اور منکر پر قسم ہے مگر قتل و خون کے مسئلہ میں (برعکس)۔"

تقریب استدلال

اموال کے سلسلے میں جہاں بھی نزاع پیدا ہوگا وہاں مذکورہ حدیث کے پیش نظر مدعی پر بینہ اور منکر پر قسم ثابت ہے۔[3] چونکہ مفلّس (مقروض) کا مال تمام قرض خواہوں کے درمیان مشترک

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المفلس، م ۲۱؛ مہذب الاحکام، سید عبدالاعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۷۳، کتاب الحجر، الخامس: المفلس، مسئلہ ۲۱۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۲۷، کتاب القضا، ابواب کیفیۃ الحکم باب ۳، حدیث ۳۳۶۶۷۔

[3]۔ قواعد الفقہیہ، آیۃ اللہ مکارم، ج ۴، ص ۳۴۷، قاعدہ ھای فقہی، مشایخی، ص ۳۲۔

ہے، اسے سب میں تقسیم ہونا چاہیے تھا، پس قرض خواہ کے بجا مطالبے سے پہلی تقسیم باطل ہو جائے گی۔

مرض الموت

قانون ۳۵: مرض الموت کے علاوہ ہر مریض اپنے اموال میں ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتا ہے۔[1]

مستندات

۱: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَقَالَ علیه السلام: إِنَّ النَّاسَ مُسَلَّطُونَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ[2]

ترجمہ: ''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک لوگ اپنے اموال کا اختیار رکھتے ہیں۔''

۲: آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ الرَّجُلُ أَحَقُّ بِمَالِهِ مَا دَامَ فِيهِ الرُّوحُ إِنْ أَوْصَى بِهِ كُلِّهِ فَهُوَ جَائِزٌ[3]

ترجمہ: ''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: آپ نے فرمایا: انسان اپنے مال پر زیادہ حق رکھتا ہے جب تک کہ اس میں روح ہے، چاہے تو تمام مال کی وصیت کرے یہ اس کے لیے جائز ہے۔''

---

[1] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض؛ مھذب الاحکام، سید عبد اعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲۱، ص کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۷۷۔

[2] ۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ج 2، ص 272، کتاب العلم، باب 33-

[3] ۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج19، ص: ۲۹۸، باب ۱۷، من ابواب الوصایا، حدیث ۲۴۶۳۹۔

قانون۳۶:اگر کوئی شخص مرض الموت میں وصیت کرے تو اس کی وصیت مال کے ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگی۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱: الْحُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الرَّازِيِّ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ عليه السلام الرَّجُلُ يَمُوتُ فَيُوصِي بِمَالِهِ كُلِّهِ فِي أَبْوَابِ الْبِرِّ وَ بِأَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ هَلْ يَجُوزُ لَهُ ذَلِكَ وَ كَيْفَ يَصْنَعُ الْوَصِيُّ فَكَتَبَ تُجَازُ وَصِيَّتُهُ مَا لَمْ يُنْفِذِ الثُّلُثُ[2]

ترجمہ: ”حسین ابن محمد رازی کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام کو لکھا: ایک شخص فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے تمام مال کے بارے میں وصیت کی ہے کہ وہ کار خیر میں لگا دیا جائے۔ کیا ایک تہائی سے زیادہ کے متعلق وصیت کرنا اس کے لیے جائز ہے؟ وصی کیسے عمل کرے؟ امام نے جواب میں لکھا: اس کی وصیت جائز ہے مگر وہ ایک تہائی سے زیادہ میں نفاذ العمل نہ ہوگی۔“

۲: عَنْ عَمَّارٍ السَّابَاطِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام قَالَ قُلْتُ الْمَيِّتُ أَحَقُّ بِمَالِهِ مَا دَامَ فِيهِ الرُّوحُ يُبِينُ بِهِ قَالَ نَعَمْ فَإِنْ أَوْصَى بِهِ فَلَيْسَ لَهُ إِلَّا الثُّلُثُ[3]

ترجمہ: ”عمار ساباطی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے امامؑ سے عرض کیا: کیا متوفی اپنے مال کا زیادہ حقدار ہے جب تک کہ اس میں روح

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج ۲، کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۷۷۔

2۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج۱۹، ص: 276، باب 1، من ابواب الوصایا، حدیث .24584۔

3۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج۱۹، ص: 299، باب 17، من ابواب الوصایا، حدیث .24641۔

روشن و آشکار باقی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں! پس اگر وہ وصیت کرے تو اس کی وصیت دو تہائی سے زیادہ میں نافذ نہ ہو گی۔"

قانون ۷۳: مرض الموت میں مبتلا شخص اپنے مالی واجبات جیسے خمس، زکوٰۃ اور کفارات کو اصل مال سے ادا کر سکتا ہے۔[1]

مستندات

ا: قرآن مجید

مِن بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ ءَابَآؤُكُمۡ وَأَبۡنَآؤُكُمۡ لَا تَدۡرُونَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ لَكُمۡ نَفۡعٗا فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمٗا[2]

ترجمہ: "یہ تقسیم میت کی وصیت پر عمل کرنے اور اس کے قرض کی ادائیگی کے بعد ہو گی، تمہیں نہیں معلوم تمہارے والدین اور تمہاری اولاد میں فائدے کے حوالے سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے، یہ حصے اللہ کے مقرر کردہ ہیں، یقیناً اللہ بڑا جاننے والا، باحکمت ہے۔"

۲۔ حدیث

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيه عليه السلام قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِنَّ أَوَّلَ مَا يُبْدَأُ بِهِ مِنَ الْمَالِ الْكَفَنُ ثُمَّ الدَّيْنُ ثُمَّ الْوَصِيَّةُ ثُمَّ الْمِيرَاثُ[3]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض، مسئلہ ۱؛ مھذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواریؒ، ج ۲، کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۸۲۔

[2]۔ سورہ النساء، آیت ۱۱۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج 18، ص: 345، باب ۱۳، من ابواب دین، حدیث ۲۳۸۱۵۔

ترجمہ: ''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اباء واجداد سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جو چیز متوفی کے مال سے لی جائے گی وہ اس کا کفن ہے اس کے بعد قرض، پھر وصیت اور پھر اس کے بعد میراث۔''

تقریب استدلال

آیات و روایات دین (قرض) عام ہیں جو تمام واجبات مالی کو شامل ہیں اور علما کا اتفاق ہے کہ واجبات مالی بھی قرض کی طرح واجب ہیں، پس وہ اصل مال سے دیے جا سکتے ہیں۔[1]

قانون ۳۸: اگر کوئی قریب الموت بیماری میں مبتلا شخص کسی وارث یا کسی غیر کے حق میں کسی چیز کا اقرار کرے اور مریض کے بارے کوئی اتہام بھی نہ ہو تو اس کا اقرار نافذ ہوگا۔[2]

ضمن ۱: اگر اقرار کرنے والا مریض قابلِ اعتماد نہ ہو تو ایک تہائی مال سے زیادہ میں اس کا اقرار نافذ نہ ہوگا۔[3]

ضمن ۲: اقرار اور ایسے مواقع پر ایک تہائی مال کا حساب مریض کی موت کے وقت چھوڑے گئے مال سے کیا جائے گا۔[4]

---

[1]۔ استفادہ از کتاب مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۹۶۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض، مسئلہ ۲؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج 21، کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۸۳۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض، مسئلہ ۳؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج 21، کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۸۳۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض مسئلہ ۴؛ مھذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج 21، کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۸۳۔

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ: أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[1]

ترجمہ: ”رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار اپنے نفسوں پر جائز اور نافذ ہے۔“

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱-عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ علیه السلام أَنَّهُ قَالَ لَا أَقْبَلُ شَهَادَةَ الْفَاسِقِ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ[2]

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر اس کے اپنے خلاف۔“

۲-أَبِی أَیُّوبَ عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ ع فِی رَجُلٍ أَوْصَى لِبَعْضِ وَرَثَتِهِ أَنَّ لَهُ عَلَیْهِ دَیْناً فَقَالَ إِنْ كَانَ الْمَیِّتُ مَرْضِیّاً فَأَعْطِهِ الَّذِی أَوْصَى لَهُ[3]

ترجمہ: ”ابو ایوب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص جس نے اپنے کچھ وارثوں کے بارے میں وصیت کی کہ ان کا اس کے ذمہ کچھ قرض ہے۔اس بارے میں آپؑ نے فرمایا: اگر متوفی قابل اطمینان تھا تو اس کو دے دیا جائے گا، جس کے بارے میں اس نے وصیت کی ہے۔“

---

[1]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج23، ص186، حدیث مسلسل 29342۔

[2]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج23، ص 186، حدیث مسلسل 29345۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ (۳۰ جلدی)، شیخ حر عاملیؒ، ج18، ص: 345، باب ۱۳، من ابواب دین، حدیث ۲۳۸۱۵۔

تقریب استدلال

روایات کے اطلاق سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اقرار کرنے والا قابل اطمینان ہے تو اس کا اقرار بطور کلی نافذ ہے، خواہ اس کا اقرار اپنے کسی وارث سے متعلق ہو یا غیر وارث سے متعلق ہو، ثلث سے زائد ہو یا نہ ہو، تمام مال کو شامل ہو یا نہ ہو۔[1]

قانون ۳۹: مرض الموت کے عالم میں وصیت کا ایک تہائی مال سے زیادہ میں نافذ نہ ہونا اس صورت میں ہے کہ وارث راضی نہ ہوں لیکن وہ اجازت دیں تو اس سے زیادہ میں بھی نافذ ہو گی۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ علیه السلام عَنْ رَجُلٍ أَوْصَى بِوَصِيَّةٍ أَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَوَرَثَتُهُ شُهُودٌ فَأَجَازُوا ذَلِكَ لَهُ قَالَ جَائِزٌ[3]

ترجمہ: ''منصور ابن حازم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت کی ہے اور وارث گواہ ہیں اور اس وصیت کے لیے انہوں نے اجازت دی ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا: جائز ہے۔''

قانون ۴۰: مورّث کی موت کے بعد یا اس کی زندگی میں وارث کا اجازت دے دینا صحیح ہو گا۔[4]

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ، احمد مطہری، ج ۴، ص ۱۹۸۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض، مسئلہ ۵؛ مہذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج 21، کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۹۱۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج 19، ص: 275، باب ۱۱، من ابواب الوصایا، حدیث ۲۴۵۸۰۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینیؒ، ج ۲، کتاب الحجر، القول فی المرض، مسئلہ ۶؛ مہذب الاحکام، سید عبداعلیٰ سبزواریؒ، ج 21، کتاب الحجر، الخامس: المرض، ص ۱۹۳۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ كَتَبَ أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ عليه السلام، أَنَّ دُرَّةَ بِنْتَ مُقَاتِلٍ تُوُفِّيَتْ وَ تَرَكَتْ ضَيْعَةً أَشْقَاصاً فِي مَوَاضِعَ وَ أَوْصَتْ لِسَيِّدِنَا فِي أَشْقَاصِهَا بِمَا يَبْلُغُ أَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ وَ نَحْنُ أَوْصِيَاؤُهَا وَ أَحْبَبْنَا إِنْهَاءَ ذَلِكَ إِلَى سَيِّدِنَا فَإِنْ أَمَرَنَا بِإِمْضَاءِ الْوَصِيَّةِ عَلَى وَجْهِهَا أَمْضَيْنَاهَا وَ إِنْ أَمَرَنَا بِغَيْرِ ذَلِكَ انْتَهَيْنَا إِلَى أَمْرِهِ فِي جَمِيعِ مَا يَأْمُرُ بِهِ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ فَكَتَبَ عليه السلام بِخَطِّهِ لَيْسَ يَجِبُ لَهَا فِي تَرِكَتِهَا إِلَّا الثُّلُثُ وَ إِنْ تَفَضَّلْتُمْ وَ كُنْتُمُ الْوَرَثَةَ كَانَ جَائِزاً لَكُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ[1]

ترجمہ: "احمد ابن محمد کہتے ہیں: احمد ابن اسحاق نے امام ابو الحسن علیہ السلام کو لکھا: درۃ بنت مقاتل فوت ہو گئی ہے اور اس نے کچھ مقام پر زراعتی زمین باقی چھوڑی ہے اور ہمارے سید بزرگ کے لیے ایک تہائی سے زیادہ وصیت کی ہے، اور ہم اس کے اوصیا میں سے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اس کو اپنے سید کے حوالے کریں، پس اگر آپؑ ہمیں حکم دیں تو وصیت کے مطابق عمل کریں اور اگر اس کے علاوہ کوئی حکم ہے تو ہم تابع فرمان ہیں جو بھی حکم فرمائیں اس کے مطابق عمل کریں گے، انشا اللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے اپنے دستخط مبارک سے لکھا: اس کے ترکہ میں ایک تہائی سے زیادہ پر اس کی وصیت پر عمل کرنا واجب نہیں، لیکن اگر آپ جود و سخاوت کریں اور آپ وارث ہیں تو آپ کے لئے جائز ہے انشا اللہ۔"

غلامی: (Slavery)

قانون ۴۱: غلام اپنے مال میں ممنوع التصرف ہو گا مگر یہ کہ اس کا مالک اسے اجازت دے۔[2]

---

[1]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج19، ص: 285، باب ۱۳، من ابواب الوصایا، حدیث ۲۴۶۰۲۔

[2]۔ مہذب الاحکام، سید عبد اعلیٰ سبز واریؒ، ج1 ۲، کتاب الحجر، السادس: الرق، ص ۱۹۳۔

مستندات

۱: قرآن مجید

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔۔۔[1]

ترجمہ: ’’اللہ نے اس غلام مملوک کی مثال بیان کی ہے جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔‘‘

۔۔۔ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ...‘‘[2]

ترجمہ: ’’کیا جن کے تم مالک ہو وہ اس میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دیا ہے کہ پھر اس میں تم برابر ہو۔‘‘

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عليه السلام أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَمْلُوكِ مَا دَامَ عَبْداً فَإِنَّهُ وَ مَالَهُ لِأَهْلِهِ لَا يَجُوزُ لَهُ تَحْرِيرٌ وَ لَا كَثِيرُ عَطَاءٍ وَ لَا وَصِيَّةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ سَيِّدُهُ[3]

ترجمہ: ’’محمد بن قیس روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مملوک شخص جب تک غلام ہے وہ خود اور اس کا مال اس کے مالک سے متعلق ہے۔ اس کے لیے غلام کو آزاد کرنا، بہت زیادہ عطا و بخشش اور وصیت کرنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کا مالک چاہے (اس کو اجازت دے)۔‘‘

---

[1]۔ سورہ نحل، آیہ ۷۵۔

[2]۔ سورہ روم، آیہ ۲۸۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ، شیخ حر عاملیؒ، ج19، ص: 411، باب ۷۸، من ابواب الوصایا، حدیث ۲۴۸۵۹۔

تقریب استدلال

مذکورہ دونوں آیات اور روایت میں بیان ہوا ہے کہ عبد اور کنیز کسی چیز کے مالک نہیں بن سکتے، اس لیے کہ کنیز اور غلام کا مالک کی اجازت کے بغیر تصرّف کرنا درست نہیں ہے، پس وہ مجور اور ممنوع التصرف ہوں گے۔ اس میں امامیہ اور دوسرے مذاہب کا اتفاق ہے۔[1]

[1]۔ مہذب الاحکام، سید عبد اعلی سبزواریؒ، ج ۲۱، ص ۱۹۳، کتاب الحجر، السادس: الرق۔

تیسرا باب: قوانین اقرار

Chapter Three: (Laws of Confession)

قانون۱: اقرار اپنے اوپر کسی کے لیے حق کے ثابت ہونے یا کسی سے اپنے حق کی نفی کرنے کی خبر دینے کو کہتے ہیں۔[1]

تعریفات:(Definitions)

لغوی معنی

الاقرار الاعتراف بالشئ[2]

ترجمہ: '' اقرار کسی چیز کا اعتراف کرنے اور کسی چیز کو اپنے ذمہ لینے کے معنی میں ہے۔''

اصطلاحی معنی

فقہی اصطلاح میں اقرار صاف طور پر محکم لہجے میں بطور یقین کسی کا حق اپنے ذمہ تسلیم کرنے یا ایسی بات کہنے کو کہتے ہیں جس سے اس پر کوئی حق یا حکم ثابت ہو یا کسی کے ذمہ اپنے حق کی قطعی طور پر نفی کرے یا ایسی بات کہے کہ جس کے نتیجے میں اس کے حق کی نفی ہو جاتی ہو۔[3]

---

[1]۔ قوانین و مقررات، وکیل ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، مادہ۱۲۵۹۔

[2]۔ العین، خلیل بن احمد فراہیدی ج ۳ترجمہ المنجد ج ۲فرہنگ بزرگ جامع نوین۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲کتاب اقرار، ص ۱۹۵، ناشر مکتبہ علمیہ اسلامیہ - مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: 231۔

صیغہ اقرار کی شرائط:(Conditions of confession)

قانون ۲: اقرار ثابت ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ مقر (اقرار کرنے والا) صیغہ اقرار کو اپنی زبان پر جاری کرے یا اپنے کلام سے اقرار ہی سمجھانا چاہتا ہو۔بلکہ اگر وہ کسی دوسرے شخص کے کلام کی تصدیق کرے اور اس سے اقرار کا استفادہ ہو جائے جس طرح سے استفادہ ہوتا ہے تو بھی کافی ہے۔[1]

مستندات

قرآن مجید

فَهَلْ وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَم[2]

ترجمہ: ”کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے: ہاں۔“

قانون ۳: مقر کا اقرار اس وقت قابل قبول اور نافذالعمل ہوگا جب خود اس کے لیے باعث ضرر ہو۔[3]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ.[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۹۶، جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۸ مھذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص: ۲۳۳۰-

[2]۔ سورہ اعراف ۴۴۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۹۷ - مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص: 235- قوانین و مقررات، وکیل ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، مادہ۱۲۵۹۔

[4]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص186 مسلسل 29342۔

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔"

قانون ۴ : مقر کا اقرار کسی دوسرے کے نقصان میں ہو یا خود اس کے نفع میں ہو تو اس کا یہ اقرار نافذ نہیں ہوگا۔[1]

مستندات

ا: حدیث نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ علیه السلام فِي حَدِيثٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ: قَالَ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ [2]

ترجمہ: "راوی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: اسلام میں نہ ایسا حکم تشریع ہوا ہے جو دوسرے کو ضرر پہنچانے کا باعث بنے اور نہ ایک دوسرے کو نقصان پہچانا جائز ہے۔

اقرار کے نافذ ہونے اور اس کی مشروعیت پر دلائل
(Arguments on validity of confession and its legitimacy)

مستندات

ا: قرآن مجید

أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا [3]

ترجمہ: "پھر پوچھا کیا تم نے ان باتوں کا اقرار کرلیا اور ہمارے عہد کو قبول کرلیا تو سب نے کہا بیشک ہم نے اقرار کرلیا۔"

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۷۱۹ قوانین و مقررات، وکیل ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۵۹۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، محدث، محمد بن حسن حر عاملیؒ، ج 18، ص 32، حدیث 23073، باب ثبوت خیار۔

[3]۔ سورہ آل عمران: 81۔

وَ آخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِم[1]

ترجمہ: "اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔"

۲: حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[2]

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔"

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ قَالَ لَا أَقْبَلُ شَهَادَةَ الْفَاسِقِ إِلَّا عَلَى نَفْسِه[3]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر اس کے اپنے خلاف۔"

۲- "عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ الْمُؤْمِنُ أَصْدَقُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ سَبْعِينَ مُؤْمِناً عَلَيْه"[4]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مؤمن اپنے نفس پر ستر مومنین (کی گواہی) سے زیادہ سچا ہے۔"

قانون ۴: اقرارِ ہر زبان اور ہر لفظ کہ جس کے معنی کا علم ہو اور جس سے اقرار کی حکایت ہو صحیح اور نافذ ہے۔[5]

---

[1]۔ سورہ توبۃ: 102۔

[2]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص186 مسلسل 29342۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص186 مسلسل 29345۔

[4]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص184 مسلسل 29341۔

[5]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، کتاب اقرار ص ۱۹۶، ۸ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۲۷۰ قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۶۰۔

مستند

للأصل و الإطلاق و الاتفاق فيهما صدق الموضوع عرفا فيشمله الحكم قهرا[1]

ترجمہ: ''اصل و اطلاق ادّ لہ اور اتفاقِ فقہاء اس بات پر ہے کہ جہاں موضوعِ اقرار عرفاً صدق کرتا ہو، حکم اقرار بھی قہراًاس پر جاری ہوگا۔''

قانون۵: گونگے شخص کا اشارہ کہ جس سے صراحتاً اقرار کا اظہار ہو صحیح و نافذ ہے۔[2]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِیِّ ص أَنَّہُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَی أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[3]

ترجمہ: ''رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔''

اقرار کرنے والے کی شرائط

(Conditions for the person who make confession)

قانون۶: مقر (اقرار کرنے والا) کا بالغ، عاقل، قصد کرنا اور با اختیار ہونا شرط ہے۔[4]

---

[1]۔ مہذب الأحكام (للسبزواری)، ج21، ص: 232۔

[2]۔ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۱۱ قوانین و مقررات، وکیل ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۶۱۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص186 مسلسل 29342۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، کتاب اقرار ج ۲، ص ۱۹۸ قوانین و مقررات، وکیل ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۶۲ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، جِ ۳۵ ص ۱۰۳

مستندات

۱: قرآن مجید

وَ ابۡتَلُوا الۡیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ ۚ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ[1]

ترجمہ: ''اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ یہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں رشد عقلی پاؤ تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو۔''

۲: حدیث نبوی ﷺ

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ

ترجمہ: ''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، پاگل شخص سے جب تک وہ تندرست نہ ہو، اور بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو۔''[2]

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ص وُضِعَ عَنْ أُمَّتِي تِسْعَةُ أَشْيَاءَ السَّهْوُ وَ الْخَطَأُ وَ النِّسْيَانُ وَ مَا أُكْرِهُوا عَلَيْهِ وَ مَا لَا يَعْلَمُونَ وَ (مَا لَا يُطِيقُونَ) وَ الطِّيَرَةُ وَ الْحَسَدُ وَ التَّفَكُّرُ فِي الْوَسْوَسَةِ فِي الْخَلْقِ مَا لَمْ يَنْطِقِ الْإِنْسَانُ بِشَفَةٍ[3]

ترجمہ: ''امام محمد باقر علیہ اسلام نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت سے نو چیزوں کا حکم اُٹھالیا گیا ہے: سہو (۱) خطاء (۲) بھول (۳) جس پر مجبور کیا گیا ہو (۴) جس کا

[1]۔ سورۃ النساء، آیت ٦۔

[2]۔ بحار الانوار (علامہ مجلسی): ج ۸۵ ص ۱۳۴۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ، ج8، ص: 249 ح10559۔

علم نہ ہو (۵) جس چیز کی طاقت نہ ہو (٦) فال (۷) حسد (۸) مخلوقات کے بارے میں فکر وسوسہ کرنا جب تک کہ انسان اس کو اپنے ہونٹوں پر نہ لائے (۹)"

وجہ استدلال

(مَا لَا یُطِیقُونَ) رسول پاکؐ نے اس حدیث میں فرمایا: کہ جس شخص میں قدرت نہیں اس پر سے تکلیف اٹھالی گئی ہے۔[1]

قانون ۷: نابالغ بچے کا اقرار نافذ نہیں، چاہے ولی کی اجازت سے ہو۔[2]

مستند: [3]

حدیث رفع

قانون ۸: شخص سفیہ کہ جو ممنوع التصرف ہو اس کا اقرار مالی امور میں مؤثر و قابل قبول نہیں لیکن غیر مالی امور میں جیسے خلع وطلاق میں مؤثر و قابل قبول ہوگا۔[4]

مستندات

قرآن مجید

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا[5]

---

[1]۔ وسائل الشیعۃ، ج8، ص: 249ح10559۔

[2]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۱۰۴ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، کتاب اقرار ص ۱۹۸؛ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۱۱۔

[3]۔ حدیث رفع جو ذکر کی گئی قانون ۵ میں۔

[4]۔ جواہر الکلام، ج۳۵ ص ۱۰۵ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، کتاب اقرار ص ۱۹۸؛ قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۶۳ مبسوط شیخ طوسی ج ۲ ص ۴۰۳۔

[5]۔ سورۃ النساء، آیت ۵۔

ترجمہ: ''اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو۔''

قانون ۹: دیوانے اور مست کا اقرار نافذ نہیں۔[1]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

قَالَ رَسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ و آلہ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ [2]

وجہ استدلال

ترجمہ: ''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، پاگل شخص سے جب تک وہ تندرست نہ ہو، اور بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو۔''

قانون ۱۰: بے بس انسان کا اقرار نافذ نہیں۔[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۱۰۴ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، کتاب اقرار ص ۱۹۸؛ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص۳۱۹۔

[2]۔ بحار الانوار (علامہ مجلسی): ج۸۵ ص ۱۳۴۔

[3]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۱۰۴ تحریر الوسیلہ، ج۲، کتاب اقرار ص ۱۹۸؛ مفتاح الکرامۃ ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۲۲ مبسوط شیخ طوسی ج۲ ص ۴۴۵۔

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

۱- مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ص وُضِعَ عَنْ أُمَّتِي تِسْعَةُ أَشْيَاءَ السَّهْوُ وَ الْخَطَأُ وَ النِّسْيَانُ وَ مَا أُكْرِهُوا عَلَيْهِ وَ مَا لَا يَعْلَمُونَ وَ مَا لَا يُطِيقُونَ وَ الطِّيَرَةُ وَ الْحَسَدُ وَ التَّفَكُّرُ فِي الْوَسْوَسَةِ فِي الْخَلْقِ مَا لَمْ يَنْطِقِ الْإِنْسَانُ بِشَفَةٍ[1]

وجہ استدلال

مَا أُكْرِهُوا عَلَيْهِ" حدیث میں رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس پر جبر واکراہ کیا گیا ہو اس سے حکم اٹھالیا گیا ہے۔[2]

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيّاً ع قَالَ مَنْ أَقَرَّ عِنْدَ تَجْرِيدٍ أَوْ حَبْسٍ أَوْ تَخْوِيفٍ أَوْ تَهْدِيدٍ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ[3]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد گرامی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اقرار کرے عریانی کے وقت یا قید میں یا ڈرتے ہوئے یا دھمکی کی وجہ سے تو اس پر حد جاری نہیں۔"

[1]۔ وسائل الشیعۃ، ج8، ص: 249 ح10559۔

[2]۔ اس روآیت کا ترجمہ قانون شمارہ ۵ میں ہو چکا ہے۔

[3]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص: 185 شمارہ مسلسل 29343۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔[1]

لا یصح الاقرار الاّ من عاقل و مختار امّا من طفل و مجنون ونائم ومغمی علیہ فلایصح اقرارھم لا نعلم فی ھذا خلافاً۔

قانون۱۱: مفلس شخص (جس کا ناداری کی وجہ سے دیوالیہ نکل گیا ہو) دیوالیہ نکلنے کے بعد قرض کا اقرار کرے تو اس کا یہ اقرار قابل قبول ہوگا، اب چاہے وہ قرض دیوالیہ نکلنے سے پہلے کا ہو یا دیوالیہ نکلنے کے بعد کا لیکن مقرلہ [2] قرض خواہوں کے ساتھ شریک نہیں ہوگا جب یہ اقرار قرض خواہوں کے ضرر و نقصان میں ہو۔[3]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِیِّ ص أَنَّہُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ۔[4]

ترجمہ: ”رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔“

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج۵، ص۲۷۱ ترجمہ: صحیح نہیں ہے اقرار مگر یہ کہ عاقل و مختار ہو لیکن بچے اور دیوانے اور بے ہوش اور جو نیند میں ہو ان کا اقرار بھی صحیح نہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

[2]۔ مقرلہ جس کے نفع میں اقرار کیا جائے۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ ج۲، کتاب اقرار ص۱۹۸؛ جواہر الکلام، ج۳۵ ص۱۱۶ قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۶۴ مہذب الأحکام (سبزواری)، ج21، ص: 242۔

[4]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص186 مسلسل 29342۔

قانون ۱۲: مقرلہ کے لیے ضروری ہے کہ اس میں مالک ہونے کی قابلیت موجود ہو لہٰذا اگر کسی چوپائے کے لیے قرض دار ہونے کا اقرار کرے یا اس کی ملکیت کا اقرار کرے تو یہ اقرار بے اثر ہوگا۔ [1]

مستند

سیرہ عقلاء۔ [2]

فقہاء اہل سنت کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء امامیہ کے موافق ہیں۔

ان اقرّ لبهيمة او دار لم يصح اقراره لها [3]

قانون ۱۳: اگر کسی میت کے لیے کسی مال کا اقرار کرے تو وہ اقرار میت کے ورثاء کے لیے مؤثر ہوگا اور اس مال کو میت کے ورثاء کو دینا واجب ہوگا۔ [4]

مستندات

۱: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

''عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ'' [5]

---

[1]۔ جواهر الکلام، ج ۳۵ ص ۱۲۰ کتاب اقرار؛ تحریر الوسیلہ، ج ۲، کتاب اقرار ص ۱۹۹؛ مفتاح الکرامۃ ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۶۳ منهاج الصالحین، ج ۳، ص ۲۱۵۔

[2]۔ مهذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: ۲۴۳۔

[3]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج ۵، ص ۲۷۵ ترجمہ: اگر اقرار کرے چوپائے کے لئے یا گھر کے لئے تو یہ اقرار اس کا ان کے لئے صحیح نہیں۔

[4]۔ جواهر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۲۴ کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۶۷ قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۶۷۔

[5]۔ وسائل الشیعۃ، ج 23، ص 186 مسلسل 29342۔

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔"

قانون ۱۴: مریض کا اقرار وارث یا اجنبی کے لیے مرض موت کی حالت میں صحت مند شخص کے مانند نافذ ہے لیکن اگر وہ مورد اتہام ہو اور ورثاء کی اجازت بھی نہ ہو تو فقط ثلث ترکہ میں اس کا اقرار صحیح و نافذ ہوگا۔[1]

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ - عَنْ أَبِي وَلَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع۔ عَنْ رَجُلٍ مَرِيضٍ أَقَرَّ عِنْدَ الْمَوْتِ لِوَارِثٍ بِدَيْنٍ لَهُ عَلَيْهِ قَالَ يَجُوزُ ذَلِكَ قُلْتُ فَإِنْ أَوْصَى لِوَارِثٍ بِشَيْءٍ قَالَ جَائِزٌ[2]

ترجمہ: "ابی ولّاد روایت کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے مریض شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے مرنے کے وقت اپنے ایک وارث کے لیے اپنے ذمّے قرض کا اقرار کیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس کا وہ اقرار جائز ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اگر وہ شخص اپنے کسی وارث کے لیے کسی چیز کی وصیّت کرے؟ امامؑ نے فرمایا: جائز ہے۔"

۲-عن الحلبی عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يُقِرُّ لِوَارِثٍ بِدَيْنٍ فَقَالَ يَجُوزُ إِذَا كَانَ مَلِيّاً۔[3]

ترجمہ: "جناب حلبی امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امامؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص اقرار کرتا ہے اپنے ایک وارث کے لیے اپنے اوپر قرض کا تو امامؑ نے فرمایا: جائز ہے جبکہ اقرار کرنے والا تونگر و دولت مند ہو۔"

[1] ۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص۱۱۶کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص۳۲۷۔ مہذب الأحکام (سبزواری)، ج21، ص: 251۔

[2] ۔اصول الکافی، محمد بن یعقوب کلینی ج7، ص: 42۔

[3] ۔ الکافی، ج7، ص: 41۔

۳- عنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع- عَنْ رَجُلٍ أَقَرَّ لِوَارِثٍ لَهُ وَ هُوَ مَرِيضٌ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ قَالَ يَجُوزُ عَلَيْهِ إِذَا أَقَرَّ بِهِ دُونَ الثُّلُث-[1]

ترجمہ: ''اسماعیل بن جابر روایت کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے مریضی کی حالت میں اپنے ایک وارث کے لیے اپنے ذمّے قرض کا اقرار کیا۔ امامؑ نے فرمایا: وہ اقرار نافذ ہے جبکہ اس کا اقرار ثلث سے کم مقدار میں ہو۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق۔

والاقرار بدين في مرض موته كالاقرار في الصحة[2]

قانون ۱۵: حمل کے لیے اقرار کرنا صحیح ہے اور وہ حمل زندہ متولد ہونے کی صورت میں اس کا مالک ہوگا۔[3]

---

[1]۔ الکافی ج 7 ص 42۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج۵، ص ۳۴۲۔ ترجمہ: مریض کا اقرار مرض موت کی حالت میں اجنبی کے لیے صحت مند انسان کے اقرار کے مانند ہے۔

[3]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۱۲۴ کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۷۱ قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۷۰۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عن ربعی قال سمعت ابا عبدالله یقول فی السقط اذا اسقط من بطن امه فتحرك تحركا بیناً یرث ویورث فانه ربما کان اخرس [1]

ترجمہ: ''ربعی روایت کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ سقط شدہ بچہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ جب بچہ اپنی ماں سے سقط ہو اور پیدائش کے بعد ایک واضح اور آشکار حرکت کرے تو وہ میراث لیتا ہے اور اس سے میراث لی جاتی ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔

لایصح الاقرار لحمل الاّ اذا تیّقن انه کان موجود حال حمل [2]

قانون ۱۶: اقرار معلق ومشروط مؤثر واقع نہیں ہوگا۔[3]

مستندات

لمنافاته للجزم المعتبر فی قوام الإقرار۔

کیونکہ تعلیق، جزم کے منافی ہے جو اقرار کے وجود میں شرط ہے۔[4]

---

[1]۔ وسائل ابواب میراث خنثاء ج ۱۷ ص ۵۸۷ ح ۴۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج ۵، ص ۲۷۶ ترجمہ: حمل کے لیے اقرار صحیح نہیں مگر یہ کہ اقرار کے وقت اسکے وجود کا یقین ہو۔

[3]۔ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۲۷۲ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۸ کتاب اقرار قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۷۰۔

[4]۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: 240۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

لك علىّ الفٌ اِن شاء زيد لم يصحّ الاقرار ه[1]

قانون ۱۷: غلام کا اقرار قابل قبول نہیں، نہ مال میں اور نہ اسباب حدود و قصاص میں مگر یہ کہ آقا اس کے اقرار کی تصدیق کرے۔[2]

مستند

کیونکہ اس کا یہ اقرار مولا کے مال اور اس کے حق میں ہے لہٰذا مولا کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوگا۔[3]

قانون ۱۸: وہ غلام جو کہ اپنے آقا کی اجازت سے تجارت کرے تو امور تجارت میں اس کا اقرار قابل قبول ہوگا۔[4]

مستند: لأن الإذن في الشيء إذن في لوازمه عرفا[5]

ترجمہ: "عرفاً کسی چیز کی اجازت اس کے لوازم کی بھی اجازت ہوتی ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

---

[1] ۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج ۵، ص ۳۴۹ ترجمہ ۔اگر کہے تیرے مجھ پر ہزار روپے ہیں اگر زید راضی ہو تو اس کا یہ اقرار صحیح نہیں۔

[2] ۔ جواہر الکلام، ج ۳۵ ص ۱۰۷ کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۴۶۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: 241۔

[3] ۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: ۲۴۱۔

[4] ۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۱۱۱ کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۳۵۱ مبسوط شیخ طوسی ج ۲ ص ۴۲۳۔

[5] ۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: ۲۴۱۔

وکذالك العبد الماذون له فی التجارۃ [1]

قانون۱۹: مقرلہ اگر بطور کلی اور مکمل طور پر نا معلوم ہو تو وہ اقرار موثر نہیں لیکن اگر فی الجملہ معلوم ہو، مثلاً ان دو اشخاص میں سے کسی ایک کے لیے اقرار کرے لیکن معین نہ کرے تو یہ اقرار صحیح و نافذ ہوگا اور اس پر معین کرنا لازم ہوگا۔[2]

مستندات

اجماع

لإجماع الفقهاء و بناء العقلاء [3]

عرفاً و شرعاً اقرار صدق کرتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ احکام اقرار بھی قہراً جاری ہوں جن میں سے تعیین کرنے پر مجبور کرنا بھی ہے۔

قانون۲۰: کسی نابالغ بچے کے لیے نسب کا اقرار کرنا اس صورت میں صحیح و نافذ ہوگا کہ نسب کا ثبوت عرفاً اور عادۃً اس کے حق میں ممکن ہو اور وہ مجہول النسب نہ ہو اور کوئی اختلاف در پیش نہ آئے لیکن بالغ انسان کے نسب کے ثابت ہونے میں مذکورہ شرائط کے ساتھ مقربہ (جس کے لیے نسب کا اقرار کیا جارہا ہے) وہ بھی اس اقرار کی تصدیق کرے۔[4]

1۔ المغنی، شرح کبیر ۲۷۲۔

2۔ جواہر الکلام، ج۳۵ ص۵۶ کتاب اقرار تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، کتاب اقرار ص ۱۹۸ قوانین و مقررات، وکیل ہائی کورٹ عاطفہ زاہدی، مادہ ۱۲۷۱۔

3۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص: 237۔

4۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص۱۵۴ کتاب اقرار تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، کتاب اقرار ص۲۰۰ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج۲۲ کتاب اقرار ص۶۴۹ مبسوط شیخ طوسی ج۲ ص۷ ۴۴۔

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِیِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ"[1]

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔[2]

قانون۲۱: مقر اور مقر لہ کے درمیان سبب اقرار میں اختلاف ہونا اقرار کی صحت میں مانع نہیں ہوتا۔[3]

قانون۲۲: جو شخص بھی کسی حق کا کسی غیر کے لیے اقرار کرے تو اس کا یہ اقرار نافذ اور وہ اپنے اقرار کا پابند ہوگا۔[4]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِیِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[5]

---

[1]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص186 مسلسل 29342۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج۵، ص۳۲۸۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، کتاب اقرار ج۲، ص۱۹۶ قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ۱۲۷۴ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص:253۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، کتاب اقرار ج۲، ص۱۹۶ قوانین و مقررات، عاطفہ زاہدی، مادہ۱۲۷۵ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص:253۔

[5]۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص186 مسلسل 29342۔

ترجمہ: ”رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔“

قانون ۲۳: کسی مبہم اور نا معلوم چیز کا اقرار صحیح ہے اور اقرار کرنے والے سے اس کو تسلیم کرایا جائے گا اور اس سے وضاحت طلب کی جائے گی اور اسے ابہام دور کرنے پر مجبور کیا جائے گا چنانچہ اس کی وضاحت اور تفصیل قبول ہو گی اور اگر عرف عام اور لغت کے اعتبار سے اس کی وضاحت مبہم کے مطابق ہو اور عرف ولغت کے حساب سے وہ مراد لینا ممکن ہو تو اس چیز کی ادائیگی اس پر لازم ہو گی۔[1]

مستند

لإطلاق قوله صلّی اللّٰه علیه إقرار العقلاء علی أنفسهم جائز۔

ترجمہ: ”عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

اذا قال لفلان: علیّ شيء او کذا صحّ اقراره ولزمه تفسیره[2]

ترجمہ: ”اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں کے لیے میرے ذمے کوئی چیز ہے تو اس طرح اس کا اقرار کرنا صحیح ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی وضاحت کرے۔“

قانون ۲۴: اگر کسی نے دوسرے شخص کے پاس دو چیزیں رکھی ہوں اور وہ کہے ان میں سے ایک تمہاری ہے یا کہے کہ میرے ذمے تمہارے کچھ گیہوں یا جو ہیں تو اسے وضاحت کرنے

---

[1] ۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۳۲ کتاب اقرار؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، کتاب اقرار ص ۱۹۷؛ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۴۰۱۔

[2] ۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج ۵، ص ۳۱۳ ترجمہ اگر کسی سے کہیے تمھاری کچھ چیز ہے مجھ پر اس کا اقرار صحیح ہے اور اس پر اسکی وضاحت کرنا لازم ہو گی۔

اور ابہام دور کرنے کے لیے کہا جائے گا چنانچہ جو وہ معین کر دے وہی اس پر لازم ہو گا اس کے علاوہ کچھ نہیں۔[1]

مستند

لفرض أن حق التعیین له فلا بد من قبول قوله مع عدم المعارض [2]

''کیونکہ تعیین کرنا اس کا حق ہے لہٰذا اس کی بات قبول کی جائے گی جبکہ کوئی اس کا مخالف بھی نہ ہو۔''

قانون ۲۵: جس طرح مقربہ (جس چیز کا اقرار کیا گیا ہو) کے بارے میں عدم علم اور ابھام مضر نہیں اسی طرح مقرلہ (جس کے حق میں اقرار کیا گیا ہو) کے بارے میں بھی ابھام ولا علمی ضرر نہیں رکھتا مقر کو وضاحت بیان کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔[3]

مستند

لصدق الإقرار عرفا و شرعا فلا بد من ترتب أحكامه علیه قهرا و منها الإلزام بالتعیین[4]

ترجمہ: ''عرفاً وشرعاً اس پر اقرار صدق کرتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ احکام اقرار بھی قہراً جاری ہوں جن میں سے ایک اسے تعیین کرنے پر مجبور کرنا ہے۔''

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۹۸؛ جواهر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۳۲ کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۴۲۱۔

[2]۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: 237۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، کتاب اقرار ص ۱۹۸ جواهر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۵۶ - مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: 239۔

[4]۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: 239۔

قانون۲۶: اگر سفیہ جسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا گیا ہو یہ اقرار کرے کہ اس کے ذمے یا اس کے قبضے میں کسی کا مال ہے تو اس کا اقرار نافذ نہیں ہو گا (یہ حکم صرف مال کے سلسلے میں ہے) مال کے علاوہ مثلاً طلاق یا خلع کے بارے میں اس کا اقرار نافذ ہو گا۔[1]

مستندات

قرآن مجید

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَ ارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَ اكْسُوهُمْ وَ قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا[2]

ترجمہ: "اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو (البتہ) ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھے پیرائے میں گفتگو کرو۔"

قانون ۲۷: اگر بچہ بالغ ہو جانے کا دعوی کرے چنانچہ اگر وہ کہے کہ چونکہ اس کی ناف کے نیچے بال اُگ آئے ہیں تو اس کے دعوے سے کام نہیں چلے گا بلکہ اختبار کے ذریعے اس کی تصدیق کی جائے گی اسی طرح عمر کے اعتبار سے بالغ ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اس سے گواہ لانے کو کہا جائے گا لیکن اگر وہ احتلام کی بنا پر بالغ ہونے کا دعویٰ کرے اور وہ ایسی حالت میں ہو کہ جس میں احتلام ہونا ممکن ہو تو قسم کے بغیر یا قسم کے ساتھ بھی اس کے دعوے کے ثابت ہونے میں تامل ہے۔[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۱۰۵ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، کتاب اقرار ص ۱۹۸؛ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص: 240۔

[2]۔ سورۃ النساء، آیت ۵۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، کتاب اقرار ج۲، ص ۱۹۹ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۳۵ ص ۱۱۷ کتاب اقرار مبسوط شیخ طوسی ج۲ ص ۴۴۴۔

قانون ۲۸: جس کے حق میں اقرار کیا ہو اگر وہ مقر کے اقرار کو جھٹلا دے تو اقرار کی گئی چیز قرض یا حق کی شکل میں مقر کے ذمے میں ہو تو مقر سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور ظاہراً مقر بری الذمہ ہو گا لیکن اگر وہ چیز جس کے بارے میں اقرار ہوا ہے عین موجود ہو تو ظاہر یہ ہے وہ مجہول المالک کے حکم میں آئے گی اور مالک کا اتہ پتہ معلوم ہو جانے تک وہ مقر یا حاکم شرع کے قبضے میں رہے گی۔[1]

قانون ۲۹: کسی چیز کا اقرار کرنے کے فوراً بعد اگر اس کے متضاد اور منافی چیز کا اقرار کرے تو دوسرا اقرار لغو اور بیکار ہو گا۔[2]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

قال النبی ﷺ: لا انکار بعد الاقرار[3]

ترجمہ: ''اقرار کے بعد انکار قابل قبول نہیں۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

لا يقبلُ رجوع المقر عن الاقرار[4]

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲ کتاب اقرار ص ۱۹۹ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۵۸۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص: 240۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، کتاب اقرار، ص ۱۹۹ منهاج الصالحین، آیت اللہ خوئی۔ ج ۳، کتاب اقرار ص ۲۲۶، جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۱۴۶۔

[3]۔ عوالی اللیالی۔ محمد بن ابراہیم احسائی ج ۳ ص ۴۴۲ طبعہ اولی۔

[4]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج ۵، ص ۲۸۸ ترجمہ: اقرار کے بعد انکار قابل قبول نہیں۔

ترجمہ: ''اقرار کرنے والے کا اقرار کرنے کے بعد اپنے اقرار سے انکار کرنا قابل قبول نہ ہوگا۔''

قانون ۳۰: اگر کوئی ایک چیز کا دو اشخاص کی ملکیت ہونے کا اقرار کرے اس طرح کہ پہلے ایک کی ملکیت کی خبر دے اس کے بعد دوسرے کی خبر دے مثلاً پہلے کہے یہ گھر زید کا ہے پھر اس کے فوراً بعد کہے یہ گھر عمرو کا ہے تو گھر اس کی ملکیت قرار دیا جائے گا جس کے لیے پہلے اقرار کیا ہے اور دوسرے شخص کو گھر کی قیمت اقرار کرنے والا بطور غرامت ادا کرے گا۔[1]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِیِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[2]

ترجمہ: ''رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

فاذا قال هذا الدار لزيد لا بل عمرو حكم به لزيد و وجبت عليه غرامته لعمرو۔[3]

ترجمہ: ''اگر کہے کہ یہ گھر زید کا ہے پھر اس کے فوراً بعد کہے یہ گھر عمرو کا ہے تو گھر زید کی ملکیت قرار دیا جائے گا اور عمرو کو گھر کی قیمت اقرار کرنے والا بطور غرامت ادا کرے گا۔''

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، کتاب اقرار ص ۲۰۰ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۳۵ ص ۱۳۰ کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۵۱۶۔

[2]۔ وسائل الشیعۃ، ج 23، ص 186 مسلسل 29342۔

[3]۔ المغنی، ابن قدامہ عبد الرحمان، ج ۵، ص ۲۸۸ ترجمہ جب یہ کہے کہ یہ گھر زید کا ہے پھر فوراً کہے نہیں بلکہ عمر کا ہے تو زید کے لئے گھر کا حکم کیا جائے گا اور لازم ہوگی اس پر گھر کی قیمت عمر کے لیے۔

قانون ۳۱: نافذ ہونے والے اقراروں میں سے ایک اقرار نسب (یعنی کسی کا بیٹا یا بھائی وغیرہ ہونے کا اقرار ہے) اقرار نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقر کو اپنے اقرار کی پابندی کرنی پڑے گی۔[1]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[2]

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔"

قانون ۳۲: اگر کوئی کسی نابالغ بچے کے سلسلے میں اپنے بیٹے ہونے کا اقرار کرے اور اس کا نسب ثابت ہو جائے تو اگر اس کے بالغ ہو جانے کے بعد انکار کر دے تو اس کے انکار کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔[3]

مستندات

آئمہ اہل بیت کا بیان

عَنْ عَلِيٍّ ع قَالَ إِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ بِالْوَلَدِ سَاعَةً لَمْ يُنْفَ عَنْهُ أَبَداً[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ ،امام خمینی ، ج ۲،کتاب اقرار؛ص ۲۰۰ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی ، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۶۴۹۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 21، ص: 247۔

[2]۔ وسائل الشیعۃ، ج 23، ص 186 مسلسل 29342۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ ،امام خمینی ،ج ۲،کتاب اقرار ص ۲۰۱ جواہر الکلام ،ج ۳۵ ص ۱۶۳ کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۶۵۹ مبسوط شیخ طوسی ج ۲ ص ۴۴۶۔

[4]۔ وسائل الشیعۃ، ج 21، ص: 499 ح مسلسل 27689۔

ترجمہ: ”امام علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب کوئی کسی کا اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کرے تو وہ کبھی اس کو اپنے سے نفی نہیں کر سکتا۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

اذا ثبت النسب بالاقرار ثمّ انکر المقر لم یقبل انکارہ [1]

وارثت میں اقرار سے متعلق قوانین

(Laws regarding the Confession of Inheritance)

قانون ۳۳: مرنے والے کے دو بیٹوں میں سے اگر ایک بیٹا اقرار کرے کہ مرنے والے کا تیسرا بیٹا بھی موجود ہے جبکہ دوسرا بیٹا انکار کرے تو جس کے بارے میں اقرار کیا گیا ہے وہ بیٹا نہیں کہلائے گا چنانچہ انکار کرنے والا اپنا آدھا حصہ لے گا جبکہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار کی بناء پر تیسرے حصے کا حقدار ہوگا اور مقربہ کو چھٹا حصہ ملے گا جو اقرار کرنے والے کے حصے کا باقی ماندہ حصہ ہوگا کہ جو اس کے اقرار کی وجہ سے کم ہوا ہے۔ [2]

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج۵، ص ۳۳۴ ترجمہ جب اقرار کے ذریعے نسب ثابت ہو جائے پھر مقر اسکا انکار کرے تو یہ انکار قابل قبول نہیں۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، کتاب اقرار ص۲۰۱ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، جِ۳۵ ص ۳ ۱۶کتاب اقرار مفتاح الکرامہ ج ۲۲کتاب اقرار ص ۶۸۲ مبسوط شیخ طوسی ج ۲ص ۴۴۵۔

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَنِ النَّبِیِّ ص أَنَّهُ قَالَ إِقْرَارُ الْعُقَلَاءِ عَلَی أَنْفُسِهِمْ جَائِزٌ[1]

ترجمہ: ”رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عقلاء کا اقرار ان کے اپنے نفسوں پر نافذ ہے۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

لومات وخلف ولدین فاقر احدهما باخ او اخت لزمه ان یعطی الفضل الذی فی یدیه لمن اقر له به[2]

ترجمہ: ”اگر کوئی مر جائے اپنے ورثاء میں دو بیٹے چھوڑ جائے اور ان میں سے ایک بیٹا اس بات کا اقرار کرے کہ ان کا تیسرا بھائی اور ایک بہن بھی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے حصے سے ان کا حصہ بھی دے جن کے بھائی اور بہن ہونے کا اس نے اقرار کیا ہے۔“

قانون ۳۴: اگر مرنے والے کے چند حقیقی بھائی اور بیوی موجود ہو اور بیوی یہ اقرار کرے کہ اس کا ایک بیٹا بھی موجود ہے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور باقی ماندہ تمام مال بیٹے کو ملے گا بشرطیکہ میت کے بھائی اس کے بیٹے ہونے کی تصدیق کر دیں لیکن اگر وہ انکار کر دیں تو تین چوتھائی بھائیوں کو اور آٹھواں حصہ بیوی کو اور بیوی کا باقی ماندہ حصہ بیٹے کو ملے گا۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعة، ج23، ص186 مسلسل 29342۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ ج۵، ص ۳۲۵۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، ج۲، کتاب اقرار ص۲۰۱ جواهر الکلام، ، ج۳۵ ص ۶ ۱کتاب اقرار مفتاح الکرامۃ ج ۲۲ کتاب اقرار ص۲۰۷ منهاج الصالحین، ج ۳، ص ۲۱۵۔

مستندات

قرآن مجید

فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ۔[1]

ترجمہ: ''اور اگر تمہاری اولاد ہو تو انہیں تمہارے ترکے میں سے آٹھواں حصہ ملے گا اور تمہاری اولاد نہ ہو تو انہیں تمہارے ترکے میں سے چوتھائی ملے گا۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

اذا خلف امراۃ واخاً فاقرت المراۃ بابن للمیت وانکر الأخ لم یثبت نسبہ و دفعت الیہ ثمن المیراث۔۔۔[2]

ترجمہ: ''اگر کوئی شخص اپنے ورثاء میں بیوی اور ایک بھائی چھوڑے اور اس کی بیوی اس بات کا اقرار کرے کہ متوفی کا ایک بیٹا بھی ہے اور متوفی کا بھائی انکار کرے تو متوفی کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کئے گئے شخص کا نسب ثابت نہ ہوگا اور متوفی کی بیوی کو اس کے ترکہ کا آٹھواں حصہ دیا جائے گا۔''

قانون ۳۵: اگر کوئی ایسا بچہ کہ جس کا نسب معلوم نہ ہو مر جائے اور کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ مرنے والا اس کا بیٹا ہے جبکہ اس کا امکان بھی موجود ہو اور کوئی اس کا حریف اور وہ مورد

---

[1]۔ سورہ نساء ۱۲۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ ج۵، ص ۳۳۲۔

اتہام بھی نہ ہو تو نسب ثابت ہو جائے گا چنانچہ بچے کا سارا مال اقرار کرنے والے کو میراث میں ملے گا۔[1]

مستند

أما ثبوت النسب فللإجماع و أما كون الإرث للمقر فلأنه ولده شرعا فيترتب عليه الحكم قهرا[2]

ترجمہ: ”نسب کا ثابت ہونا اس پر اجماع ہے اور مقر کا مالک ہونا اس کی میراث کا کیونکہ شرعاً وہ اس کا بیٹا ہے تو قہراً حکم بھی جاری ہوگا۔“

قانون ۳۶: اگر تمام وارث اقرار کریں کہ مرنے والا مقروض ہے یا اس کا کچھ مال کسی دسرے کا ہے تو اقرار حق بجانب ہے لیکن اگر کچھ اقرار کریں اور بعض انکار کر دیں تو اس صورت میں اگر دو اشخاص اقرار کریں اور وہ دونوں عادل ہوں تو میت کے ذمے قرض ثابت ہوگا۔[3]

مستندات

ا: قرآن مجید

مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ[4]

ترجمہ: ”متوفی کی میراث کی تقسیم وارثین میں میت کی وصیّت اوراس کے قرض ادا کرنے کے بعد ہو۔“

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، ج۲، کتاب اقرار ص ۲۰۱ جواھر الکلام، ج۳۵ ص ۷۶ اکتاب اقرار مفتاح الکرامۃ، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۶۶۱ مبسوط شیخ طوسی ج ۲ ص ۴۴۹۔

[2]۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص: 251۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، کتاب اقرار ص ۲۰۱ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۲۲ کتاب اقرار ص ۲۸۸۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج21، ص: 251۔

[4]۔ سورہ نساء ۱۱۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي رَجُلٍ مَاتَ فَأَقَرَّ بَعْضُ وَرَثَتِهِ لِرَجُلٍ بِدَيْنٍ قَالَ يَلْزَمُهُ ذَلِكَ فِي حِصَّتِهِ [1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے ایسے شخص کے بارے میں کہ جس کا انتقال ہو گیا ہو اور اس کے بعض ورثاء اس کے مقروض ہونے کا اقرار کریں تو اس کا کیا حکم ہے؟ امامؑ نے فرمایا: لازم ہوگا ان بعض پر اس قرض کی مقدار ان کی میراث کے حصّے میں۔''

فقہاء اہل سنت کی رائے

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔

انّ الوارث اذا اقر ابدین علی موروثہ قُبل اقرارہُ [2]

ترجمہ: ''بیشک اگر وارث اقرار کرے کہ مورّث مقروض تھا تو اس وارث کا اقرار قبول کیا جائے گا۔''

1۔ وسائل الشیعۃ، ج23، ص: 86 مسلسل 29344۔

2۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج۵، ص ۳۳۸۔

چوتھا باب : قوانینِ غصب

Chapter Four: (Laws of usurpation)

انون ا: کسی دوسرے شخص کے مال یا حق کو اُس کی اجازت کے بغیر اپنے تصرف میں لانا صحیح نہیں ہوگا۔(1)

تعریفات:(Definitions)

لغوی تعریف

الغَصبُ: أَخذُ الشیءِ ظُلماً[2]

ترجمہ: " غصب یعنی کسی چیز کو ظلم و زیادتی کے ساتھ قبضہ میں لینا ہے۔"

اصطلاحی تعریف

الغَصبُ، وَهُوالِاستِيلاءُعَلى مَالِلغَيرِمِن مَال أوحَقّ عُدوانا۔

ترجمہ: "غصب سے مراد کسی دوسرے کے مال یا حق پر زبردستی قبضہ کرنا ہے۔"[3]

قرآن مجید میں بھی لفظ غصب اسی معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت موسیؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ میں ارشاد فرمایا:

'' أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ''

1۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): کتاب الغصب، ج۲ ص ۳۱۲، ناشر مکتبہ العلمیہ الاسلامیہ تہران۔

2۔ لسان العرب (ابن منظور): ج۱ ص ۶۴۸، طبع سوم ۱۴۱۴ھ، ناشر دار صادر بیروت۔

3۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): مقدمہ کتاب الغصب، ج۲ ص ۳۱۲۔

ترجمہ: ”وہ کشتی چند غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں محنت کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اسے عیب دار بنادوں کیونکہ ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر (سالم) کشتی کو غصب کرلیتا تھا۔“[1]

مستندات

١۔ قرآن مجید

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھایا کرو مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تجارت کرو (تو کوئی حرج نہیں ہے)۔“[2]

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دوسرے کے مال کو ناحق اور ناجائز طریقہ سے کھانا منع ہے، اور چونکہ غصب شرعی لحاظ سے ناحق اور ناجائز طریقہ ہے لہٰذا اس آیت مبارکہ کے واضح مصادیق میں سے ایک غصب ہے، اس بنا پر مذکورہ آیت غصب کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔[3]

٢۔ حدیث نبوی

١- فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ... فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَ لَا مَالُهُ إِلَّا بِطِيبَةِ نَفْسِهِ فَلَا تَظْلِمُوا أَنْفُسَكُمْ[4]

---

[1]۔ سورہ کہف (١٨) آیت ٧٩۔

[2]۔ سورہ نساء (٤) آیت ٢٩۔

[3]۔ رجوع کریں: مجمع البیان (طبرسی): ج٢ ص ١٣٣، مذکورہ آیت کی تفسیر کے ذیل میں؛ التبیان (شیخ طوسی): ج٢ ص ١٣٨۔

[4]۔ من لایحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق): ج٤ ص ٩٣، طبع دوم، ١٤١٣ھ، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین قم۔

ترجمہ: "یقیناً تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں ... پس کسی کے لئے کسی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں ہے اور نہ ہی مسلمان کا مال حلال ہے مگر یہ کہ اُس کی مرضی سے ہو، پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔"

۲- مَنْ غَصِبَ شِبْراً مِنَ الْاَرضِ طَوَّقَهُ اللهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ يَوْمَ القيامة [1]

ترجمہ: "جو کوئی ایک بالشت زمین غصب کرے تو اللہ تعالی قیامت میں اُس زمین کو ساتوں طبقات سمیت طوق کی طرح اُس کی گردن میں ڈال دے گا۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے

وهو محرم بالكتاب والسنة و...

ترجمہ: "غصب، قرآن وسنت کی رو سے حرام ہے۔" [2]

غصب میں غاصب کی ذمہ داری

(Responsibility of usurper in usurpation)

قانون ۲: غاصب پر غصبی چیز اُس کے مالک یا ولی کو واپس لوٹانا لازم ہے [3]، چاہے اُس کی واپسی کے لئے خرچہ کرنا پڑے یا اُس کی واپسی غاصب کے نقصان کا سبب ہو۔ [4]

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

...فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَلَا مَالُهُ إِلَّا بِطِيبَةِ نَفْسِهِ۔

---

[1]۔ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۹، طبع ششم، ۱۳۹۴ ہجری قمری، دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

[2]۔ المغنی (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۲۷۴، طبع ۲۰۱۱ء، دار الفکر بیروت لبنان۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): کتاب الغصب، ج ۲، ص ۳۱۳، مسئلہ ۳۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): کتاب الغصب، ج ۲، ص ۳۱۷ و ۳۱۸، مسئلہ ۱۵۔

ترجمہ: ''یقیناً کسی مسلمان کا خون اور مال اُس کی رضایت کے بغیر (دوسرے کے لیے) حلال نہیں ہے۔''[1]

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمان کا مال محترم ہے اور مسلمان کے مال کی اُس کے خون کے ساتھ تشبیہ، اس مسئلہ کی نہایت اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

ا: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے ایک طویل روایت کے ضمن میں منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: ''غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔''[2]

اس حدیث کے عموم سے استفادہ ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی کسی مسلمان کے مال کے ضائع ہونے کا سبب بنے وہ ضائع شدہ مال کا ضامن ہوگا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

من غصب شيئا لزمه ردّه ما كان باقيا...

''جو کوئی کسی چیز کو غصب کرے تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ غصبی چیز باقی ہونے کی صورت میں اُسے (مالک کو) واپس لوٹائے۔''[3]

---

[1]۔ الکافی (شیخ کلینی) : ج ۷ ص ۲۷۳، طبع چہارم، ناشر دار الکتب الاسلامیہ تہران؛ من لایحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق) : ج ۴ ص ۹۳۔

[2]۔ الکافی (شیخ کلینی) : ج ۱ ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی) : ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸؛ طبع اول، ۱۴۰۹ھ ق، موسسہ آل البیت علیہم السلام، قم ایران۔

[3]۔ المغنی (ابن قدامہ) : ج ۵ ص ۳۷۵۔

قانون ۳: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنے ذاتی مال میں تصرف (مثلاً استعمال یا فروخت کرنے) سے روکے تو وہ غاصب نہیں کہلوائے گا، اگرچہ ایسا کرنا ظلم اور گناہ ہے۔[1]

دلیل: کیونکہ غصب میں مال کا غاصب کے تحت الید واقع ہونا (یعنی غاصب کا ناحق قبضہ) ضروری ہے جبکہ مذکورہ صورت میں وہ مال غاصب کے تحت الید قرار نہیں پاتا۔[2] لہٰذا غاصب ضامن بھی نہیں ہوگا۔

قانون ۴: غصب کا عنوان صادق آنے کا معیار یہ ہے کہ عرفِ عام میں کوئی چیز زبردستی غاصب کے قبضہ میں آجائے، چاہے وہ خود غاصبانہ کام کرے یا اُس کے حکم سے غصب کا عمل انجام پائے۔[3]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کردے۔“[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): کتاب الغصب، مسئلہ ۶؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۱۴۔

[2]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۱۲۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۱۴، کتاب الغصب، مسئلہ ۷۔

[4]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

تقریبِ استدلال

چونکہ عرفی طور پر حکم دینے والے ہی کو "زبردستی چیز حاصل کرنے والا" والا شمار کیا جاتا ہے اور مذکورہ حدیث کی بنا پر جس طرح اپنے ہاتھ سے غصب کرنے والے پر صادق آتا ہے ویسے ہیں غصب کا حکم دینے والے پر بھی صادق آتا ہے۔[1]

قانون ۵: اگر کسی چیز کے غصب میں دو افراد شریک ہوں تو وہ دونوں غاصب کہلوائیں گے اور اُن میں سے ہر ایک غصب شدہ چیز پر تسلط کی نسبت سے ضامن ہو گا۔[2]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: "ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔"[3]

تقریب استدلال

مندرجہ بالا فقہی قاعدہ جس طرح ایک مستقل شخص کو شامل ہے اُسی طرح دو یا دو سے زیادہ افراد کے اکٹھے ہونے کی صورت کو بھی شامل ہے۔[4]

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۲۲، ۲۳۔
[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۱۶، کتاب الغصب، مسئلہ ۱۰۔
[3]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔
[4]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۳۲۔

غصبی چیز سے متعلقہ قوانین

(Laws relating to usurpation)

قانون۶: غصب کا مورد کوئی چیز (عین)، منفعت یا کسی چیز سے متعلق حقِ مالی ہو سکتا ہے، چاہے مالک ایک ہو یا زیادہ، مالک معین ہوں یا غیر معین (جیسے نوع اشخاص پر موقوفہ چیز کا غصب)، وہ چیز اس کے لیے فائدہ مند ہو یا نہ ہو۔[1]

مستندات

غصب کی حرمت پر دلیل عام ہے اور قانون میں مذکور تمام صورتوں میں عرفی اور شرعی لحاظ سے غصب صادق آتا ہے۔[2]

اہل سنت فقہاء کی رائے

لا یثبت الغصب فیما لیس بمال۔

ترجمہ: ''ایسی چیز میں غصب ثابت نہیں ہوتا جو مال نہ ہو۔''[3]

قانون۷: اگر غصبی چیز عیب دار یا ضائع ہو جائے تو اُس کا جبران کرنا غاصب کی ذمہ داری ہے۔[(4)]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۱۲ و ۳۱۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۱ و ۲۔

[2]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۷، طبع خیام قم، ۱۴۰۶ھ۔

[3]۔ المغنی (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۴۴۸۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۱۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۳۔

مستندات

ا): قرآن مجید

فَمَنِ اعۡتَدَیٰ عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوا عَلَیۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدَیٰ عَلَیۡکُمۡ۔

ترجمہ: ”جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جس طرح اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔“[1]

تقریبِ استدلال

اس آیت مبارکہ کے اطلاق سے استفادہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی غاصب کسی دوسرے شخص کی کوئی چیز غصب کرلے تو چونکہ یہ ایک طرح کی زیادتی ہے لہٰذا ایسی زیادتی کرنے والا، تلافی کے طور پر غصبی چیز کا ذمہ دار ہوگا۔

نیز اسی آیت مبارکہ سے ماخوذ فقہی قاعدہ ”مَنۡ أَتۡلَفَ مالَ الۡغَیۡرِ فَهُوَ لَهُ ضامِن“ جو کوئی کسی دوسرے شخص کا مال ضائع کرے تو وہ اُس کا ضامن ہے[2]؛ کی بنا پر بھی غاصب، غصبی چیز کا ضامن ہوگا۔[3]

۲): حدیث نبوی ﷺ

عَلَی الۡیَدِ مَا أَخَذَتۡ حَتّیٰ تُؤَدّی۔

---

[1]۔ سورہ بقرہ: آیت ۱۹۴۔

[2]۔ ماۃ قاعدہ فقہیہ (مصطفوی): ص۲۰؛ القواعد الفقہیہ (بجنوردی): ج۲ ص۲۵، طبع اول ۱۴۱۹ھ، نشر الہادی، قم ایران۔

[3]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص۴۳۔

ترجمہ: ''ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔''[1]

۳): آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنِ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُعْطِي الْمَالَ فَيَقُولُ لَهُ ائْتِ أَرْضَ كَذَا وَ كَذَا وَ لَا تُجَاوِزْهَا وَ اشْتَرِ مِنْهَا، قَالَ: فَإِنْ جَاوَزَهَا وَهَلَكَ الْمَالُ فَهُوَ ضَامِنٌ وَإِنِ اشْتَرَى مَتَاعاً فَوُضِعَ فِيهِ فَهُوَ عَلَيْهِ وَإِنْ رَبِحَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا [2]

ترجمہ: ''حلبی نے امام جعفرع صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس نے دوسرے شخص کو مال دیا اور اُسے کہا: فلاں فلاں سرزمین پر جاؤ اور وہاں سے آگے نہ بڑھو، اور وہیں سے خریدو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر عامل وہاں سے آگے بڑھے اور مال ضائع ہو جائے تو وہ ضامن ہو گا، اور اگر وہاں سے کوئی چیز خریدے اور اُس میں نقصان اٹھائے تو وہ نقصان اُسی کے ذمہ ہو گا اور اگر نفع اٹھائے تو وہ مالک اور اُس کے درمیان تقسیم ہو گا۔''

تقریب استدلال

مذکورہ حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مال کو اُس کی اجازت یا مرضی کے بغیر کہیں لے جائے اور وہ مال ضائع ہو جائے تو مال لے جانے والا ضامن ہو گا۔ اس بنا پر چونکہ غاصب بھی صاحبِ مال کی اجازت اور مرضی کے بغیر اُس کے مال کو کسی اور جگہ لے جاتا ہے لہٰذا اگر وہ مال ناقص یا ضائع ہو جائے تو غاصب ضامن ہو گا۔

---

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸، طبع اول، ۱۴۰۸ ہجری قمری، موسسہ آل البیت، بیروت لبنان۔

[2]۔ وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج ۷ ص ۱۳، حدیث نمبر ۲۴۰۴۹۔

قانون۸: حقوق کے غصب میں، اگرچہ غاصب گناہگار ہے لیکن وہ غصبی چیز کا ضامن نہیں ہے۔[1]

دلیل: کیونکہ غصب میں غاصب کے ضامن ہونے کی دلیل اُن موارد میں خاص ہے جو تحت الید واقع ہوتے ہیں، چاہے عیٰن ہو یا منفعت؛ لیکن چونکہ حقوق تحت الید قرار نہیں پاتے لہٰذا حقوق کے غصب میں غاصب ضامن نہیں ہوتا۔[2]

غصبی چیز کے ضائع یا عیب دار ہونے کے متعلق قوانین

(Laws regarding the loss or defect of the Usurped object)

قانون۹: اگر غصبی چیز ضائع ہو جائے، تو غاصب پر اُس کا بدل (اُس جیسی چیز یا اُس کی قیمت) ادا کرنا ضروری ہے اور مالک اُسی (غصبی) چیز کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا۔[3]

مستندات

مالک کے اُسی چیز کے مطالبہ کے جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے لہٰذا غاصب فقہی قاعدہ الاتلاف:

مَنْ أَتْلَفَ مالَ الْغَيْرِ فَهُوَ لَهُ ضامِن۔

ترجمہ: ”جو کوئی کسی دوسرے شخص کا مال ضائع کرے تو وہ اُس کا ضامن ہے[4] کی بنا پر اُس چیز کے بدلے میں مِثل (اُس جیسی چیز) یا قیمت کا ضامن ہوگا۔“

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): کتاب الغصب، مسئلہ ۴۔

[2]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۱۲۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۱۸، کتاب الغصب، مسئلہ ۱۶۔

[4]۔ ماۃ قاعدہ فقھیہ (مصطفوی): ص ۲۰؛ القواعد الفقھیہ (بجنوردی): ج ۲ ص ۲۵، طبع اول ۱۴۱۹ھ، نشر الھادی، قم ایران۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

...فان تلف فی یدہ لزمہ بدلہ...

ترجمہ: ”اگر غصبی چیز غاصب کے پاس ضائع ہو جائے تو اُس پر غصبی چیز کا بدلہ ادا کرنا ضروری ہے۔“[1]

قانون ۱۰: اگر غصبی چیز میں کوئی عیب یا نقص پیدا ہو جائے تو غاصب پر غصبی چیز کے ساتھ عیب کا تاوان ادا کرنا ضروری ہے، اور مالک کو حق نہیں ہے کہ وہ غاصب کو معیوب چیز اپنے پاس رکھ کر اُس کی پوری قیمت ادا کرنے پر مجبور کرے۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

ا: حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: ”غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔“[3]

تقریب استدلال

پہلی حدیث کے اطلاق اور دوسری دلیل کے عموم کی بنا پر جب تک غصبی چیز باقی ہے اگرچہ وہ ناقص یا معیوب ہو چکی ہو پھر بھی اصل مالک کی ملکیت ہی میں رہے گی، لہٰذا وہی چیز مالک کو واپس کی جائے گی، البتہ قاعدہ لاضرر کی بنا پر غاصب کے لیے عیب کا تاوان ادا کرنا ضروری ہے۔

---

[1]۔ المغنی (ابن قدامہ): ج۵ ص۳۷۵۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج۲، ص۳۲۰، کتاب الغصب، مسئلہ ۲۱۔

[3]۔ الکافی (شیخ کلینی): ج۱ ص۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی) ج۹ ص۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔

۲: امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول روایت (صحیحہ ابی ولّاد) میں آپؑ نے مقررہ جگہ پر جانے کے لیے کرایہ پر لی ہوئی سواری کو کسی اور جگہ لے جانے والے کو غاصب قرار دیا اور جب اُس نے سواری کے جانور کے عیب دار ہونے کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا:

فَقَالَ: عَلَيْكَ قِيمَةُ مَا بَيْنَ الصِّحَّةِ وَالْعَيْبِ يَوْمَ تَرُدُّهُ عَلَيْه [1]

ترجمہ: ”تم پر جانور کی واپسی کے دن کی صحیح اور عیب دار کی درمیانی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔“

قانون ۱۱: غصبی چیز باقی ہونے کی صورت میں وہی چیز واپس کی جائے گی، اگرچہ بازار میں اُس کی قیمت کم ہو گئی ہو، اور غاصب قیمت کی کمی کا ضامن نہیں ہوگا۔ [2]

مستندات

ا): حدیث نبوی ﷺ

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔“[3]

تقریب استدلال

یہاں غاصب کو صرف غصبی چیز کی واپسی کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے لہٰذا وہ بازار میں قیمت کی کمی کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

---

[1]۔ وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج ۲۵ ص ۳۹۰ و ۳۹۱، حدیث نمبر ۳۲۱۹۹۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۰، کتاب الغصب، مسئلہ ۲۲۔

[3]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حضرت امام موسی کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ

ترجمہ: ”غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔“[1]

اس حدیث کی بنا پر غاصب پر غصبی چیز ہی کی واپسی ضروری ہے کیونکہ کیونکہ وہ چیز غصب کے بعد بھی اصل مالک کی ملکیت میں ہے۔

قانون ۱۲: غصبی چیز کے غاصب کے ہاتھوں ضائع ہو جانے کی صورت میں اگر غاصب اُس جیسی چیز فراہم کرنے سے معذور ہو تو اُس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر اُس کی قیمت مختلف اوقات میں مختلف ہو جاتی ہو تو واپسی کے وقت کی آخری قیمت معیار ہے۔[2]

مستندات

۱): حدیث نبوی ﷺ

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کردے۔“[3]

[1]۔ الکافی (شیخ کلینی): ج ۱ ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی): ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔
[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۱، کتاب الغصب، مسئلہ ۲۵۔
[3]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

تقریبِ استدلال

اس قاعدہ کے مطابق چونکہ غاصب، اصل غصبی چیز کا ضامن اور اُس کی واپسی کا ذمہ دار ہے، لہٰذا عرفی طور پر واپسی کے دن کی قیمت کی ادائیگی ہی اُس چیز کی واپسی کے مترادف ہے۔[1]

قانون ۱۳: جب غاصب، غصبی چیز واپس کرنے سے قاصر ہو جائے تو اگر اُس جیسی چیز (مِثل) میسر ہو تو غاصب پر ضروری ہے کہ اُسے خرید کر مالک کے حوالے کرے چاہے اُس کی قیمت، اصل غصبی چیز سے زیادہ ہو بشرطیکہ کوئی حرج لازم نہ آتا ہو۔[2] اور اگر مِثل نہ ہو تو وہ اُس چیز کی بازار میں موجودہ قیمت کا ضامن ہوگا۔[3]

مستندات

۱): قرآن مجید

فَمَنِ اعۡتَدَیٰ عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوا عَلَیۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدَیٰ عَلَیۡکُمۡ۔

ترجمہ: ”جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جس طرح اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔“[4]

نیز اسی آیت مبارکہ سے ماخوذ فقہی قاعدہ ”من اتلف مال الغیر فھو ضامن له“ کی بنا پر بھی غاصب، غصبی چیز کے بدلے میں مِثل یا قیمت ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔[5]

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۶۰۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۲۱ ۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۲۷۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۲۱ ۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۲۵۔

[4]۔ سورہ بقرہ: آیت ۱۹۴۔

[5]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۴۳۔

۲): حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّى۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔“[1]

۳): آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

ا): حضرت امام موسی کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: ”غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔“[2]

اہل سنت فقہاء کی رائے

لما تعذر ردّ العين وجب ردّ ما يقوم مقامها في المالية۔

ترجمہ: ”جب غاصب، غصبی چیز کی واپسی سے قاصر ہو جائے تو اُس پر ایسی چیز کی واپسی ضروری ہے جو غصبی چیز کی مالیت کے برابر ہو۔“[3]

قانون ۱۴: اگر غصبی چیز غاصب کے ہاتھوں میں ضائع ہو جائے اور اُس جیسی چیز کی قیمت گر چکی ہو تو غاصب اُسی کم قیمت چیز کو خرید کر مالک کے حوالے کرے گا، اور مالک کو قیمت کے تفاوت کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔[(4)]

1۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

2۔ الکافی (شیخ کلینی) ج ۱ ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی) ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔

3۔ المغنی (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۳۷۵، ۳۷۶۔

4۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۲۱، کتاب الغصب، مسئلہ ۲۸۔

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

عَلَی الْیَدِ مَا أَخَذَتْ حَتّٰی تُؤَدِّی۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔“[1]

تقریبِ استدلال

مذکورہ حدیث کا تقاضا ہے کہ اصل غصبی چیز مالک کو واپس کی جائے اور واضح ہے کہ جب اصل چیز ضائع ہو چکی ہو تو اُس جیسی (مِثل) چیز کی واپسی اصل چیز کی واپسی کے مترادف ہے، لہٰذا اُس جیسی چیز اگرچہ کم قیمت میں میسر ہو وہی خرید کر واپس کی جائے گی۔

۲): آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حضرت امام موسی کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: ”غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔“[2]

قانون ۱۵: اگر غصبی چیز کا مالک معین ہو تو وہ چیز اُسی مالک، اُس کے وکیل یا اُس کے ولی کو واپس کی جائے گی، لیکن اگر غصبی چیز کسی ایک نوع (مثلاً فقراء) کے لیے وقف شدہ چیزوں

---

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

[2]۔ الکافی (شیخ کلینی): ج ۱ ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی) ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔

میں سے ہو تو متولی ہونے کی صورت میں اُسے، وگرنہ ولی عام یعنی سرکار کے حوالے کی جائے گی، اور اُس نوع کے کچھ افراد (مثلاً بعض فقراء) کے حوالے کرنا صحیح نہیں ہو گا۔[1]

مستندات

ا): حدیث نبوی ﷺ

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: "ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔"[2]

تقریبِ استدلال

مذکورہ دونوں حدیثوں میں ردّ اور ادا (یعنی واپسی) کا عرفی مفہوم یہ ہے کہ غصبی چیز اُس شخص کو واپس کی جائے گی جسے اُس چیز پر ولایت و سلطنت حاصل ہو، لہٰذا مالک معین ہونے کی صورت میں اُسے یا اُس کے وکیل کو واپسی ہو گی، اور کبھی متولی کو کیونکہ وہ موقوفہ مال پر ولایت و سلطنت رکھتا ہے اور کبھی حاکم کو کیونکہ اُسے ولایت عامہ حاصل ہے۔[3]

قانون ۱۶: جس سے کوئی چیز غصب کی گئی ہو اُسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ غصبی چیز کی بعض خصوصیات کے پیشِ نظر اُسی جگہ اور اُسی موسم (مثلاً گرمی یا سردی) میں واپسی کا مطالبہ کرے جس جگہ اور جس موسم میں وہ چیز غصب کی گئی تھی۔[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۱۹، کتاب الغصب، مسئلہ ۱۹۔

[2]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

[3]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۴۹، ۵۰۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۱ و ۳۲۲، کتاب الغصب، مسئلہ ۲۹؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۲۲۱۔

مستندات

ا): حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: ''ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔''[1]

۲): آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حضرت امام موسی کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: ''غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔''[2]

تقریبِ استدلال

مذکورہ دونوں احادیث جس طرح اصل غصبی چیز کو شامل ہیں اُسی طرح اُس چیز کی داخلی خصوصیات کو بھی شامل ہیں جن کی وجہ سے وہ چیز کسی خاص موسم یا زمانے میں زیادہ قیمتی شمار ہوتی ہے، پس جس طرح اصل چیز کی واپسی ضروری ہے اُسی طرح اُس کی زمانے سے مربوط خصوصیات واوصاف کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔[3]

1۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

2۔ کافی (شیخ کلینی) ج ۱، ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی) ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔

3۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۶۵۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

"...إذا غصب شيئاً ببلد فلقيه ببلد آخر... للمغصوب منه... أن يستوفيه في بلده"

اگر کوئی چیز ایک شہر میں غصب کرے اور پھر دوسرے شہر میں مالک سے ملے... تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ اُس جگہ چیز واپس لے جہاں غصب ہوئی تھی۔[1]

قانون ۱۷: اگر غاصب، غصبی چیز کو کسی دوسری جگہ منتقل کردے اور مالک اُس سے غصبی جگہ واپسی کی اجرت (کرایہ وغیرہ) کا مطالبہ کرے تو غاصب پر اجرت دینا ضروری نہیں ہے، نیز اگر مالک غصبی چیز کے دوسری جگہ رہنے پر ہی راضی ہو جائے تو غاصب کو وہ چیز زبردستی غصب کی جگہ پلٹانے کا حق نہیں ہوگا۔[2]

کیونکہ مالک کا حق غصبی چیز کی اُسی جگہ واپسی ہے جہاں غصب ہوئی تھی، نہ کہ واپسی کی اجرت وغیرہ۔

قانون ۱۸: اگر غاصب غصبی چیز کی واپسی میں عاجز ہونے کی بنا پر مالک کو اُس کا عوض ادا کر دے اور پھر بعد میں غصبی چیز کی واپسی پر قادر ہو جائے تو غاصب اُسی چیز کو واپس کرکے بدلے میں دی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے۔[3]

مستندات

۱): حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

---

[1] المغنی (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۴۱۹۔

[2] جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۲۲۲۔

[3] تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۲ و ۳۲۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۳۲۔

ترجمہ: "ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔"[1]

تقریبِ استدلال

یہ حدیث اصل غصبی چیز کی واپسی کا تقاضا کرتی ہے، جبکہ اُس چیز کی مِثل یا قیمت کی ادائیگی حقیقت میں اصل چیز کی واپسی شمار نہیں ہوتی اگرچہ اصل چیز کی واپسی سے عاجز ہونے کی صورت میں اُس کا بدل قرار پاتی ہے، پس جب عذر زائل ہو جائے اور اصل چیز کی واپسی ممکن ہو تو مذکورہ قاعدہ کی بناپر اصل چیز ہی کی واپسی ضروری ہو گی۔[2]

۲): آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: "غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔"[3]

اس حدیث کا عموم قانون میں مذکورہ صورت کو بھی شامل ہے لہٰذا جب بھی اصل غصبی چیز کی واپسی ممکن ہو اُسے مالک کو واپس کیا جائے گا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں حنابلہ اور شافعیہ، امامیہ کے موافق ہیں:

من غصب شيئا يعجز عن ردّه... فللمغصوب منه المطالبة ببدله، فاذا أخذه ملكه ولم يملك الغاصب العين المغصوبة بل متى قدر عليها لزمه ردّها ويسترد قيمتها التي أداها وبهذا قال الشافعي...۔

1۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

2۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۸۱۔

3۔ کافی (شیخ کلینی) ج ۱ ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی) ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔

ترجمہ: ”جس نے کوئی چیز غصب کی اور پھر اُس کی واپسی سے عاجز آگیا... تو مالک کو اُس کے بدلہ کے مطالبہ کا حق ہے، جب مالک بدلہ وصول کرلے تو اُس کا مالک بن جائے گا جبکہ غاصب غصبی چیز کا مالک نہیں ہوگا، بلکہ جب بھی اُس کے لیے ممکن ہو اُس پر غصبی چیز کی واپسی ضروری ہے اور وہ (بدلہ میں) اداشدہ قیمت واپس لے گا، شافعی کا بھی یہی قول ہے۔“[1]

حنفیہّ اور مالکیہ کی نظر

قال أبوحنیفه و مالك: یخیر المالك بین الصبرإلی إمکان ردّھا و بین تضمینه إیاھا فیزول ملکه عنھا و تصیر ملکا للغاصب لایلزمه ردّھا۔

ترجمہ: ” ابو حنیفہ اور مالک نے کہا ہے: مالک کو اختیار ہے کہ وہ غصبی چیز کی واپسی کے امکان کا انتظار کرے یا غاصب کو اُس کا مالک بنا دے، اس طرح مالک کی ملکیت ختم ہو جائے گی اور غصبی چیز غاصب کی ملکیت قرار پائے گی جس کی واپسی اُس پر ضروری ہے۔“[2]

قانون۱۹: اگر ایک ہی چیز کے یکے بعد دیگرے کئی افراد غاصب ہوں اور پھر وہ چیز ضائع ہو جائے تو سب غاصب ضامن ہیں اور مالک کسی سے بھی اپنی چیز کے بدلہ کا مطالبہ کرسکتا ہے؛ اور ہر پہلا غاصب، بعد والے غاصب سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے۔[(3)]

مستندات

۱): قرآن مجید

فَمَنِ اعْتَدَی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَی عَلَیْکُمْ۔

[1]۔ المغنی والشرح الکبیر (ابن قدامہ): ج۵ ص۴۱۷۔

[2]۔ المغنی والشرح الکبیر (ابن قدامہ): ج۵ ص۴۱۷۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج۲ ص۳۲۴، کتاب الغصب، مسئلہ ۳۶؛ جواھر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج۲۷ ص۳۳۔

ترجمہ: ”جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جس طرح اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔“[1]

استدلال

یہ آیت مبارکہ تمام غاصبوں کو شامل ہے اور چونکہ وہ سب یکے بعد دیگرے زیادتی (اعتدا) کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں لہٰذا سب غصبی چیز کے ضامن قرار پائیں گے۔

۲): حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔“[2]

تقریبِ استدلال

اس قاعدہ کے اطلاق کا تقاضا ہے کہ مال کے غصب میں شامل تمام افراد ضامن ہوں، اسی لیے مالک کسی سے بھی اپنی تمام یا بعض چیز کا مطالبہ کر سکتا ہے۔[3]

قانون ۲۰: اگر غصبی چیز باقی ہو لیکن اُس کی شکل و صورت بگڑ گئی ہو تو غاصب اصل چیز واپس کرنے کے ساتھ ساتھ شکل و صورت کی قیمت بھی ادا کرے گا، لہٰذا مالک کو اختیار نہیں کہ وہ غاصب پر پہلی شکل و صورت بحال کرنا ضروری قرار دے، اور اگر غاصب پہلی شکل و صورت بحال کرنے کا کہے تو مالک کے لیے قبول کرنا ضروری نہیں ہوگا۔[(4)]

1۔ سورہ بقرہ: آیت ۱۹۴۔

2۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

3۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۸۹، ۹۰۔

4۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۵، کتاب الغصب، مسئلہ ۳۸۔

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: "ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔"[1]

تقریبِ استدلال

اس قاعدہ کے اطلاق کا تقاضا ہے کہ جب تک اصل غصبی چیز باقی ہے وہی مالک کو واپس کی جائے گی، اور چونکہ چیز کی شکل و صورت اُس کی قیمت سے مربوط ہے لہٰذا غاصب، غصبی چیز کی شکل و صورت کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔[2]

قانون ۲۱: اگر کوئی ایسی دو چیزیں غصب کرے جن کی انفرادی قیمت، دونوں کی مجموعی قیمت سے کم ہو (مثلاً ایک جوڑا جوتوں) میں سے ایک ضائع ہو جائے تو غاصب دونوں کی مجموعی قیمت کے اعتبار سے ضائع شدہ چیز کا ضامن ہوگا اور باقی ماندہ چیز مالک کو واپس کی جائے گی۔[(3)]

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

[2]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۹۶۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۰، کتاب الغصب، مسئلہ ۴۱؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۱۳۹، ۱۴۰۔

مستندات

۱): حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَی الْیَدِ مَا أَخَذَتْ حَتّٰی تُؤَدِّی۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔“[1]

۲): آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصْبَ کُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: ”غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔“[2]

مذکورہ دونوں حدیثوں کے عموم اور اطلاق کا تقاضا ہے کہ اصل غصبی چیز میں سے جس حصہ کی واپسی ممکن ہو اُسے مالک کو واپس کیا جائے گا۔

---

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

[2]۔ الکافی (شیخ کلینی): ج ۱ ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی): ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔

غصبی چیز میں اضافہ یا محنت سے متعلقہ قوانین
(Laws regarding to increase in usufruct or labor)

قانون ۲۲: اگر غاصب، غصبی چیز میں (اپنی محنت سے) ایسا اضافہ کرے جو صرف اثر ہو (مثلا کپڑے کا مالک کے دھاگہ کے ساتھ سلائی کرنا یا گندم کا آٹا بنانا) تو اُسے جوں کی توں مالک کو واپس کرے اور اضافہ (محنت) کے عوض غاصب کو کچھ نہیں ملے گا۔[1]

مستندات

کیونکہ مالک کی اجازت نہ ہونے کی بناپر غاصب کی محنت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔[2]

قانون ۲۳: اگر غصبی زمین میں کھیتی کرے یا پودے لگائے تو کھیتی، پودے اور اُن کا منافع غاصب کا ہوگا، لیکن غاصب کو زمین کا کرایہ دینا ہوگا؛ اور غاصب پر کھیتی اور پودوں کو اکھاڑنا ضروری ہے اگرچہ اُسے نقصان ہو۔[3]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ﷷ عَنْ رَجُلٍ أَتَى أَرْضَ رَجُلٍ فَزَرَعَهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ الزَّرْعُ جَاءَ صَاحِبُ الْأَرْضِ فَقَالَ زَرَعْتَ بِغَيْرِ إِذْنِي فَزَرْعُكَ لِي وَعَلَيَّ مَا أَنْفَقْتَ، أَلَهُ ذَلِكَ أَمْ لَا فَقَالَ: لِلزَّارِعِ زَرْعُهُ وَلِصَاحِبِ الْأَرْضِ كِرَاءُ أَرْضِهِ [4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): کتاب الغصب، مسئلہ ۴۳؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۱۵۰۔
[2]۔ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۱۵۰۔
[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۶، کتاب الغصب، مسئلہ ۴۴۔
[4]۔ الکافی (شیخ کلینی): ج ۵ ص ۲۳۴۔

ترجمہ: ”عقبہ بن خالد نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے کسی دوسرے شخص کی زمین میں اُس کی اجازت کے بغیر کاشت کی، جب کھیتی بڑھ گئی تو زمین کا مالک آ پہنچا اور کہا: تم نے میری اجازت کے بغیر کاشت کی ہے، لہٰذا تمہاری کھیتی میری ہوئی اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے وہ میرے ذمہ رہا، تو کیا اُس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کھیتی اُس کے کاشتکار کی ہے اور زمین کے مالک کے لیے اپنی زمین کا کرایہ ہوگا۔“[1]

۲- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عليه السلام فِي رَجُلٍ اكْتَرَى دَاراً وَ فِيهَا بُسْتَانٌ فَزَرَعَ فِي الْبُسْتَانِ وَ غَرَسَ نَخْلًا وَ أَشْجَاراً وَ فَوَاكِهَ وَ غَيْرَ ذَلِكَ وَ لَمْ يَسْتَأْمِرْ فِي ذَلِكَ صَاحِبَ الْبُسْتَانِ فَقَالَ عَلَيْهِ الْكِرَاءُ وَ يُقَوِّمُ صَاحِبُ الدَّارِ الْغَرْسَ وَ الزَّرْعَ قِيمَةَ عَدْلٍ فَيُعْطِيهِ الْغَارِسَ وَ إِنْ كَانَ اسْتَأْمَرَ فَعَلَيْهِ الْكِرَاءُ وَ لَهُ الْغَرْسُ وَ الزَّرْعُ يَقْلَعُهُ وَ يَذْهَبُ بِهِ حَيْثُ شَاءَ[2]

ترجمہ: ”محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں روایت کی ہے جس نے ایک گھر کرایہ پر لیا، اُس گھر میں ایک باغ تھا، اُس شخص نے باغ میں کاشتکاری کی اور کھجور اور دیگر پھلوں کے درخت بوئے جبکہ اُس نے گھر کے مالک سے اس سلسلہ میں اجازت نہیں لی تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اُسے کرایہ ادا کرنا ہوگا، اور گھر کا مالک کھیتی اور درختوں کی عادلانہ قیمت لگائے گا اور اُسے کاشت کرنے والے کو دے گا اگر اُس نے اِس سلسلہ میں مالک سے اجازت لی ہو؛ اور اگر اُس نے اِس سلسلہ میں مالک سے اجازت نہ لی ہو تو اُسے زمین کا کرایہ دینا ہوگا جبکہ کھیتی اور درخت اُسی کے ہیں اور وہ انہیں اکھاڑے اور جہاں چاہے لے جائے۔“

---

[1]۔ وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج ۲۵ ص ۳۸۷، حدیث نمبر ۳۲۱۹۲؛ کافی (شیخ کلینی): ج ۵ ص ۲۹۷۔

[2]۔ وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج ۲۵ ص ۳۸۷، حدیث نمبر ۳۲۱۹۳؛ کافی (شیخ کلینی): ج ۵ ص ۲۹۷۔

قانون ۲۴: اگر غصبی زمین میں کھیتی کرے یا پودے لگائے اور مالک اُس کھیتی کی قیمت غاصب کو ادا کرے تو غاصب پر قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔ [1]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

النـاس مسلطون على أموالهم ۔

ترجمہ: ”لوگ اپنے اموال پر تسلط رکھتے ہیں۔“[2]

چونکہ کھیتی زمین کے غاصب کی ملکیت میں ہے لہٰذا وہ اپنی ملکیت کی قیمت وصول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

قانون ۲۵: غصبی چیز میں کوئی اضافہ پیدا ہو تو وہ مالک کی ملکیت ہوگا، چاہے یہ اضافہ غصب کے بعد حاصل ہوا ہو اور غاصب ایسے تمام اضافہ کا ضامن ہے۔ [3]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

---

[1] ۔ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۲۰۵۔

[2] ۔ عوالی اللئالی (ابن جمہور احسائی): ج ۱۴ ص ۸، طبع اول ۱۴۰۵ ہجری قمری، دار سید الشہداء للنشر، قم ایران۔

[3] ۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۲۹، کتاب الغصب، مسئلہ ۵۰؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۱۶۶، ۱۶۷۔

ترجمہ: ''ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کردے۔''[1]

تقریبِ استدلال

یہ دلیل صرف ''حدوثِ ید'' (کسی چیز کے قبضہ میں آنے) کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ''بقاء ید'' (چیز کے قبضہ میں رہنے) کو بھی شامل ہے؛ لہٰذا جب تک اصل غصبی چیز غاصب کے قبضہ میں رہے اُس وقت تک وہ غصبی چیز کے ساتھ ساتھ اُس کے تمام فوائد واضافات کا بھی ضامن ہے۔[2]

۲): چونکہ غصبی چیز کے اضافی فوائد، اُسی چیز کے تابع ہیں، اور ''إنّ النماء تابع للأصل''[3] کی بناپر غاصب جس طرح اصل چیز کا ضامن ہے اُسی طرح اُسے کے اضافی فوائد کا بھی ضامن ہے۔

اہل سنت فقہا کی رائے

حنابلہ اور شافعی، شیعہ فقہاکے موافق ہیں، البتہ ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک غاصب، غصبی چیز کے منافع کا ضامن نہیں ہے:

زوائد الغصب فی ید الغاصب مضمونة ضمان الغصب... و بهذا قال الشافعی، وقال ابوحنیفه و مالك: لایجب ضمان زوائد الغصب[4]

غاصب کے ہاتھوں میں غصب کا اضافہ، غصب ہی کی طرح ضمانت رکھتا ہے (یعنی غاصب اضافہ کا ضامن ہے)... شافعی کا بھی یہی قول ہے؛ ابوحنیفہ اور مالک نے کہا ہے: غصب کے اضافہ کی ضمانت (ضامن ہونا) ضروری نہیں ہے۔

---

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزانوری): ج ۱۴ ص ۸۔

[2]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۱۱۹۔

[3]۔ مفتاح الکرامہ (جواد عاملی): ج ۸ ص ۱۹۸، طبع قدیمہ۔

[4]۔ المغنی (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۳۹۹، ۴۰۰۔

قانون۲۶: اگر بیج غصب کرکے اپنے کھیت میں لگائے تو کھیتی بیج کے مالک کی ملکیت ہو گی۔[1]

مستندات

إنّ النماء تابع للأصل

ترجمہ: ''لہٰذا بیج کا مالک ہی کھیتی کا مالک بھی ہو گا۔''[2]

اہل سنت فقہاء کی رائے

و ان غصب حبا فزرعه فصار زرعا ... فهو للمغصوب منه[3]

ترجمہ: ''اگر بیج غصب کرے اور پھر انہیں کاشت کرے اور وہ کھیتی بن جائے... تو وہ (کھیتی) مغصوب منہ (یعنی مالک) کی ہو گی۔''

غصبی اور ضائع شدہ چیز کی ضمانت سے متعلق قوانین

(Laws relating to bailment of usurped and forfeited property)

قانون ۲۷: اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے ایسی چیز غصب کرے جو شرعاً مال شمار نہ ہو (مثلاً شراب) تو غاصب ضامن نہیں ہوگا۔[4]

مستندات

کیونکہ غصب صرف ایسی چیز پر صادق آتا ہے جو شرعاً مال یا منفعت ہو جیسا کہ غصب کی تعریف سے واضح ہے۔

1۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج۲ ص۳۲۹، کتاب الغصب، مسئلہ ۵۲۔

2۔ مفتاح الکرامہ (جواد عاملی): ج۸ ص۱۹۸، طبع قدیمہ۔

3۔ المغنی والشرح الکبیر (ابن قدامہ): ج۵ ص۴۰۵۔

4۔ مفتاح الکرامہ (جواد حسینی آملی): ج۱۸ ص۸۶، کتاب الغصب، طبع دوم ۱۴۳۱ ہجری قمری، موسسہ النشر الاسلامی۔

اہل سنت فقہا کی رائے

مسلم غصب خمرا من مسلم فاستھلکھا فلا ضمان علیہ۔

ترجمہ: "مسلمان دوسرے مسلمان سے شراب غصب کرکے ضائع کردے تو وہ ضامن نہیں ہے۔"[1]

قانون ۲۸: امانت کے علاوہ، کسی دوسرے کے مال پر ناحق قبضہ کی تمام صورتوں میں ضمانت کے تمام احکام جاری ہوں گے، چاہے ظلم اور غصب صادق نہ آتا ہو۔[2]

تشریحات

مذکورہ بالا قانون کی مثال غلطی سے دوسرے کی چیز اٹھا لینے کی صورت میں اٹھا لینے والے کا ضامن ہونا ہے۔

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: "ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کردے۔"[3]

---

[1] ۔المبسوط (سرخسی): ج ۱۱ ص ۱۰۳، طبع اول ۱۴۲۱ ہجری قمری، تحقیق محمد حسن، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۳۰، کتاب الغصب، مسئلہ ۵۳۔

[3] ۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

تقریبِ استدلال

یہ دلیل صرف غصب کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ امانت کے علاوہ ایسے تمام موارد کو شامل ہے جہاں کسی دوسرے کے مال پر ناحق قبضہ ہو۔[1]

قانون ۲۹: غصب کی طرح، کسی دوسرے کے مال کو ضائع کرنا یا ضائع ہو جانے کا سبب بننا بھی مال کا ضامن ہونے کا سبب ہوگا۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا إِبْرَاهِيمَ ع عَنِ الرَّجُلِ يَرْهَنُ الرَّهْنَ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَ هُوَ يُسَاوِي ثَلَاثَمِائَةِ دِرْهَمٍ فَيَهْلِكُ أَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يَرُدَّ عَلَى صَاحِبِهِ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ قَالَ نَعَمْ لِأَنَّهُ أَخَذَ رَهْناً فِيهِ فَضْلٌ وَ ضَيَّعَهُ قُلْتُ فَهَلَكَ نِصْفُ الرَّهْنِ قَالَ عَلَى حِسَابِ ذَلِكَ[3]

ترجمہ: ''اسحاق بن عمار نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے سو درہم میں ایک چیز رہن رکھی جس کی قیمت تین سو درہم ہے، اور وہ اُس چیز کو ضائع کر دیتا ہے، تو کیا اُس شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُس چیز کے مالک کو دو سو درہم واپس کرے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اُس نے رہن لیا ہے جس میں برکت ہے اور اُس نے اُسے ضائع کر دیا ہے؛ میں نے پوچھا: تو کیا آدھا رہن بھی ضائع ہو گیا؟ آپؑ نے فرمایا: اُسی حساب سے۔''

---

[1] ۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۱۲۵۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۳۰، کتاب الغصب، مسئلہ ۵۴۔

[3] ۔ کافی (شیخ کلینی): ج ۵ ص ۲۳۴؛ من لایحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق): ج ۳ ص ۳۱۱۔

تقریبِ استدلال

امامؑ کی بیان کردہ علت (لِأَنَّهُ أَخَذَ رَهْناً فِيهِ فَضْلٌ وَضَيَّعَهُ) سے ظاہر ہے کہ دوسرے کے مال کو ضائع کرنا کلی طور پر ضمانت کا سبب ہے، اور یہ کہ اُس کے ضامن ہونے میں رہن کی کوئی دخالت نہیں ہے، بلکہ ضامن ہونے کا اصل سبب مال کو ضائع کرنا ہے۔[1]

۲- عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ الْكِنَانِيِّ قَالَ قَالَ أَبُوعَبْدِاللهِ ع مَنْ أَضَرَّ بِشَيْءٍ مِنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَلَهُ ضَامِنٌ [2]

ترجمہ: ''ابوصباح کنانی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی مسلمانوں کے راستے میں کسی چیز کو نقصان پہنچائے تو وہ اُس چیز کا ضامن ہے۔''

اس حدیث کے عموم سے استفادہ ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی مسلمان کے مال کے ضائع ہونے کا سبب بنے وہ ضائع شدہ مال کا ضامن ہے، پس یہ حدیث مذکورہ قانون کو بھی شامل ہے۔

۳- عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ علیه السلام عَنِ الرَّجُلِ يَحْفِرُ الْبِئْرَفِي دَارِهِ أَوْفِي مِلْكِهِ ﷺ فَقَالَ: مَا كَانَ حَفَرَفِي دَارِهِ أَوْفِي مِلْكِهِ فَلَيْسَ عَلَيْهِ ضَمَانٌ، وَمَا حَفَرَفِي الطَّرِيقِ أَوْ فِي غَيْرِمِلْكِهِ فَهُوَضَامِنٌ لِمَا يَسْقُطُ فِيهَا[3]

ترجمہ: ''سماعہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے اپنے گھر یا اپنی ملکیت میں کنواں کھودا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اپنے گھر یا اپنی ملکیت میں کھدائی کی وہ ضامن نہیں ہے اور جس نے راستے میں یا کسی دوسرے کی ملکیت میں کھدائی کی وہ اُس میں گرنے والے کا ضامن ہوگا۔''

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۱۲۷۔
[2]۔ کافی (شیخ کلینی): ج ۷، ص ۳۵۰؛ من لایحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق): ج ۴ ص ۱۵۵۔
[3]۔ کافی (شیخ کلینی): ج ۷، ص ۳۵۰؛ من لایحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق): ج ۴ ص ۱۵۳۔

واضح ہے کہ اس حدیث میں کنوئیں کو صرف مثال کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، لہٰذا جو کوئی بھی دوسرے کے نقصان کا سبب بنے وہی ضامن بھی ہو گا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء امامیہ کے موافق ہیں: جیسے صاحبِ مغنی نے پرندے کے پنجرے کا دروازہ کھولنے کی مثال دیتے ہوئے، پرندے کے اُڑ جانے کی صورت کے بارے میں کہا: "أنه ذهب بسبب فعله فلزمه الضمان" پرندہ دروازہ کھولنے والے کے فعل کے سبب اڑا، لہٰذا وہ ضامن ہو گا۔[1]

قانون ۳۰: اگر کوئی چیز کسی شخص کے عملِ مباشر اور کسی دوسرے شخص کے سبب کے ساتھ مل کر ضائع ہو جائے تو سبب کا فاعل ضامن نہیں ہو گا جبکہ عملِ مباشر کرنے والا ضامن ہو گا؛ البتہ اگر سبب، شخص مباشر سے زیادہ قوی (موثر) ہو تو شخصِ مباشر کی بجائے سبب کا فاعل ضامن ہو گا۔[2]

مستندات

کیونکہ مذکورہ صورت میں اتلاف اور نقصان کی نسبت مباشر کی طرف دی جاتی ہے، نہ کہ سبب کی طرف۔

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ حَفَرَ بِئْراً فِي غَيْرِ مِلْكِهِ فَمَرَّ عَلَيْهَا رَجُلٌ فَوَقَعَ فِيهَا قَالَ فَقَالَ عَلَيْهِ الضَّمَانُ لِأَنَّ كُلَّ مَنْ حَفَرَ فِي غَيْرِ مِلْكِهِ كَانَ عَلَيْهِ الضَّمَان [3]

[1]۔ المغنی (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۴۴۹، ۴۴۵۰۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۳۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۶۸؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۵۴۔

[3]۔ کافی (شیخ کلینی): ج ۷ ص ۳۵۰؛ وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج ۲۹ ص ۲۴۱، حدیث نمبر ۳۵۵۳۹۔

ترجمہ: زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے آپؑ سے پوچھا: ایک شخص نے کسی دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودا، وہاں سے گزرتے ہوئے ایک آدمی کنوئیں میں گر گیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص (کنواں کھودنے والا) ضامن ہے، کیونکہ جس نے بھی دوسرے کی زمین میں کھدائی کی وہ ضامن بھی ہوگا۔

تقریبِ استدلال

اس حدیث میں سببِ مباشر کو ضامن قرار دیا گیا ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

...فإذا اجتمعا لم يتعلق الضمان بالسبب۔

ترجمہ: "اگر فعل مباشر اور سبب مل جائیں تو سبب کے ساتھ ضمان متعلق نہیں ہو گی، (یعنی سبب کا فاعل ضامن نہیں ہوگا)۔"[1]

قانون ۳۱: کسی کو مال ضائع کرنے پر مجبور کیا جائے تو صرف مجبور کرنے والا ضامن ہو گا عمل کرنے والے پر ضمانت نہیں ہو گی۔[2]

مستندات

۱: حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّى۔

---

[1]۔ المغنی (ابن قدامہ): ج۵ ص۴۴۹۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج۲ ص۳۳۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۶۹؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج۳۷ ص۵۷۔

ترجمہ: ''ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔''[1]

تقریبِ استدلال

یہاں ''أَخَذَتْ'' یعنی ناحق حصول، ظاہری طور پر اختیار کے ساتھ مربوط ہے، یعنی جو کوئی اختیار کے ساتھ دوسرے کا مال ناحق حاصل کرے وہ ضامن ہو گا، پس اگر کوئی مجبوراً ایسا کرے تو وہ ضامن نہیں ہو گا۔[2]

۲): نیز چونکہ مجبور کرنے کی بنا پر سبب، فاعلِ مباشر سے زیادہ قوی بن جاتا ہے، لہٰذا نقصان کی نسبت سبب (یعنی مجبور کرنے والے) کی طرف دی جائے گی۔

قانون ۳۲: اگر کوئی شخص مال غصب کرے اور پھر کوئی دوسرا شخص غاصب کو غصب شدہ مال ضائع کرنے پر مجبور کرے تو وہ دونوں ضامن ہوں گے، اور مالک ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہے۔[3]

مستندات

ا: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

---

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ص ۸۔

[2]۔ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۵۷۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۳۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۶۹؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۵۸، ۵۹۔

ترجمہ: ''ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔''[1]

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

أَنَّ الْغَصَبَ كُلَّهُ مَرْدُودٌ۔

ترجمہ: ''غصب کی ہر صورت میں واپسی ضروری ہے۔''[2]

تقریبِ استدلال

مذکورہ دونوں دلیلوں کے عموم و اطلاق کا تقاضا ہے کہ غاصب پر غصبی چیز کی ذمہ داری باقی ہے؛ البتہ چونکہ غاصب کو غصبی چیز تلف کرنے والا، مال کے ضائع ہونے کا سبب ہے لہٰذا وہ بھی ضامن ہوگا۔[3]

قانون ۳۴: قتل کے معاملہ میں زبردستی صادق نہیں آتی لہٰذا اگر کسی کو بے گناہ انسان کے قتل پر مجبور کیا جائے اور وہ قتل کردے تو قاتل ضامن گا، اور زبردستی کرنے والا صرف سزا کا مستحق ہے۔[4]

مستندات

مجبوری کی دلیل قانون میں مذکور مورد (قتل) کو شامل نہیں ہے، نیز قتل کو قاتل کی طرف نسبت دینا سبب کی طرف نسبت دینے سے زیادہ قوی ہے۔

---

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

[2]۔ الکافی (شیخ شیخ کلینی): ج ۱ ص ۵۴۲؛ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی) ج ۹ ص ۵۲۴، حدیث نمبر ۱۲۶۲۸۔

[3]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۱۴۲۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۳۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۶۹؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۵۹۔

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

امام باقرؑ نے فرمایا:

فَإِذَا بَلَغَ الدَّمَ فَلَيْسَ تَقِيَّة۔

ترجمہ: "جب (مسئلہ) خون تک پہنچ جائے تو پھر تقیہ نہیں ہے[1]۔[2]"

قانون ۳۴: اگر غاصب، غصبی چیز کو مالک پر ہی استعمال کرے یا مالک کے ہاتھوں ضائع کروا دے جبکہ مالک اصل حقیقت سے بے خبر ہو تو پھر بھی غاصب ضامن ہے۔[(3)]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: "ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔"[4]

تقریبِ استدلال

مذکورہ قانون کے تحت غاصب پر غصبی چیز کی واپسی (اداء) ضروری ہے جبکہ قانون میں مذکورہ صورتوں میں واپسی اور اداء صادق نہیں آتی۔[5]

---

[1]۔ کافی (شیخ کلینی): ج ۲ ص ۲۲۰۔

[2]۔ التعلیقہ الاستدلالیہ علی تحریر الوسیلہ (ابوطالب تجلیل تبریزی): کتاب الغصب، ص ۵۸۸۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲ ص ۳۳۳ و ۳۳۴، کتاب الغصب، مسئلہ ۷؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۵۶، ۵۷۔

[4]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

[5]۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۱۴۴۔

قانون ۳۵: اگر غاصب، دھوکہ کے ذریعہ کسی اور سے غصبی مال ضائع کروائے تو دونوں ضامن ہوں گے، البتہ دھوکہ کھانے والا دھوکہ دینے والے سے نقصان کا مطالبہ کرے گا۔[1]

مستندات

ا: حدیث نبوی ﷺ

...فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ وَلَا مَالُهُ إِلَّا بِطِيبَةِ نَفْسِه۔

ترجمہ: ”یقیناً کسی مسلمان کا خون اور مال اُس کی رضایت کے بغیر (دوسرے کے لیے) حلال نہیں ہے۔“[2]

دھوکہ سے غصبی مال ضائع کرنے والا بھی مذکورہ بالا حدیث کے عموم میں شامل ہے لہٰذا وہ فقہی قاعدہ الاتلاف ”مَنْ أَتْلَفَ مالَ الْغَيْرِ فَهُوَ لَهُ ضامِن“ جو کوئی کسی دوسرے شخص کا مال ضائع کرے تو وہ اُس کا ضامن ہے۔[3] کے تحت ضامن ہوگا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: ”ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔“[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج۲ ص۳۳۴، کتاب الغصب، مسئلہ ۱۷۔

[2]۔ الکافی (شیخ کلینی): ج۷ ص۲۷۳، طبع چہارم، ناشر دار الکتب الاسلامیہ تہران؛ من لایحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق): ج۴ ص۹۳

[3]۔ ماۃ قاعدہ فقھیہ (مصطفوی): ص۲۰؛ القواعد الفقھیہ (بجنوردی): ج۲ ص۲۵، طبع اول ۱۴۱۹ھ، نشر الھادی، قم ایران۔

[4]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج۱۴ ص۸۔

دھوکہ دینے والا غاصب مذکورہ بالا حدیث کے عموم میں شامل ہے لہٰذا وہ بھی ضامن ہو گا۔ البتہ دھوکہ کھانے والا، دھوکہ دینے والے سے نقصان کا مطالبہ کرے گا کیونکہ دھوکہ ضمانت کا سبب ہے۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ مُوسَى قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع الْمَحْدُودُ وَ الْمَحْدُودَةُ هَلْ تُرَدُّ مِنَ النِّكَاحِ قَالَ لَا قَالَ رِفَاعَةُ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْبَرْصَاءِ فَقَالَ قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيُّهَا وَ هِيَ بَرْصَاءُ أَنَّ لَهَا الْمَهْرَ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا وَ أَنَّ الْمَهْرَ عَلَى الَّذِي زَوَّجَهَا وَ إِنَّمَا صَارَ الْمَهْرُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ دَلَّسَهَا۔[1]

ترجمہ: ”رفاعہ بن موسی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے برصاء (برص میں مبتلا عورت) کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ایسی عورت کے بارے میں، جو کہ برص میں مبتلا تھی اور اُس کے ولی نے اُس کی شادی کر دی تھی، یوں فیصلہ فرمایا: وہ عورت مہر کی حقدار ہے کیونکہ اُس نے خود کو شوہر کے حوالے کر دیا اور یہ مہر اُس کی شادی کرنے والے کے ذمہ ہے کیونکہ اُس نے دھوکہ سے شادی کی۔“

اس روایت کے آخر میں امامؑ کا فرمان ”لِأَنَّهُ دَلَّسَهَا“ منصوص العلّۃ کے موارد میں سے ہے، لہٰذا یہ قانون نکاح کے مسئلہ کے ساتھ ساتھ دوسرے ابواب میں بھی جاری ہو گا۔

---

[1]۔ وسائل الشیعہ (حر عاملی): ج۲۱ ص ۲۱۲۔

مالک اور غاصب کے درمیان اختلاف کے متعلق قوانین
(Laws relating to disputes between owner and usurper)

قانون ۳۶: غصبی چیز کے ضائع ہو جانے میں غاصب اور مالک کے درمیان اختلاف ہو جائے تو غاصب کی بات قسم کے ساتھ قبول ہو گی، لہٰذا مالک کو اُس چیز کی قیمت دی جائے گی۔[1]

مستندات

کیونکہ ممکن ہے کہ غاصب سچا ہو لیکن اُس کے پاس گواہ نہ ہوں، لہٰذا اس فرض کی بنا پر اگر اُس کی گواہی قبول نہ ہو تو اُسے ہمیشہ زندان میں رکھنا لازم آئے گا۔

اہل سنت فقہا کی رائے

وإن إختلفا في تلفه فادعاه الغاصب وأنكره المالك فالقول قول الغاصب ... فاذا حلف فللمالك المطالبة ببدله۔

ترجمہ: ''اگر مالک اور غاصب کے درمیان غصبی چیز کے ضائع ہو جانے کے سلسلہ میں اختلاف ہو جائے اور غاصب ضائع ہو جانے کا دعوی کرے جبکہ مالک انکار کرے تو غاصب کا قول قبول ہو گا پس جب وہ قسم اٹھائے تو مالک کو اُس چیز کے بدلہ کے مطالبہ کا حق ہے۔''[2]

قانون ۳۷: غصبی چیز کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے غاصب اور مالک کے درمیان غصبی چیز کی قیمت یا اُس میں کسی خصوصیت (جو اُس کی قیمت کے بڑھنے کا سبب ہو)، کے سلسلہ میں

---

[1] ۔ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۷ ۳ ص ۲۳۵۔

[2] ۔ المغنی (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۴۳۸۔

اختلاف ہو جائے اور گواہ بھی موجود نہ ہوں تو قسم کے ساتھ غاصب کی بات قبول کی جائے گی۔[1]

مستندات

۱: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَ الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحاً أَحَلَّ حَرَاماً أَوْ حَرَّمَ حَلَالاً[2]

ترجمہ: "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدّعی کے لیے گواہ لانا ضروری ہے اور مدّعی علیہ (منکر) کے لیے قسم کھانا (کافی) ہے، اور مسلمانوں کے درمیان صلح کرنا جائز ہے، سوائے ایسی صلح کے جس سے حلال حرام اور حرام حلال ہو۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا فرمان

عَنْ بُرَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْقَسَامَةِ فَقَالَ الْحُقُوقُ كُلُّهَا الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِلَّا فِي الدَّمِ خَاصَّةً ...[3]

ترجمہ: "برید بن معاویہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دوسرے کو قسم دینے کے بارے میں پوچھا تو امامؑ نے فرمایا: خون کے مسئلہ کے علاوہ تمام (مادی) حقوق میں مدّعی کے لیے گواہ لانا ضروری ہے اور مدّعی علیہ (منکر) کے لئے قسم کھانا (کافی) ہے۔"

[1]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): کتاب الغصب، مسئلہ ۳۷؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج ۳۷ ص ۲۲۶۔
[2]۔ من لایحضرہ الفقیہ (شیخ صدوق): ج ۳ ص ۳۲، باب الصلح۔
[3]۔ الکافی (شیخ کلینی): ج ۷ ص ۳۶۱۔

تقریبِ استدلال

چونکہ غاصب کا قول اصل (اصالۃ البراءۃ) کے موافق ہے یعنی وہ غصبی چیز کی متفقہ قیمت اور موجودہ حالت سے زیادہ کا ذمہ دار نہیں ہے، لہٰذا وہ عرفی لحاظ سے منکر شمار ہو گا، اورمذکورہ روایت کے پیش نظر فقہی قانون "علی المدّعی البیّنۃ وعلی المنکر الیمین"[1] کے مطابق غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقدم ہو گا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

إذا إختلف المالك والغاصب في قيمة المغصوب ولا بيّنة لأحدهما فالقول قول الغاصب[2]

ترجمہ: "اگر مالک اور غاصب کے درمیان غصبی چیز کی قیمت پر اختلاف ہو جائے اور کسی کے پاس گواہ بھی نہ ہو تو غاصب کی بات قبول ہو گی۔"

قانون۳۸: غصبی چیز کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہو اور اُس دوسری چیز کی ملکیت کے سلسلہ میں غاصب اور مالک کے درمیان اختلاف ہو جائے تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں غاصب کی بات قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی۔[3]

مستندات

چونکہ وہ چیز حال حاضر میں غاصب کے ہاتھوں میں ہے جو شرعی طور سے ملکیت کی دلیل ہے لہٰذا عرفی لحاظ سے غاصب منکر جبکہ مالک مدعی شمار ہو گا، پس مذکورہ بالا قانون کی دلیل میں

---

[1]۔ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج۴۰ ص۱۹۱۔

[2]۔ المغنی (ابن قدامہ): ج۵ ص۴۳۸۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج۲ ص۳۴۳، کتاب الغصب، مسئلہ ۴۷؛ جواہر الکلام (شیخ محمد حسن نجفی): ج۳۷ ص۲۳۶۔

مذکور روایات کے پیش نظر فقہی قانون "علی المدّعی البیّنة و علی المنکر الیمین" کے مطابق غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقدم ہوگا۔

عمومی چیزوں کے غصب کے قوانین

(Laws regarding to usurpation of common things)

قانون ۳۹: وقفِ عمومی (مثلاً مسجد، مدرسہ یا راستے میں نصب پل وغیرہ) کا غصب کرنا اگرچہ حرام اور اُن کا واپس پلٹانا ضروری ہے لیکن اس صورت میں غاصب (اصل چیز یا اُس کی منفعت) کا ضامن نہیں ہے۔[1]

مستندات

کیونکہ موقوفاتِ عامہ کی موقوف علیہ کو واپسی ممکن نہیں ہے لہٰذا اگر وہ چیز غاصب کے ہاتھ میں تلف ہو جائے تو غاصب نہ عین کا ضامن ہے اور نہ ہی اُس کی منفعت کا، جبکہ ضامن ہونا (ضمانِ ید) اُس صورت میں صحیح ہے جب اخذ (ناحق حصول) ممکن ہو اور اس (ناحق حصول) کا لازمہ یہ ہے کہ اُس چیز پر پہلے کسی کا قبضہ ہو۔[2]

قانون ۴۰: وقفِ عمومی جو ایک خاص گروہ کے لیے وقفِ منفعتی کے عنوان سے ہو (مثلاً کوئی باغ یا دکان وغیرہ)، اُن کے غصب کی صورت میں غاصب (اصل چیز اور اُس کی منفعت) دونوں کا ضامن ہے۔[3]

[1] ۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۱۶ و ۳۱۷، کتاب الغصب، مسئلہ ۱۱۔

[2] ۔ مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): کتاب الغصب، ص ۳۳۔

[3] ۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، ص ۳۱۶ و ۳۱۷، کتاب الغصب، مسئلہ ۱۱۔

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّي۔

ترجمہ: "ہر شخص اُس چیز کا ضامن ہے جسے اُس نے (ناحق) حاصل کیا، جب تک کہ وہ چیز (مالک کو) واپس کر دے۔"[1]

تقریب استدلال

قانون میں مذکورہ صورت کی بناپر موقوفہ چیز پر فقراء کا حق ہے لہٰذا یہاں غاصب کا فقراء کے حق کو زبردستی حاصل کرنا ممکن ہے، اور غاصب کے ہاتھوں میں اُس چیز کے ضائع ہو جانے کی بناپر جبران کرنا اور اُس چیز کو موقوف علیہم (فقراء) کو لوٹانا بھی ممکن ہے لہٰذا قاعدہ علی الید کی بناپر غاصب، ضامن قرار پائے گا۔

[1]۔ مستدرک الوسائل (میرزا نوری): ج ۱۴ ص ۸۔

پانچواں باب: قوانین وکالت

Chapter Five: (Laws of Advocacy)

وکالت کا مفہوم اور اس کی شرائط

(Definition and conditions of Advocacy)

قانون۱: وکالت ایسا عقد ہے جس کے سبب ایک شخص کسی دوسرے شخص کو کوئی کام انجام دینے کے سلسلہ میں اپنا نائب مقرر کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں دوسرا شخص (وکیل) پہلے شخص (مؤکل) کی نیابت میں سونپے گئے کام کو انجام دیتا ہے، اور حقوقی نکتہ نظر سے وکیل کے ذریعہ انجام پانے والا کام ایسے شمار ہوتا ہے جیسے مؤکل نے انجام دیا ہو۔[1]

تعریفات

وکالت کا لغوی معنی

(Literal meaning of Advocacy)

"الوکالۃ" عربی زبان کا لفظ ہے اور علم صرف کے لحاظ سے یہ لفظ "و ک ل" سے لیا گیا ہے اور یہ "مصدر" ہے جو واو کی زبر کے ساتھ "وَکالت" اور واو کی زیر کے ساتھ یعنی "وِکالت" بھی پڑھا جاتا ہے۔ یہ لفظ عربی لغت میں "حفاظت کرنے" اور "سپرد کرنے" کے معنی میں ہے۔

معجم الوسیط میں وکالت کا معنی یوں بیان ہوا ہے:

الوكالة أن يعهد إلى غيره أن يعمل له عملا، وعمل الوكيل محلّه-

ترجمہ: "وکالت سے مراد کسی دوسرے سے اپنے لیے کوئی عمل انجام دینے کا عہد لینا ہے، اور وکیل کے عمل اور اُس کے منصب کو وکالت کہا جاتا ہے۔"

فراہیدی نے کتاب العین میں "وکالت" کا معنی "تفویض کرنا" بیان کیا ہے۔[2] مفردات راغب میں توکیل اور وکالت کا معنی یوں بیان ہوا ہے: "توکیل (وکالت) سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے

---

[1]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی ج ۸ ص ۱۳۶؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ص ۱۸۹۔

[2]۔ وكّلته إليك أي فوّضته: کتاب العین (خلیل فراہیدی): مادہ وکل۔

غیر پر اعتماد کرو اور اُسے اپنا نائب بناؤ، اور وکیل (علم صرف کے لحاظ سے) فَعِیْل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: "وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا" یعنی اللہ ہی کو کافی سمجھو کہ وہ تمہارے امور کو سنبھال لے اور تمہارا بھروسہ بن جائے"[1] اسی طرح مفردات راغب کے مطابق بعض اوقات "وکیل" کو "کفیل" کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے کیونکہ وکیل عام ہے، لہٰذا ہر کفیل، وکیل بھی ہوتا ہے لیکن ہر وکیل، کفیل نہیں ہوتا۔[2]

وکالت کا اصطلاحی معنی

(Terminology meaning of Advocacy)

فقہی اصطلاح میں وکالت کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں:

امام خمینی نے وکالت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

وهي تفويض أمر إلى الغير ليعمل له حال حياته، أو إرجاع تمشية أمر من الأمور إليه له حالها۔

ترجمہ: "اس سے مراد کوئی کام کسی دوسرے کے سپرد کرنا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی میں اسے انجام دے۔"[3]

صاحب جواہر فرماتے ہیں:

وهو ما قصد فيه الدلالة على الاستنابة في التصرف[4]

[1]۔التوكيل: أن تعتمد على غيرك و تجعله نائبا عنك، الوكيل فعيل بمعنى المفعول، قال الله تعالى: وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا، أي اكْتَفِ به أن يتولّى أمرك ويتوكل لك: مفردات الفاظ القرآن (راغب اصفہانی): مادہ وکل۔

[2]۔ ربّما فُسّر الوكيل بالكفيل، والوكيل إعم لأنّ كل كفيل وكيل وليس كلّ وكيل كفيلا: مفردات الفاظ القرآن (راغب اصفہانی): مادہ وکل۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ): ص۱۸۹۔

[4]۔ جواہر الکلام (محمد حسن نجفی): ج۲۷ص۳۴۶۔

ترجمہ: وکالت سے مراد ایسا عقد ہے جس میں تصرف کی نیابت پائی جاتی ہو، چاہے یہ قول کی صورت میں ہو جیسے صیغہ وغیرہ کا جاری کرنا۔ پس اس تعریف کے مطابق، ودیعہ اور مضاربہ وغیرہ کا شمار وکالت میں نہیں ہوگا۔

برھان الدین مرغینانی حنفی نے فقہا کی اصطلاح میں وکالت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

عبارة عن إقامة الانسان غيره مقام نفسه في تصرف معلوم[1]

ترجمہ: "وکالت سے مراد انسان کا کسی دوسرے شخص کو خاص تصرف انجام دینے میں اپنا قائم مقام قرار دینا ہے۔"

ابن حجر عسقلانی نے وکالت کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

هي إقامة الشخص غيره مقام نفسه مطلقا او مقيدا[2]

ترجمہ: "وکالت سے مراد کسی دوسرے شخص کو مطلق یا مقید طور پر اپنا قائم مقام بنانا ہے۔ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں وکالت کی یہی تعریف بیان کی ہے۔"[3]

خلاصہ یہ کہ فقہاء اسلام نے وکالت کی تعریف میں تفویض، نیابت، اور کسی شخص کو کام کی انجام دہی میں قائم مقام قرار دینے کے معانی کو بیان کیا ہے۔

قانون ۲: عقدِ وکالت کے جواز پر امتِ اسلام کے درمیان اتفاقِ نظر پایا جاتا ہے۔[4]

مستندات

قرآن

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[1]۔ الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی فی فروع الفقہ الحنفی (مرغینانی حنفی): ج ۴ ص ۳۲۲۔

[2]۔ فتح الباری، کتاب الوکالہ: ج ۴ ص ۴۷۹۔

[3]۔ نیل الاوطار (شوکانی): ج ۶ ص ۲۔

[4]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۷ ص ۳۴۷۔

۱- فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَاماً فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ[1]

ترجمہ: پس تم اپنے میں سے ایک کو اپنے اس سکے (مال) دے کر شہر بھیجو اور وہ دیکھے کہ کون سا کھانا سب سے ستھرا ہے پھر وہاں سے کچھ کھانا لے آئے۔

اہل سنت فقہا میں سے ابن قدامہ حنبلی نے المغنی میں لکھا ہے: "أجمعت الأمة على جواز الوكالة في الجملة"[2] اسی طرح ابن عربی نے احکام القرآن میں، شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی وکالت کے جواز کے لیے مذکورہ آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

۲- إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا[3]

ترجمہ: "یہ صدقات تو صرف فقیروں، مساکین اور صدقات کے کام کرنے والوں کے لیے ہیں۔"

۴- قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الأَرْضِ[4]

ترجمہ: "کہا مجھے زمینی خزانوں پر نگران قرار دینا۔"

اہل سنت کے علماء میں سے شوکانی نے اس آیت مبارکہ کے ذریعہ عقد وکالت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔[5]

البتہ اکثر شیعہ فقہاء نے وکالت کا جواز ثابت کرنے کے لیے مذکورہ آیات کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا، کیونکہ ان سب آیات سے استدلال میں اعتراض ممکن ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ پہلی

---

[1] ۔ سورہ کہف: آیت ۱۹۔

[2] ۔ المغنی، ابن قدامہ، ج ۵ ص ۲۰۱۔

[3] ۔ سورہ توبہ، آیہ ۶۰۔

[4] ۔ سورہ یوسف، آیہ ۵۵۔

[5] ۔ نیل الاوطار (شوکانی): ج ۶ ص ۳۔

اور دوسری آیت مبارکہ میں "وکالت" مراد نہیں ہے اور تیسری آیت مبارکہ میں "اذن اور حکم" مراد ہے، جیسا کہ چوتھی آیت مبارکہ میں بھی "وکالت" مقصود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ وکالت کی مشروعیت میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ ہی نہیں پایا جاتا بلکہ یہ مسئلہ تمام اسلامی مذاہب کے علماء کے درمیان اتفاقی ہے ، بلکہ بعض شیعہ علماء نے عقد وکالت کی مشروعیت کو ضروریات میں سے شمار کیا ہے۔[1] لہٰذا اکثر شیعہ علماء نے اس عقد کے جواز کے اثبات کے لیے مندرجہ بالا قرآنی آیات سے استدلال کرنا ضروری ہی نہیں سمجھا۔

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱ - رُوِیَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ: أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ص وَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَ قُلْتُ إِنِّي أُرِيدُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ إِذَا أَتَيْتَ وَكِيلِي فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقاً فَإِنِ ابْتَغَى مِنْكَ آيَةً فَضَعْ يَدَكَ عَلَى تَرْقُوَته [2]

ترجمہ: "جابر بن عبداللہ نے روایت کی ہے: میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو رسول خدا ﷺ کے پاس آیا اور سلام کے بعد عرض کیا: میں خیبر جانا چاہتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: جب تمہارے پاس میرا وکیل پہنچے تو اُس سے پندرہ اوسق لے لینا..."

اس روایت میں رسول خدا ﷺ نے اپنا وکیل بنانے کا ذکر فرمایا ہے جو وکالت کے جواز پر واضح دلیل ہے۔

۲- أنه صلى الله عليه و آله وكّل عمرو بن أمية الضمري في قبول نكاح أم حبيبة۔

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمیری کو ام حبیبہؓ کا نکاح قبول کرنے میں وکیل بنایا۔"

---

[1]۔ رجوع کریں: جواہر الکلام (محمد حسن نجفی): ج ۲۷ ص ۳۴۷۔

[2]۔ مستدرک الوسائل، مرزا نوری، ج ۱۴ ص ۴۳، باب ۲۰ حدیث مسلسل: ۱۶۰۶۳۔

۳- أن عليا عليه السلام وكّل أخاه عقيلا في مجلس أبي بكر أو عمر فقال: هذا عقيل فما قضى عليه فعلي وما قضى له فلي[1]

ترجمہ: "روایت میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل کو خلیفہ اول یا دوم کے پاس اپنا وکیل بنا کر بھیجا اور فرمایا: یہ عقیل جو فیصلہ کرے وہ مجھے بھی قبول ہے۔"

اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام نے عبداللہ بن جعفر کو خلیفہ سوم کی ایک محفل میں اپنا وکیل بنا کر بھیجا اور کسی صحابی نے بھی وکالت پر اعتراض نہ کیا۔[2]

ان احادیث سے وکالت کا جواز واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ حنفی مذہب کے فقیہ سرخسی نے مذکورہ آیت مبارکہ سے عقد وکالت کے اثبات پر استدلال کیا ہے۔ نیز شافعی مذہب کے فقیہ نووی نے عقد وکالت کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے مذکورہ آیت مبارکہ سے استدلال کو قوی قرار دیا ہے: "وهو أقوى آية في الغرض"[3]

عقد وکالت کے ارکان

(Elements of contract of advocacy)

قانون ۳: عقد وکالت کے تین بنیادی رکن ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک رکن بھی مفقود ہو تو عقد وکالت صحیح نہیں ہوگا۔

1) مؤکِّل (یعنی وکیل بنانے والے)

2) مؤکَل (یعنی وکیل)

---

[1] المبسوط، شیخ طوسی: ج۲ص۳۶۰؛ المجموع، محی الدین نووی شافعی: ج۱۴ص۹۸۔

[2] ایضاً۔

[3] المجموع، نووی: ج۱۴ص۹۲۔

3) مؤکل فیہ (یعنی وکالت کا مورد)[1]

فقہاء نے عقد وکالت کے مندرجہ بالا تینوں بنیادی ارکان کی خاص شرائط کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔

عقد وکالت کی شرائط

(Conditions of Contract of Advocacy)

قانون: وکالت عقد ہے لہٰذا اس میں دوسرے عقود کی طرح ایجاب و قبول کا پایا جانا ضروری ہے، ایجاب مؤکل کی طرف سے ہوتا ہے اور قبول وکیل کی طرف سے ہوتا ہے؛ لہٰذا ایجاب و قبول کے بغیر یہ عقد صحیح نہیں ہے۔[2]

قانون ۴: عقد وکالت میں ایجاب و قبول کے لیے کسی خاص لفظ کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ عقد ہر اس لفظ یا فعل کے ذریعہ واقع ہو جاتا ہے جو وکالت کے مفہوم پر دلالت کرے۔[3]

مستندات

ا۔ قرآن

فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ----[4]

ترجمہ: "پس تم اپنے میں سے ایک کو اپنے اس سکے (مال) دے کر شہر بھیجو اور وہ دیکھے کہ کون سا کھانا سب سے ستھرا ہے پھر وہاں سے کچھ کھانا لے آئے۔"

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۷ ص ۳۴۷؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۱۷۷۔

[2]۔ رجوع کریں: تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ): ص ۱۸۹؛ بدائع الصنائع (ابوبکر مسعود کاسانی حنفی): ج ۶ ص ۲۰؛ الشرح الکبیر (ابن قدامہ): ج ۵ ص ۲۰۲۔

[3]۔ رجوع کریں: جواہر الکلام (محمد حسن نجفی): ج ۲۷ ص ۳۴۶، ۳۴۸؛ تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ): ص ۱۸۹۔

[4]۔ سورہ کہف، آیہ ۱۹۔

۲۔ حدیث نبوی ﷺ

فان النبی صلّی اللّٰہ علیه و اله اعطی عروۃ بن الجعد البارقی دینارا و قال له اشتر لنابه شاۃ[1]

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ نے عروہ بارقی کو ایک دینار دیا اور فرمایا: اس دینار کے ساتھ ہمارے لیے ایک بھیڑ خریدو۔"

قانون ۵: عقد وکالت کے ایجاب و قبول میں موالات شرط نہیں ہے، یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جونہی مؤکل عقد کے صیغہ کو جاری کرے تو وکیل فورا قبول کرلے۔[2]

قانون: ۶ عقد وکالت معاطات کے طور پر (صیغہ کے بغیر) بھی صحیح ہے۔[3]

قانون ۷: عقد وکالت کو کسی شرط پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے۔[4]

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاکے نزدیک عقد وکالت میں ایسی شرط نہیں ہے لہٰذا اگر یہ عقد کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو اور اُس پر معلق ہو تو بھی صحیح ہے۔[5] مثلا اگر کوئی شخص کہے: "اگر زید آجائے تو تم فلاں کام میں میرے وکیل ہو" تو یہ عقد امامیہ فقہاء کے نزدیک باطل ہے جبکہ حنفی فقہاء کے نزدیک صحیح ہے۔

قانون ۸: ہر ایسے امر میں وکالت صحیح ہے اور اُسے کسی دوسرے کے سپرد کیا جاسکتا ہے جس میں مندرجہ ذیل دو شرائط پائی جائیں:

1۔ نقل از جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۱۷۷؛ سنن ترمذی، ج ۳ ص ۵۵۹ حدیث ۱۲۵۸۔

2۔ رجوع کریں: تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ): ص ۱۸۹۔

3۔ جواہر الکلام (محمد حسن نجفی): ج ۲۷ ص ۳۴۶، ۳۴۸؛ تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ): ص ۱۸۹۔

4۔ شرح اللمعہ الدمشقیہ: کتاب الوکالہ۔

5۔ بدائع الصنائع (ابوبکر مسعود کاسانی حنفی): ج ۶ ص ۳۰۔

۱) : اُس میں خود وکیل بنانے والے کے لیے تصرف کرنا صحیح ہو۔

۲) : اُس میں شرعی لحاظ سے نیابت ممکن ہو۔

پس جب یہ دونوں شرائط پائی جائیں تو وکالت صحیح ہے، چاہے مؤکل مرد ہو یا عورت، عادل ہو یا فاسق، مسلمان ہو یا کافر، حاضر ہو یا غائب۔[1]

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ اہل سنت فقیہ عبداللہ بن قدامہ نے المغنی میں بھی عقد وکالت کے صحیح ہونے کے لیے یہی دو شرطیں بعینہٖ ذکر کی ہیں۔ البتہ انہوں نے فاسق کو مستثنی کرتے ہوئے فتویٰ دیا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا وکیل نہیں بن سکتا۔[2] البتہ شافعی مذہب کے فقہاء میں سے محی الدین نووی اور رافعی نے مندرجہ بالا دو شرطوں کو اس طرح بیان کیا ہے:

۱) : "أن یکون مملوکا لہ" وہ (وکالت کا مورد) انسان (مؤکل) کی ملکیت میں ہو۔

۲) : "أن یکون قابلا للنیابۃ" اُس میں (شرعی لحاظ سے) نیابت ممکن ہو۔[3]

قانون۹: وکالت صرف ایسے امور میں صحیح ہے جن میں شارع کا مقصد، خود شخص سے کام کا صدور نہ ہو، اور جن افعال میں شارع کا مقصد یہ ہو کہ انسان خود اسے انجام دے تو ایسے امور میں وکالت صحیح نہیں ہے، البتہ یہ قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ کن چیزوں میں شارع کا مقصد مکلّف کی ذات سے فعل کا صادر ہونا ہے، مثلاً زندگی میں واجب نماز کی ادائیگی وغیرہ۔

---

[1]۔ کل من یصح تصرفہ فی شئ مما تدخلہ النیابۃ صح التوکیل فیہ سواء کان الموکل رجلا أو امرأۃ عدلا أو فاسقا حرا أو مکاتبا مسلما أو کافرا حاضرا أو غائبا (المبسوط، شیخ طوسی: ج۲ص ۳۶۴)

[2]۔ (المغنی، ابن قدامہ: ج۲ص ۲۰۵)

[3]۔ روضہ الطالبین (محی الدین نووی) : ج۳ص ۵۲۲؛ فتح العزیز (عبدالکریم رافعی) : ج۱۱ص ۵، ۴۔

مستندات

ا۔ سیرہ نبوی ﷺ

أنه یجب علی الامام أن ینصب عاملا لقبض الصدقات لوجوب التأسی بفعل النبی (صلی الله علیه و آله[1]

ترجمہ: "امام علیہ السلام پر لازم ہے کہ زکات کی وصولی کے لیے کسی کو مقرر فرمائے چونکہ نبی اکرم ﷺ کی پیروی ضروری ہے۔"

۲: حدیث نبوی ﷺ

و قد روی أن النبی صلی الله علیه و آله قال اغد یا أنس إلی امرأة هذا فإذا اعترفت فارجمها فغدا أنس علیها فاعترفت فأمر بها فرجمت[2]

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپؐ نے انس سے فرمایا: اے انس فلاں عورت کے پاس جاؤ اور اگر وہ جرم کا اعتراف کرے تو اسے سنگسار کرو، پس انس اس عورت کے پاس گیا اور جب اس نے اعتراف کیا تو انس نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔"

اہل سنت فقہا کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، مذہب امامیہ کے موافق ہیں، جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتا ہے:

وکل من صح تصرفه فی شئ بنفسه وکان مما تدخله النیابة صح ان یوکل فیه رجلا أو امرأة، حرا أو عبدا، مسلما کان أو کافرا... وکل ما یصح أن یستوفیه بنفسه وتدخله النیابة صح ان یتوکل لغیره فیه الا الفاسق۔

---

[1] ۔ نقل از جواہر الکلام، ج ۱۵ ص ۴۲۳؛ سنن ترمذی، ج ۲ ص ۶۸ حدیث ۶۱۹۔

[2] ۔ نقل از مفتاح الکرامہ، ج ۷ ص ۵۵۷۔

وکالت کا عقد جائز یا عقد لازم ہونا
(Legal contract is mandatory)

قانون ۱۰: وکالت عقود جائزہ میں سے ہے اور عقد وکالت میں ایجاب و قبول کے لیے خاص الفاظ کا ہونا ضروری نہیں ہے، نیز یہ کہ اگر وکیل یا مؤکل میں سے کوئی شخص کسی مصلحت کے پیشِ نظر عقدِ وکالت کو لغو کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اور یہ عقد باطل ہو جائے گا۔[1]

قانون ۱۱: وکیل یا مؤکل میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے حضور یا غیبت میں عقد کو باطل کر سکتا ہے۔[2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ قَالَ مَنْ وَكَّلَ رَجُلًا عَلَى إِمْضَاءِ أَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ فَالْوَكَالَةُ ثَابِتَةٌ أَبَداً حَتَّى يُعْلِمَهُ بِالْخُرُوجِ مِنْهَا۔ كَمَا أَعْلَمَهُ بِالدُّخُولِ فِيهَا[3]

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کسی شخص کو کسی بھی طریقے سے وکیل قرار دے تو اس کی وکالت اس وقت تک ثابت ہے جب تک اسے وکالت سے معزول کرنے کا علم نہ ہو جیسے اسے وکیل بننے کا علم ہوا تھا۔“

[1] ۔ رجوع کریں: تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ): ص۱۸۹؛ شرح اللمعہ الدمشقیہ: کتاب الوکالہ؛ الھدایہ (مرغینانی حنفی): ۳۲۲۔

[2] ۔ شرح اللمعہ الدمشقیہ: کتاب الوکالہ۔

[3] ۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج۶ ص ۲۱۳، باب ۸۶ حدیث ۱۔

قانون ۱۲ : وکیل اور مؤکل میں سے کسی ایک کے فوت، مجنون، بے ہوش یا مؤکل کے مجور ہو جانے کی صورت میں عقد باطل ہو جاتا ہے([1])، اسی طرح وکالت کے مورد کے تلف ہو جانے کی صورت میں بھی وکالت باطل ہو جاتی ہے([2])۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- لقوله عليه السلام رفع القلم عن الثلاثة عن الصبی حتی یبلغ و عن المجنون حتی یفیق [3]

ترجمہ: ''امام علیہ السلام نے فرمایا: تین افراد مرفوع القلم ہیں، بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، مجنون، یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے۔''

۲ ۔ عن علی علیه السلام انه كان يقول فی المجنون المعتوه الذی لا یفیق و الصبی الذی لم یبلغ عمدهما خطا تحمله العاقلة وقد رفع عنهما القلم [4]

ترجمہ: ''علی علیہ السلام ایسے مجنون جسے افاقہ نہ ہو اور ایسا بچہ جو بالغ نہ ہو کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں کا عمدی جرم خطا شمار ہو گا جس کو ان کے عاقلہ تحمل کریں گے کیونکہ یہ دونوں مرنوع القلم ہیں۔''

---

[1]۔ شرح اللمعہ الدمشقیہ: کتاب الوکالہ۔

[2]۔ مختصر النافع (محقق حلی): ص ۱۵۴۔

[3]۔ الخصال، ص ۹۴۔

[4]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ج ۱۰۱ ص ۳۸۹، باب ۳ حدیث ۱۷۔

وکالت اور ولایت میں فرق

(Difference between Advocacy and Guardianship)

عقد وکالت اور ولایت کے درمیان بنیادی طور پر فرق پایا جاتا ہے۔ یہ فرق وکالت اور ولایت کی شرعی و فقہی تعریف سے واضح ہوتا ہے۔ ذیل میں وکالت اور ولایت کے چند فرق بیان کئے جاتے ہیں:

۱): وکالت میں وکیل اپنے موکِل کا کام انجام دیتا ہے اور اُس کی جگہ تصرف کرتا ہے لیکن وہ استقلال و اصالت نہیں رکھتا جبکہ ولایت میں ولی تصرف کرنے میں مستقل ہوتا ہے اور استقلال و اصالت کے ساتھ ولایت کے امور کو انجام دیتا ہے۔

۲): وکالت ایک متزلزل عہد و پیمان ہے جسے فقہی اصطلاح میں "عقدِ جائز" کہا جاتا ہے لہٰذا موکِل و وکیل میں سے ہر ایک کسی بھی مصلحت کے پیشِ نظر عقدِ وکالت کو باطل کر سکتا ہے جبکہ ولایت ایک غیر متزلزل عقد ہے جسے فقہی اصطلاح میں "عقدِ لازم" کہا جاتا ہے اسی لیے ولایت کو لغو نہیں کیا جا سکتا۔

۳): وکالت میں وکیل کے لیے مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے کیونکہ تمام فقہاء کے نزدیک غیر مسلمان کی وکالت صحیح ہے جبکہ ولایت میں غیر مسلمان کسی مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا۔

وکالت اور وصیت میں فرق

(Difference between Advocacy and Will)

صاحب جواہر نے وصیت اور وکالت کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

أما الوصاية فهي إحداث ولاية لا استنابة۔

ترجمہ: وصایت حقیقت میں ولایت کا وجود میں لانا ہے، نہ کہ نیابت۔[1]

وکالت اور نیابت میں فرق

(Difference between Advocacy and Representation)

کبھی وکالت، نیابت کے ساتھ ملی ہوتی ہے اور کبھی ان دونوں کے درمیان فرق ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر وکیل اپنے مؤکل کے نام سے کام انجام دے تو وکالت و نیابت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن اگر وکیل اپنے نام سے وکالت کا کام انجام دے تو نیابت ہے لیکن وکالت نہیں ہے۔

اسی طرح نیابت میں شخصی اعتبار (Intuitu Personoe) کا غلبہ پایا جاتا ہے جبکہ وکالت میں ایسا نہیں ہے۔

وکالت اور اجارہ میں فرق

(Difference between attorney and franchise)

قوانین کی کتابوں میں عقد وکالت اور عقد اجارہ میں چند فرق بیان کئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:[2]

۱): عقد وکالت میں ہمیشہ قانونی تصرف (Acte Juridique) موردِ نظر ہوتا ہے جبکہ عقد اجارہ میں مادی عمل (Acte mateuiel) موردِ نظر ہوتا ہے، یا دوسرے لفظوں میں محل الوکالہ قانونی تصرف ہے جبکہ محل الایجار مادی عمل ہے۔

۲): وکیل عام طور پر مؤکل کے نام پر قانونی تصرف کرتا ہے اور اُس کا قائم مقام ہوتا ہے جبکہ مستأجر ایسا نہیں ہوتا۔

---

[1]۔ جواہر الکلام (محمد حسن نجفی): ج ۲۷ ص ۳۴۶۔

[2]۔ رجوع کریں: الوسیط فی شرح القانون المدنی: ج ۷ ص ۲۷۳۔

۳): وکیل یا مؤکل کی موت سے وکالت ختم ہو جاتی ہے جبکہ اجارہ میں ایسا نہیں ہے، سوائے استثنائی صورت کے۔

۴): وکالت میں مؤکل یا وکیل میں سے ہر ایک عقد کو باطل کر سکتا ہے جبکہ اجارہ میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

باب دوم: مؤکل کی شرائط
Chapter II: (Conditions of Client)

قانون ۱۳: مؤکل کا بالغ، عاقل اور جائز التصرف ہونا ضروری ہے۔[1]

وضاحت: مؤکل کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ جس کام کے لیے وکالت دے رہا ہے خود اس میں تصرف کر سکتا ہو اور یہ تصرف مالک ہونے کی بنا پر ہو یا ولی ہونے کی، مثلاً باپ اور دادا۔ پس بچے کا کسی کو وکیل بنانا صحیح نہیں ہے اگرچہ وہ ممیز ہی کیوں نہ ہو یا دس سال کا کیوں نہ ہو۔

مستندات

۱: قرآن

وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ۔

ترجمہ: ”اور یتیموں کو آزماؤ جب وہ نکاح کے قابل ہو جائیں اور اگر ان میں رشید ہونے کا احساس کرو تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو۔“[2]

---

[1]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی (کرکی) ج۸، ص۱۸۳، فقہ السنہ سید سابق، ج۳، ص۲۱۴، شرائع الاسلام، حلی، ج۲، ص۱۹۷، بحث فی المؤکل، تحریر الوسیلہ (امام خمینی) بحث وکالت، تذکرۃ الفقہاء علامہ حلی، ج۱۵، ص۱۹۔

[2]۔ سورہ نسا، آیت ۴۔

اس آیت میں صبی کے مال کو اس کے حوالے کرنے کو دو چیزوں کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے:

ا: بلوغ ۲: رشد

پس جب تک صبی بالغ نہ ہو اُس وقت تک مال کو اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اور اسی طرح غیر رشید کے حوالے بھی نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ بالغ ہی کیوں نہ ہو۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

1۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی حدیث قال: اذا بلغ الغلام عشر سنین جازت وصیتہ[1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب بچہ ۱۰ سال کا ہو جائے تو اس کا وصیت کرنا جائز ہے۔''

2۔ عن زرارۃ عن جعفر صادق علیہ السلام قال: اذا اتی علی الغلام عشر سنین فانہ یجوز لہ فی مالہ ما اعتق او تصدق او اوصی علی حد معروف وحق فھو جائز[2]

ترجمہ: ''زرارہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا: جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو اپنے مال سے غلام آزاد کرنا اور صدقہ دینا اور بطور معروف و حق وصیت کرنا اس کے لیے جائز ہے۔''

3۔ عن منصور بن حازم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: سالتہ عن وصیۃ الغلام ھل تجوز ؟ قال اذا کان عشر سنین جازت وصیتہ[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۷، ص ۱۹۴، باب حکم وصیۃ الصغیر و من بلغ عشر سنین۔۔ حدیث ۲۴۷۶۳۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۷، ص ۱۹۴، باب حکم وصیۃ الصغیر و من بلغ عشر سنین۔ حدیث ۲۴۷۶۴۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۷، ص ۱۹۴، باب حکم وصیۃ الصغیر و من بلغ عشر سنین۔ حدیث ۲۴۷۶۷۔

ترجمہ: ''منصور بن حازم امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے سوال کیا کہ کیا بچے کی وصیت جائز ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو اس کا وصیت کرنا جائز ہے۔''

4۔لقوله علیه السلام رفع القلم عن الثلاثة عن الصبی حتی یبلغ و عن المجنون حتی یفیق [1]

حضرت نے فرمایا کہ تین افراد مرفوع القلم ہیں:

1۔ بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔

2۔ مجنون یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے۔

البتہ فقط عقد نکاح میں وکیل کے لیے بالغ ہونے کی شرط میں اختلاف ہے اور قوی ترین قول کے مطابق بلوغ شرط نہیں ہے۔ [2]

5 : خبر ابراهیم بن ابی یحیٰ عن ابی عبد الله علیه السلام تزوج رسول الله ﷺ ام سلمة زوّجها ایاه عمر ابن ابی سلمة و هو صغیر لم یبلغ الحلم [3]

ترجمہ: ''ابراہیم بن ابی یحی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ام سلمہ کی شادی عمر ابن ابی سلمہ کے ساتھ کرائی جب کہ وہ اس وقت صغیر تھا اور محتلم ہونے کی عمر تک نہیں پہنچا تھا۔''

۳: اجماع: تمام فقہاء شیعہ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔

---

[1]۔ الخصال، ص ۹۴۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ (امام خمینی)، ج ۲، ص ۴۰، فقہ الصادق (شیرازی)، ج ۲۰، ص ۲۵۸۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، باب ۱۶، ابواب النکاح۔

اہل سنت فقہاء کی نظر

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء ، امامیہ کے موافق ہیں۔ البتہ عورت اور فاسق کے حوالے سے مذہب شافعیہ اختلاف رکھتا ہے چونکہ امامیہ کے نزدیک عقد نکاح میں عورت کی طرف سے وکالت قبول کرنا جائز ہے جبکہ شافعیہ اس کے مخالف ہیں۔[1]

قانون ۱۴ : مجنون شخص کا کسی دوسرے کو اپنا وکیل قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔[2]

وضاحت : مجنون کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل نہیں قرار دے سکتا چاہے وہ جنون ادواری میں مبتلا ہو یعنی کچھ ٹائم کے لیے دیوانہ ہوتا ہو اور پھر افاقہ ہو جائے یا اطباقی یعنی دائمی ہو۔ البتہ افاقہ کی حالت میں مجنون شخص دوسرے کو اپنا وکیل قرار دے سکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص بے ہوشی اور غشی کی حالت میں ہے اس کا حکم بھی یہی ہے چونکہ یہ دونوں بھی اپنے مال میں تصرف کی اہلیت نہیں رکھتے البتہ مجنون شخص طلاق خلع اور طلب قصاص جیسے امور میں وکیل قرار دے سکتا ہے۔

مستندات

۱۔ اجماع

تمام شیعہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور یہ ضروریات مذہب بلکہ ضروریات دین میں سے ہے۔[3]

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ ،ج ۷، ص ۳۳۷، الحاوی الکبیر ،ج ٦، ص ۵۰۸، الوسیط ،ج ۳، ص ۲۸۱، الوجیز ،ج ۱، ص ۱۸۹، التھذیب للبغوی ،ج ۴، ص ۲۱۱۔

[2]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی ،ج ۲۱، ص ۳۵، الشرائع فی المؤکل ،ج ۲، ص ۱۹۷، تذکرہ الفقہاء فی ارکان الوکالۃ ،ج ۱۵، ص ۱۹، ۲۱، جامع المقاصد الوکالۃ فی المؤکل ،ج ۸، ص ۱۸۴۔

[3]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی ،ج ۲۱، ص ۳۵، مبانی منہاج الصالحین تقی طباطبائی ،ج ۷، ص ۴۰۲۔

۲۔آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عن علی علیہ السلام انہ کان یقول فی المجنون المعتوۃ الذی لا یفیق والصبی الذی لم یبلغ عمدھما خطا تحملہ العاقلہ وقد رفع عنھما القلم[1]

ترجمہ: "علی علیہ السلام ایسے مجنون جسے افاقہ نہ ہو اور ایسا بچہ جو بالغ نہ ہو کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں کا عمدی جرم خطا شمار ہو گا جس کو ان کے عاقلہ تحمل کریں گے کیونکہ یہ دونوں مرنوع القلم ہیں۔"

نکتہ: اگر دوران وکالت وکیل اور مؤکل میں سے کسی ایک کو جنون لاحق ہو جائے تو وکالت باطل ہو جاتی ہے۔"لو عرض بعد التوکیل بطلت الوکالت" اور جنون سے افاقہ ہونے پر دوبارہ تجدید وکالت ضروری ہے۔

اہل سنت فقہاء کی نظر

مجنون شخص کسی دوسرے کو اپنا وکیل نہیں قرار دے سکتا مگر ان موارد (طلاق، خلع، طلب، قصاص) میں وکیل قرار دے سکتا ہے۔البتہ مذہب حنفی کے نزدیک اگر جنون ادواری ہو تو افاقہ کی حالت میں توکیل جائز ہے۔[2] اسی طرح نکاح کے مورد میں ایجاب و قبول کے لیے ہر دو طرف سے وکیل قرار دیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں بیان ہوا ہے: "لان النبی ﷺ وکّل عمرو بن امیۃ وابا رافع فی قبول النکاح لہ"[3]

چونکہ احتیاج اس چیز کا تقاضا کرتی ہے مثلاً اگر کوئی اتنی دور سے شادی کرے کہ جہاں پر جانا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں وکالت صحیح ہے، جیسے خود پیغمبر اکرم کے بارے روایت ہے کہ "فان

---

[1]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ج ۱۰۱ ص ۳۸۹، باب ۳ حدیث ۱۷۔

[2]۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج ۵، ص ۲۰۳۔

[3]۔ الفقہ علی المذھب الاربعہ، ج ۳، ص ۱۷۰۔

النبی ﷺ تزوج ام حبیبة وھی یومئذ بارض الجشة" پیغمبر اکرم ﷺ سے ام حبیبہ کی شادی اس وقت ہوئی جب وہ ان دنوں حبشہ کی سرزمین پر تھی۔[1]

قانون ۱۵: عبد خالص کے لیے صحیح نہیں کہ مولیٰ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل قرار دے۔ البتہ اگر وکالت ان امور کے متعلق ہو جن میں مولی کی اجازت ضروری نہیں تو عبد، مولی کی اجازت کے بغیر بھی کسی کو وکیل قرار دے سکتا ہے مثلاً طلاق، خلع، طلب قصاص وغیرہ۔[2] البتہ عبد خالص (قن) اپنے مولی کی اجازت سے اپنے لیے نکاح کو قبول کر سکتا ہے جبکہ عبد مکاتب دوسرے شخص کو وکیل بنا سکتا ہے کیونکہ مولی کا سلطہ اس سے منقطع ہو چکا ہے اور اس کے لیے تصرف جائز ہے۔

اہل سنت فقہاء کی نظر

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں، امامیہ کے ساتھ متفق ہیں۔[3]

سفاہت کا معنی

(The meaning of insanity)

قانون ۱۶: سفاہت کی وجہ سے مجور علیہ کے لیے صحیح ہے کہ طلاق، خلع، اور طلب قصاص کے موارد میں کسی کو وکیل قرار چاہے ولی اجازت دے یا نہ دے چونکہ ان موارد میں نیابت صحیح ہے پس اس کے لیے توکیل بھی صحیح ہے لیکن بقیہ موارد میں توکیل صحیح نہیں ہے۔

---

[1]۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج۵، ص204۔

[2]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۱، ص۳۵، المبسوط فی الوکالۃ، ج۲، ص ۳۶۴، تذکرۃ الفقہاء فی ارکان الوکالت، ج۱۵، ص۱۹، ۲۱، تنقیح الرائع فی الوکالۃ، ج۲، ص ۲۹۲، الجامع الشرائع فی الوکالت، ص320، شرائع الاسلام، ج۲، ص۱۹۷، جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۸، ص۱۸۹۔

[3]۔ المغنی و شرح الکبیر ابن قدامہ، ج۵، ص ۲۰۳، ۲۱۱۔

تعریفات

ان السفه ضد الرشد والسفیه یقابل الرشید والرشد هو ملكة نفسانية تمنع من افساد المال و صرفه فی غیر الوجوه المطابقة الافعال العقلاء فالسفیه بخلافه۔

ترجمہ: ”سفیہ رشد کی ضد اور رشید کے مقابلے میں ہے، رشد وہ ملکہ نفسانیہ ہے جو مال کے فاسد کرنے سے منع کرتا ہے اور ان موارد میں مال کو خرچ کرنے سے روکتا ہے جو عقلاء کے مطابق نہ ہو۔“

مثلاً جو شخص اپنے مال کو اس کی اصلی قیمت سے بھی کمتر پر فروخت کرے یا کسی سے کوئی شئے اس کی حقیقی قیمت سے زیادہ مہنگی خریدے وہ سفی ہوتا ہے یا جو شخص اپنا زیادہ تر مال شراب نوشی یا دوسرے فضول کاموں پر خرچ کردے۔

مستندات

قرآن

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ۔

ترجمہ: ”یعنی سفیہ اشخاص کو ان کے اموال نہ دو۔“

اسی طرح جو شخص افلاس کی وجہ سے مجور علیہ ہے اس کے لیے بھی جائز ہے کہ طلاق، خلع، طلب قصاص اور مافی الزمہ کے موارد میں وکیل قرار دے۔ چونکہ مفلس ان موارد میں ملکیت رکھتا ہے جبکہ مالی امور میں اس کے لیے تصرف جائز نہیں لہٰذا وہ کسی کو وکیل قرار نہیں دے سکتا چنانکہ مالی امور میں وہ ممنوع التصرف ہے۔[1]

---

[1]۔ جامع المقاصد، ج۵، ص۱۹۶، الروضۃ البھیہ، ج۴، ص۱۰۷، مفاتیح الشرائع، ج۳، ص۱۵۷، الجواہر، ج۲۶، ص۹۷، الریاض، ج۹، ص۲۵۳، الحدائق، ج۲۰، ص۳۶۰، المبسوط، ج۲، ص۳۵۳۔

اہل سنت فقہاء کی نظر

السفیه المحجور هو فی المعاملات کالصغیر ممیز[1]

سفیہ مسلوب العبارۃ نہیں ہوتا بلکہ صبی ممیّز کی طرح ہے اور سفیہ غیر کو وکیل قرار دے سکتا ہے جس طرح بیع اور نکاح یا اس کے علاوہ اپنے لیے وکیل کرنا اس کے لیے صحیح ہوتا ہے لیکن ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ سفیہ کی طرف مال نہیں بھیج سکتے نہ اس کا اپنا مال اور نہ کسی دوسرے کا مال اگر مال بھیجا جائے اور وہ تلف ہو جائے اور مال کسی غیر کا ہو تو سفیہ ضامن نہیں ہے اور اگر اس کا اپنا مال تھا تو بھیجنے والا ضامن ہوگا۔

سفیہ کا ولی حاکم شرع ہوتا ہے جبکہ صبی ممیّز کا ولی اس کا باپ یا دادا ہوتا ہے۔

قانون ۱۷: محاکمہ کے وقت کوئی شخص بھی ان تمام امور جن میں نیابت اور وکالت جائز ہے وکالت قبول کر سکتا ہے چاہے مؤکل حاضر ہو یا غائب، مریض ہو یا صحت یاب۔[2]

مستندات

1۔ اجماع

تمام فقہاء شیعہ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔

2۔ آئمہؑ کا بیان

صحیحة سعید الاعرج عن الصادق علیه السلام فی رجل یجعل امر امراة الی رجل یطلقها ایجوز ذلك ﷺ فقال علیه السلام: نعم[3]

---

[1]۔ تبیین الحقائق، ج 5، ص ۱۹۵، ۱۹۳، ۱۹۲۔ الفتاوی الھندیہ، ج ۵، ص ۵۶، ۵۵، حاشیہ رد المختار، ج ۶، ص ۱۴۹، ۱۴۷۔

[2]۔ تذکرۃ الفقہاء علامہ حلی، ج ۱۵، ص ۲۲۔ مسالک الافہام، زین الدین عاملی، ج ۵، ص ۲۶۳، تنقیح الرائع، جمال الدین حلی، ج ۲، ص ۲۸۶۔

[3]۔ کافی، ج ۶، ص ۱۲۹، ح ۲، ا، الاستبصار، ج ۳، ص ۲۷۸، ح ۹۸۷، ۹۸۶، التھذیب، ج ۸، ص ۳۸، ۳۹، وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۳۳۳، ح ۱، ابواب مقدمات الطلاق۔

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے عورت کے حوالے سے کسی دوسرے مرد کو کہا کہ وہ اسے طلاق دے، کیا یہ اس کے لیے جائز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

اس روایت میں حضرت نے تفصیل نہیں پوچھی کہ خود مؤکل حاضر ہے یا نہیں، بلکہ سوال کے جواب میں فوراً فرمایا: ہاں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤکل اگر حاضر ہو پھر بھی اس کی وکالت قبول کرنا جائز ہے، اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت حتماً تفصیل پوچھتے۔

2 ۔ ان علیاً علیہ السلام وکّل عقیلاً وقال ما قضی لہ فلی وما قضی علیہ فعلیّ و وکّل عبداللہ بن جعفر ایضاً وقال ان للخصومة قحماً وان الشیطان لیحضرھا وانی اکرہ ان احضرھا[1]

ترجمہ: ''بتحقیق علی علیہ السلام نے جناب عقیل کو وکیل بنایا اور کہا وہ جو فیصلہ کرے گا خواہ وہ میرے نفع میں ہو یا نقصان میں مجھے قبول ہے۔ اسی طرح عبداللہ ابن جعفر کو بھی اپنا وکیل بنایا اور فرمایا کہ بتحقیق خصم کے لیے امر کو قبول کرنا سخت ہوتا ہے اور بتحقیق شیطان اس کو حاضر کرتا ہے اور میں اس کے حاضر کرنے کو پسند نہیں کرتا۔''

اہل سنت فقہاء کی نظر

حنبلی، مالکی اور شافعی فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں[2] البتہ حنفیہؒ کے نزدیک مؤکل حاضر کی وکالت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ چونکہ محاکمہ کے وقت مؤکل کا موجود ہونا ایک قسم کا

[1] ۔ المھذب شیرازی، ج۱، ص۳۵۵، المغنی، ج۵، ص۲۰۵، المجموع، ج۱۴، ص۹۸، النھایہ لابن اثیر، ج۴، ص۱۹۔

[2] ۔ بدایۃ المجتھد، ابن رشد، ج۲، ص۳۰۱، المغنی و شرح الکبیر، ج۵، ص۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۴، بحر المھذب، ج۸، ص۱۵۳، ۱۴۹، الوسیط، ج۳، ص۲۷۸، الوجیز، ج۱، ص۱۸۸، بدائع الصنائع، ج۶، ص۲۲، الفتاوی الھندیہ، ج۳، ص۷۔

حق ہے جو اس کے خصم (مد مقابل) کے لیے ہے۔ اور مؤکل اس کو کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں کر سکتا۔[1]

قانون ۱۸: مُحرِم شخص جب تک احرام کی حالت میں ہے شکار اور نکاح کے حوالے سے اس کی وکالت قبول کرنا صحیح نہیں چونکہ یہ دونوں مورد محرم پر حرام ہیں۔[2]

مستندات

1۔ قرآن

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ[3]

ترجمہ: ''تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، یہ تمہارے اور مسافروں کے فائدے میں ہے اور جب تک تم احرام میں ہو خشکی کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے اور جس اللہ کے سامنے جمع کیے جاؤ گے اس سے ڈرتے رہو۔''

2۔ اجماع، تمام شیعہ فقہاء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔

3۔ آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

1۔ عن ابن سنان عن ابی عبداللہ قال: لیس للمحرم ان یتزوج ولا یزوج وان تزوج او زوج محلاً فتزویجه باطل[4]

---

[1]۔ المغنی، ج۵، ص ۲۰۴، الشرح الکبیر، ج۵، ص ۲۰۷، تحفہ الفقہاء، ج۳، ص ۲۲۸، بدائع الصنائع، ج۶، ص ۲۲۔

[2]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی (کرکی)، ج۸ ص ۱۸۸، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۷، ص ۵۳۳۔

[3]۔ مائدہ/۹۶۔

[4]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۹، ص۸۹، ح۱، باب ۱۴، از ابواب تروک الاحرام، تھذیب، ج۵، ص۳۲۸، حدیث ۱۱۲۸، الاستبصار، ج۲، ص ۱۹۳، ح ۶۴۷۔

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام نے فرمایا: کہ محرم شخص کا حالت احرام شادی کرنا یا شادی کروانا جائز نہیں پس اگر شادی کرے یا کسی محل کی شادی کرائے تو عقد باطل ہوگا۔"

2۔ معتبرہ حلبی کی روایت ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: لا یستحلن شیئاً من الصید وانت حرام ولا انت حلال فی الحرم ولا تدلن علیه محلاً ولا محرماً فیصطادہ ولا تشر الیه فیستحل من اجلك فان فیه فداء لمن تعمدہ [1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ جب تم محرم ہو تو اس وقت شکار میں سے کسی چیز کو حلال شمار نہ کرو اور اسی طرح اگر حرم میں موجود ہو اگرچہ محل کیوں ہی نہ ہو اور کسی محل اور محرم کو اس طرف راہنمائی بھی نہ کرو تاکہ وہ شکار کرے اور شکار کی طرف اشارہ بھی نہ کرو تاکہ تمہاری وجہ سے شکاری اس کو حلال سمجھے، پس بتحقیق جو شخص عمداً یہ کام کرے گا اس پر فدیہ ہے (یعنی کفارہ ہے)"

3۔ عن ابان بن عثمان عن عثمان بن عفوان عن النبی ﷺ قال لا ینکح المحرم ولا ینکح ولا یخطب۔

ترجمہ: "پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ محرم شخص نکاح نہیں کر سکتا اور نہ کروا سکتا ہے اور نہ ہی خواستگاری کر سکتا ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے

مذہب مالکی [2]، شافعی [1] اور حنبلی [2] امامیہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں لیکن حنفیہ جواز کے قائل ہیں۔ [3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۹، ص۷۵، باب ۱، از ابواب تروک الاحرام، ح۱۔

[2]۔ موطا ابن مالک، ج۱، ص۳۴۸، بدایۃ المجتہد، ج۱، ص۳۳۱۔

جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت بیان ہوئی ہے: "ان النبی ﷺ تزوج میمونة وهو محرم"[4] پیامبر اکرم ﷺ نے میمونہ کی شادی کرائی در حالانکہ وہ محرم تھے۔

فرع اول: اگر ایک مُحِل شخص کسی دوسرے محل شخص کو ازدواج کے مورد پر وکیل قرار دے اور وکیل اپنے مؤکل کے لیے اس وقت عقد کرے جب مؤکل محرم ہو چکا ہو تو اس صورت میں نکاح صحیح نہیں ہو گا چاہے مؤکل عقد کے وقت حاضر ہو یا حاضر نہ ہو اور چاہے وکیل جانتا ہو کہ مؤکل مُحرِم ہو چکا ہے یا نہ جانتا ہو کیونکہ وکیل، مؤکل کا نائب ہے اور حقیقت میں عقد کی نسبت مؤکل کی طرف ہو گی اور مؤکل اس وقت مُحرِم تھا۔

فرع دوم: اگر مُحرِم شخص کسی مُحِل کو ازدواج کے مورد پر وکیل بنائے اور وکیل عقد کر دے اس صورت میں دیکھا جائے گا اگر عقد کے واقع ہونے کے بعد بھی مؤکل مُحرِم ہے تو نکاح باطل ہے اور اگر احلال کے بعد عقد واقع ہوا ہے تو عقد صحیح ہو گا اور لازم ہے کیونکہ وکیل نے مؤکل کے اذن سے اس کا عقد پڑھا ہے اور ایسی حالت میں عقد پڑھا ہے جب عقد صحیح ہوتا ہے۔[5]

قانون ۱۹: اگر کوئی مُحرِم حالت احرام میں کسی عورت کے ساتھ عقد کرتا ہے اور اسے حرمت کا علم ہے تو ان دونوں کو فوراً جدا ہو جانا چاہیے اور وہ دونوں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہوں گے لیکن اگر حرمت کا علم نہیں رکھتا تو جدا ہو جائیں اور جب محل ہوں گے تو دوبارہ ایک دوسرے کے ساتھ عقد کر سکتے ہیں۔

---

[1]۔ حلیۃ العلماء، ج ۳، ص ۲۹۳، المهذب شیرازی، ج ۱، ص ۲۱۰، المجموع، ج ۷، ص ۲۸۷۔

[2]۔ المغنی وشرح الکبیر، ج ۳، ص ۳۱۸، الکافی ابن قدامہ، ج ۱، ص ۵۴۴، الانصاف، ج ۳، ص ۴۹۳، عمدۃ القاری، ج ۱۰، ص ۱۹۵۔

[3]۔ المبسوط سرخسی، ج ۴، ص ۱۹۱، عمدۃ القاری، ج ۱۰، ص ۱۹۵۔

[4]۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۹، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۳۱، ح ۱۴۱۰، سنن ترمذی، ج ۳، ص ۲۰۱، ح ۸۴۲، سنن النسائی، ج ۵، ص ۱۹۱۔

[5]۔ منتہی المطلب، علامہ حلی، ج ۱۲، ص ۲۰۶، بحث تروک الاحرام۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

1 ۔ عن ابی عبداللہ قال ان المحرم اذا تزوج وھو محرم فرق بینھما ولا یتعاودان ابدا والتی تتزوج ولھا زوج یفرق بینھما ولایتعاودان ابدا[1]

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: محُرِم شخص کااحرام کی حالت میں ازدواج کرنا حرام ہے اور انہیں چاہیے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور پھر وہ ہمیشہ کے لیے (ایک دوسرے پر حرام ہو جائیں گے) اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح شوہر دار عورت شادی کرے تو فوراً جدا ہو جائے اور پھر ہمیشہ کے لیے اکٹھے نہیں ہو سکتے۔“

2 ۔ عن ابراھیم بن الحسن عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان المحرم اذا تزوج وھو محرم فرق بینھما ثم لایتعاودان ابداً۔

ترجمہ: ”ابراہیم ابن حسن امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا: جب کوئی محُرِم شخص حالت احرام میں ازدواج کرے تو دونوں کو ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہیے اور پھر کبھی بھی ایک دوسرے کی طرف نہیں پلٹ سکتے۔ (یعنی دوبارہ ایک دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتے)“

۳ ۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قضی امیر المومنین علیہ السلام فی رجل ملك بضع امرائۃ وھو محرم قبل ان یحل فقضی ان یخلی سبیلھا ولم یجعل نکاحہ شیئاً حتی یحل فاذا احل خطبھا ان شاء اھلھا زوجوہ وان شاؤ ولم یزوجوہ۔

ترجمہ: ”امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایسے شخص کے بارے قضاوت کی کہ جس نے حالت احرام میں عورت کے

[1] ۔ تہذیب، ج۵، ص۳۲۹، حدیث ۱۱۳۲، ج۷، ص۳۰۷، ح۱۲۷۱۔

ساتھ نکاح کیا تو حضرت نے فیصلہ سنایا کہ اس کا رشتہ چھوڑ دو اور اعتبار نکاح اصلاً واقع نہیں ہوا اور جب تو حمل ہو گا تو اس کی خواستگاری کرے گا اگر اس کے گھر والے چاہیے گے تو شادی کر دیں گے اور اگر نہ چاہیے گے تو شادی نہیں کریں گے۔"

قانون ۲۰: وکیل کے لیے صحیح نہیں کہ مؤکل کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص کو وکیل قرار دے لیکن اگر مؤکل اجازت دے چاہے صراحت کے ساتھ، یعنی وکیل کو کہے تو میری طرف سے یا اپنی طرف سے کسی اور شخص کو وکیل بنا سکتا ہے یا بغیر صراحت کے مثلاً یہ کہے اصنع ما شئت **تو ان دونوں صورتوں میں وکیل کے لیے صحیح ہے کہ کسی اور شخص کو وکیل بنائے۔**[1]

اہل سنت فقہاء کی رائے

وکیل کا کسی اور کو وکیل قرار دینے کی تین صورتیں ہیں:[2]

1۔ مؤکل نے اپنے وکیل کو توکیل سے منع کیا ہو اس صورت میں وکیل کا کسی اور کو وکیل قرار دینا جائز نہیں، اس مورد پر تمام اہل سنت فقہاء کا اتفاق ہے۔

2۔ مؤکل نے وکیل کو توکیل کی اجازت دی ہو اس صورت میں وکیل کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی اور کو وکیل بنائے چونکہ یہ بھی ایک قسم کا عقد ہے جس میں اس کو اجازت دی گئی ہے پس اس کے لیے تصرف جائز ہے، اگر مؤکل اپنے وکیل کے لیے یہ کہے "وکلتك فاصنع ما شئت فله ان یوکل" یعنی میں نے تجھے وکیل قرار دیا ہے پس جو کچھ انجام دے تجھے اختیار ہے۔ اس صورت میں بھی وکیل کے لیے کسی اور کو وکیل قرار دینا جائز ہے۔

3۔ مؤکل نے مطلقاً وکالت دی ہو، خود اس مورد کی تین حالتیں ہیں:

---

[1] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی (کرکی) ج۸، ص۱۸۷، بحث وکالت، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۷، ص۵۳۲، (دس جلدی)

[2] ۔ فقہ المعاملات المالیہ فی الاسلام، شیخ حسن ایوب، ص۴۳۴، بحث وکالت طبع قاهره، مصر، المغنی وشرح الکبیر ابن قدامہ، ج۵، ص۲۰۹، طبع بیروت لبنان۔

1۔ وکالت ایسے امور میں ہو جو وکیل کے شایان شان نہ ہو بلکہ کوئی پست کام ہو یا وکیل ان امور کے انجام دینے سے عاجز ہو اس صورت میں وکیل کے لیے توکیل جائز ہے۔

2۔ وکالت ایسے امور کے لیے ہو جس کو وکیل خود انجام دے سکتا ہے لیکن کام زیادہ ہونے کی وجہ سے عاجز ہے اس صورت میں وکیل کے لیے توکیل جائز ہے۔

3۔ مورد وکالت ان دو موارد کے علاوہ ہو، یہاں پر دو قول ہیں:

1۔ جائز نہیں ہے، ابو حنیفہ، ابی یوسف اور شافعی اس قول کے قائل ہیں چونکہ وکیل کو توکیل کی اجازت نہیں دی گئی۔

2۔ جائز ہے، احمد ابن حنبل اس قول کے قائل ہیں ابن ابی لیلیٰ نے کہا جب وکیل مریض یا غائب ہو تو اس کے لیے کسی اور وکیل قرار دینا یا اپنا نائب قرار دینا جائز ہے۔ لیکن ابن قدامہ کہتا ہے کہ پہلا قول (یعنی عدم جواز) بہتر ہے چونکہ تصرف کرنے میں وکیل مالک کے مشابہ نہیں ہے چونکہ مالک ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے جبکہ وکیل ایسا نہیں۔[1]

باب ۳: وکیل کی شرائط

(Terms of Advocate)

قانون ۲۱: وکیل کو بالغ اور عاقل ہونا چاہیے لیکن اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ مسلمان ہو یا کافر، غلام ہو یا آزاد، فاسق ہو یا مرتد، عورت ہو یا مرد، پس بچے اور دیوانے کی وکالت صحیح نہیں اگرچہ ان کے ولی کی اجازت ہو۔[2]

[1]۔ المغنی، وشرح الکبیر، ابن قدامہ، ج۵، ص۲۱۰، طبع بیروت لبنان، البیان، ج۶، ص۳۶۸، الفقہ النافع، ج۳، ص۱۲۴۰ و۹۹۵، بحر المذھب، ج۸، ص۱۶۶۔

[2]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۸ ص۱۹۵۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

1۔ عن زرارہ عن جعفر صادق علیہ السلام قال: اذا اتی علی الغلام عشر سنین فانہ یجوز لہ فی مالہ ما اعتق او تصدق او اوصی علی حد معروف وحق فھو جائز[1]

ترجمہ: "زرارہ، امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا: جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو اپنے مال سے غلام آزاد کرنا اور صدقہ دینا اور بطور معروف و حق وصیت کرنا اس کے لیے جائز ہے۔"

2۔ عن منصور بن حازم عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: سالتہ عن وصیۃ الغلام ھل تجوز؟ قال اذا کان عشر سنین جازت وصیتہ[2]

ترجمہ: "منصور ابن حازم امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے سوال کیا کہ کیا بچے کی وصیت جائز ہے؟ امامؑ نے فرمایا: جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو اس کا وصیت کرنا جائز ہے۔"

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۷، ص۱۹۴، باب حکم وصیۃ الصغیر ومن بلغ عشر سنین ۔۔۔۔حدیث ۲۴۷۶۴۔ الکافی، ج۷، ص۲۸ باب وصیۃ الغلام و الجاریہ، من لا یحضر الفقیہ، ج۴، ص۵۰۲،۵،۱۴۵، التھذیب، ج۸، ص۸۹۸،۸،۲۴۸، الاستبصار، ج۴، ص۲۸۷۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۷، ص۱۹۴، باب حکم وصیۃ الصغیر ومن بلغ عشر سنین ۔۔۔۔حدیث ۲۴۷۶۷۔ الکافی، ج۷، ص۲۸ باب وصیۃ الغلام و الجاریہ، من لا یحضر الفقیہ، ج۴، ص۵۰۲،۵،۱۴۵، التھذیب، ج۸، ص۸۹۸،۸،۲۴۸، الاستبصار، ج۴، ص۲۸۷۔

3 ۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی حدیث قال: اذا بلغ الغلام عشر سنین جازت وصیتہ[1]

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب بچہ ۱۰ سال کا ہو جائے تو اس کا وصیت کرنا جائز ہے۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کی نظر وہی ہے جو امامیہ کی ہے البتہ مذہب حنفیہّ کے نزدیک نکاح کے باب میں عورت کی طرف سے وکیل بننا جائز ہے جس طرح امامیہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ شافعیہ نکاح کے باب میں عورت کی طرف سے وکالت کو مُطلقاً جائز نہیں سمجھتے۔[2]

قانون ۲۲: ایک ہی مورد میں ایک سے زائد وکیل کرنا صحیح ہے، پس اگر ایک مؤکل نے ایک مسئلہ پر دو وکیل کیے تو اگر دونوں کے لیے اذن دیا ہو کہ تم جدا جدا کام کر سکتے ہو تو دونوں کے لیے علیحدہ کام کرنا صحیح ہے لیکن اگر مؤکل نے انفرادی کام کرنے سے منع کیا ہو تو دونوں کے لیے انفرادی کام کرنا صحیح نہیں ہوگا۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۷، ص۱۹۴، باب حکم وصیۃ الصغیر و من بلغ عشر سنین ۔۔۔ حدیث ۲۴۷۶۳۔ الکافی، ج۷، ص۲۸ باب وصیۃ الغلام و الجاریہ، من لا یحضر الفقیہ، ج۴، ص۵۰۲، ۵،۱۴۵، التھذیب، ج۸، ص۸۹۸، ۲۴۸۸، الاستبصار، ج۴، ص۲۸۷۔

[2]۔ الوجیز، ج۱، ص۱۸۹، العزیز شرح الوجیز، ج۵، ص۲۱۷، المھذب للشیرازی، ج۱، ص۳۵۶، بحر المذھب، ج۸، ص۱۵۲، حلیۃ العلماء، ج۶، ص۳۲۳، منھاج الطالبین، ص۲۰۶۔

[3]۔ تذکرۃ الفقھاء، ج۱۵، ص۳۲، شرائع اسلام محقق حلی، ج۲، ص۲۰۰، مسالک الافھام، زین الدین عاملی، ج۵، ص۲۷۷، مجموعہ قوانین و مقرارات حقوقی و کیفری ایران عاطفہ زاھدی، ص۲۷۷، مادہ ۶۶۹۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء، اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہیں۔[1]

قانون ۲۳: کافر شخص وکیل بن سکتا ہے۔[2]

وضاحت: کافر ذمی اور مسلمان کے درمیان وکالت کی آٹھ صورتیں ہیں:

1۔ وکیل، مؤکل اور مؤکل علیہ تینوں مسلمان ہوں تو اس صورت میں وکالت صحیح ہے۔

2۔ وکیل، مؤکل اور مؤکل علیہ تینوں کافر ہوں تو اس صورت میں بھی وکالت صحیح ہے۔

3۔ وکیل اور مؤکل علیہ مسلمان ہوں جبکہ مؤکل کافر ہو تو اس صورت میں وکالت صحیح ہے۔

4۔ وکیل اور مؤکل کافر ہوں جبکہ مؤکل علیہ مسلمان ہو اس صورت میں وکالت باطل ہے۔

5۔ وکیل کافر ہو جبکہ مؤکل اور مؤکل علیہ دونوں مسلمان ہوں اس صورت میں بھی وکالت باطل ہے۔

6۔ وکیل اور مؤکل مسلمان ہوں لیکن مؤکل علیہ کافر ہو اس صورت میں وکالت صحیح ہے۔

7۔ وکیل اور مؤکل علیہ کافر ہوں لیکن مؤکل مسلمان ہو اس صورت میں بھی وکالت صحیح ہے۔

8۔ وکیل مسلمان ہو لیکن مؤکل اور مؤکل علیہ دونوں کافر ہوں اس صورت میں بھی وکالت صحیح ہے۔[3]

قانون ۲۴: ایک ہی شخص کا دونوں طرف سے وکیل ہونا صحیح ہے۔[4]

---

[1]۔ المہذب للشیرازی، ج۱، ص۳۵۸، التہذیب للبغوی، ج۴، ص۲۱۵، البیان، ج۶، ص۳۶۹، المغنی ابن قدامہ، ج۵، ص96، بدائع الصنائع، ، ج۶، ص۳۲، العزیز شرح الوجیز، ج۵، ص۲۴۵، شرح الکبیر، ج۵، ص۲۲۰، تحفۃ الفقہاء، ج۳، ص۲۳۱۔

[2]۔ جامع المقاصد، ج۸ ص۱۹۷۔

[3]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۱، ص۸۴، شرائع الاسلام، محقق حلی، ج۲، ص۱۹۹، الروضۃ البھیہ فی الشرح المعۃ الدمشقیہ، ج۲، ص۴۶۰۔

[4]۔ جواہر الکلام (محمد حسن نجفی)، ج۲۷، ص۴۰۸، جامع المقاصد، محقق ثانی، ، ج۸، ص۲۰۲۔

مستندات

1۔ قرآن

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ[1]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورا کیا کرو۔''

اس آیہ میں ہر قسم کے عقد کی وفا پر تاکید کی گئی ہے۔

2۔ چونکہ ادلہ عام اور مطلق ہیں، لہٰذا کسی شخص کے دونوں طرف سے وکیل ہونے کے لیے کوئی مانع موجود نہیں ہے۔

البتہ بعض دیگر فقہاء[2] کے نزدیک ایک ہی شخص کا دونوں طرف سے وکیل ہونا جائز نہیں ہے چونکہ عقد میں اصل یہ ہے کہ دو طرفی ہوتا ہے ایک موجب اور دوسرا قابل، پس ان کے درمیان تغایر ضروری ہے۔

قانون ۲۵: اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو وکیل قرار دے جو کچھ مدت کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کی وکالت باطل نہیں ہوتی، چاہے یہ مرتد دار الحرب کے ساتھ ملحق ہو جائے یا نہ۔[3]

اہل سنت فقہاء کی رائے

ابو حنیفہ کے نزدیک اگر وکیل دار الحرب کے ساتھ ملحق ہو گیا ہو تو اس کی وکالت باطل ہے چونکہ وہ انہی میں سے ہو چکا ہے۔[4]

---

[1]۔ المائدہ۔آیہ ا۔

[2]۔ علامہ نے ابن جنید سے نقل کیا ہے المختلف، ص ۴۳۸، المبسوط، شیخ طوسی، ج ۲، ص ۳۷۴، السرائر، ص ۲۲۷۔

[3]۔ تذکرۃ الفقہاء، علامہ حلی، ج ۱۵، ص ۳۵۔

[4]۔ تحفۃ الفقہاء، ج ۳، ص ۲۳۶، بدائع الصنائع، ج ۶، ص ۳۸، الھدایہ للمرغینانی، ج ۳، ص ۱۵۴، الفتوی الھندیہ، ج ۳، ص ۱۱، الفقہ النافع، ج ۳، ص ۹۹۶ اور ۱۲۴۱۔

قانون۲۶: وکیل کا خود کو معزول کرنے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے، چاہے مؤکل حاضر ہو یا غایب ہو۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع عَنْ رَجُلٍ وَكَّلَ آخَرَ عَلَى وَكَالَةٍ فِي إِمْضَاءِ أَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ وَ أَشْهَدَ لَهُ بِذَلِكَ شَاهِدَيْنِ فَقَامَ الْوَكِيلُ فَخَرَجَ لِإِمْضَاءِ الْأَمْرِ فَقَالَ اشْهَدُوا أَنِّي قَدْ عَزَلْتُ فُلَاناً عَنِ الْوَكَالَةِ فَقَالَ إِنْ كَانَ الْوَكِيلُ أَمْضَى الْأَمْرَ الَّذِي وُكِّلَ فِيهِ قَبْلَ الْعَزْلِ عَنِ الْوَكَالَةِ فَإِنَّ الْأَمْرَ وَاقِعٌ مَاضٍ عَلَى مَا أَمْضَاهُ الْوَكِيلُ كَرِهَ الْمُوَكِّلُ أَمْ رَضِيَ قُلْتُ فَإِنَّ الْوَكِيلَ أَمْضَى الْأَمْرَ قَبْلَ أَنْ يَعْلَمَ بِالْعَزْلِ أَوْ يَبْلُغَهُ أَنَّهُ قَدْ عُزِلَ عَنِ الْوَكَالَةِ فَالْأَمْرُ مَاضٍ عَلَى مَا أَمْضَاهُ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لَهُ فَإِنْ بَلَغَهُ الْعَزْلُ قَبْلَ أَنْ يُمْضِيَ الْأَمْرَ ثُمَّ ذَهَبَ حَتَّى أَمْضَاهُ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ إِنَّ الْوَكِيلَ إِذَا وُكِّلَ ثُمَّ قَامَ عَنِ الْمَجْلِسِ فَأَمْرُهُ مَاضٍ أَبَداً وَ الْوَكَالَةُ ثَابِتَةٌ حَتَّى يَبْلُغَهُ الْعَزْلُ عَنِ الْوَكَالَةِ بِثِقَةٍ يُبَلِّغُهُ أَوْ مُشَافَهَةٍ بِالْعَزْلِ عَنِ الْوَكَالَةِ[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔۔۔۔۔وکالت ثابت اور نافذ ہے اس شرط پر جسے وکیل نے قبول کیا ہے، چاہے مؤکل کو پسند ہو یا ناپسند۔''

---

[1] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۲۷۶۔

[2] ۔ تہذیب الاحکام، ج ۶ ص ۲۱۳ حدیث ۲۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، ابو حنیفہ کے نزدیک مؤکل کے حضور میں وکیل کا خود کو معزول کرنا صحیح ہے۔[1]

قانون ۲۷: وکیل اپنے مؤکل کے مال پر امین ہوتا ہے، پس مال تلف ہونے کی صورت میں ضامن نہ ہوگا۔[2]

مستند

اجماع: محقق ثانی نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے۔[3]

وکالت میں اختلاف سے متعلقہ قوانین

(Laws relating to disputes in Advocacy)

قانون ۲۸: وکالت مؤکل کی تصدیق اور دو عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوگی۔[4]

اہل سنت فقہاء کی رائے

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء میں سے ابو حنیفہ کے علاوہ باقی سب فقہاء، امامیہ کے موافق ہیں۔[5]

قانون ۲۹: خود وکالت میں اختلاف کی صورت میں بینہ کی عدم موجودگی اور قسم کے ساتھ منکر کا قول مقدم ہوگا خواہ مدعی وکیل ہو یا مؤکل ہو۔[6]

---

[1] ۔ المجموع، ج ۱۴ ص ۱۵۶۔

[2] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۲۶۱۔

[3] ۔ ایضاً۔

[4] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۲۸۵۔

[5] ۔ المغنی، ابن قدامہ، ج ۵ ص ۲۶۷۔

[6] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۲۹۲۔

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ قَالَ لِآخَرَ اخْطُبْ لِي فُلَانَةَ فَمَا فَعَلْتَ مِنْ شَيْءٍ مِمَّا قَاوَلْتَ مِنْ صَدَاقٍ أَوْ ضَمِنْتَ مِنْ شَيْءٍ أَوْ شَرَطْتَ فَذَلِكَ لِي رِضًا وَ هُوَ لَازِمٌ لِي وَ لَمْ يُشْهِدْ عَلَى ذَلِكَ فَذَهَبَ فَخَطَبَ لَهُ وَ بَذَلَ عَنْهُ الصَّدَاقَ وَ غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا طَالَبُوهُ وَ سَأَلُوهُ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيْهِ أَنْكَرَ ذَلِكَ كُلَّهُ قَالَ يَغْرَمُ لَهَا نِصْفَ الصَّدَاقِ عَنْهُ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ هُوَ الَّذِي ضَيَّعَ حَقَّهَا فَلَمَّا لَمْ يُشْهِدْ لَهَا عَلَيْهِ بِذَلِكَ الَّذِي قَالَ لَهُ حَلَّ لَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ وَ لَا يَحِلُّ لِلْأَوَّلِ فِيمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَّا أَنْ يُطَلِّقَهَا لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ- فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَإِنَّهُ مَأْثُومٌ فِيمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ كَانَ الْحُكْمُ الظَّاهِرُ حُكْمَ الْإِسْلَامِ- وَ قَدْ أَبَاحَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ [1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کسی دوسرے شخص کو بھیجا کہ فلاں عورت سے میرے لیے خواستگاری کرو، پس جو کچھ شرائط اور حق مہر تم طے کروگے مجھے قبول ہے اور میں ان کا پابند ہوں گا اور ان پر کسی گواہ کی ضرورت نہیں، پس وہ شخص گیا اور اس نے خواستگاری کے دوران شرائط اور حق مہر طے کیا لیکن واپسی پر وہ شخص انکاری ہوگیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: نصف حق مہر اس کی طرف سے ادا ہوگا۔''

قانون ۳۰: وکیل اور مؤکل کے درمیان تصرف کے صحیح اور غلط ہونے میں اختلاف ہو تو وکیل کے قول کو مقدم کیا جائے گا۔ [2]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹ ص ۱۶۵، باب ۴ حدیث مسلسل ۲۴۳۷۱۔

[2]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۳۱۳۔

قانون ۳۱: اگر وکیل اور مؤکل کے درمیان اس شیئ کی واپسی پر اختلاف ہو جائے جس پر وکالت دی گئی تھی تو مؤکل کے پاس بینہ کی موجودگی کی صورت میں اس کے قول کو مقدم کیا جائے گا۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِنَّ اللهَ حَكَمَ فِي دِمَائِكُمْ بِغَيْرِ مَا حَكَمَ بِهِ فِي أَمْوَالِكُمْ حَكَمَ فِي أَمْوَالِكُمْ أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَ حَكَمَ فِي دِمَائِكُمْ أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى مَنِ ادُّعِيَ عَلَيْهِ وَ الْيَمِينَ عَلَى مَنِ ادَّعَى لِكَيْلَا يَبْطُلَ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِم [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے تمہارے خون کے حوالے سے جو حکم صادر فرمایا ہے وہ تمہارے اموال کے بارے میں حکم سے مختلف ہے، تمہارے اموال کے حوالے سے فرمایا ہے کہ بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر، جبکہ تمہارے خون کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بینہ مدعی علیہ پر اور قسم مدعی پر تاکہ مسلمان کا خون ناحق نہ بہایا جا سکے۔''

قانون ۳۲: وکیل کی طرف سے مال کے تلف ہونے اور مؤکل کی طرف سے عدم تلف ہونے پر اختلاف کی صورت میں وکیل کے قسم کھانے پر اس کے قول کو مقدم کیا جائے گا۔[3]

---

[1] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۲۱۶۔

[2] ۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۴۱۵ حدیث ۲۔

[3] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۸ ص ۳۱۸۔

مستندات

۱: قرآن مجید

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ [1]

ترجمہ: "جب تم ان کا مال ان کے حوالے کرو تو اس پر گواہ ضرور بناؤ۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِنَّ اللهَ حَكَمَ فِي دِمَائِكُمْ بِغَيْرِ مَا حَكَمَ بِهِ فِي أَمْوَالِكُمْ حَكَمَ فِي أَمْوَالِكُمْ أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَ حَكَمَ فِي دِمَائِكُمْ أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى مَنِ ادُّعِيَ عَلَيْهِ وَ الْيَمِينَ عَلَى مَنِ ادَّعَى لِكَيْلَا يَبْطُلَ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ [2]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے تمہارے خون کے حوالے سے جو حکم صادر فرمایا ہے وہ تمہارے اموال کے بارے میں حکم سے مختلف ہے، تمہارے اموال کے حوالے سے فرمایا ہے کہ بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر، جبکہ تمہارے خون کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بینہ مدعی علیہ پر اور قسم مدعی پر تاکہ مسلمان کا خون ناحق نہ بہایا جا سکے۔"

---

[1] ۔ سورہ نساء، آیہ ۶۔

[2] ۔ الکافی، مرحوم کلینی، ج ۷ ص ۴۱۵ حدیث ۲۔

چھٹا باب: قانون کفالت

Chapter Six: (Law of Sponsorship)

تعریفات:(Definitions)

لغوی تعریف

کفالت (فتحہ کے ساتھ) کَفَلَ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کسی کے کام کو اپنے ذمہ لینا۔[1]

اصطلاحی تعریف

فقہی اصطلاح میں کسی شخص کے ساتھ یہ عہد کرنا کہ وہ حقدار کے سامنے اس شخص کو جو حق کے زیر بار ہے، حاضر کر دے گا، کفالت کہلاتا ہے۔[2]

عقد کفالت میں کم سے کم تین اشخاص کا ہونا ضروری ہے:

الف: کفیل، وہ شخص ہے جو مکفول بہ کے حاضر کرنے کو اپنے ذمہ لیتا ہے۔

ب: مکفول، وہ شخص جس کے حاضر کرنے کا ذمہ کفیل لیتا ہے۔

ج۔ مکفول لہ، وہ شخص جو صاحب حق و قرض خواہ ہو۔[3]

قانون ۱: عقد کفالت قرآن اور سنت کی رو سے صحیح اور جائز ہے۔[4]

---

[1]۔ ترجمہ المنجد ج ۲ مادہ کفل، فرہنگ بزرگ جامع نوین۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۲ کتاب الکفالت ناشر مکتبہ علمیہ اسلامیہ تہران۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۲ کتاب الکفالت۔

[4]۔ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۱۶۔ کتاب کفالت۔

مستندات

ا: قرآن مجید

ا۔ ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ [1]

ترجمہ: ''یعقوبؑ نے کہا میں اسے (یوسفؑ) ہر گز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ خدا کی طرف سے عہد نہ کروگے کہ اسے واپس لاؤگے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جائے۔''

تقریب استدلال

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا اور ان کو کفیل بنایا کہ وہ یوسف کو واپس لائیں گے۔

۲۔ اسی سورہ میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ [2]

ترجمہ: ''ان لوگوں نے کہا اے عزیز مصر اس کے والد بہت ضعیف العمر ہیں پس لہٰذا ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ پر لے لیجئے اور اس کو چھوڑ دیجئے۔''

حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے عزیز مصر کے پاس اپنے آپ کو یوسف کے بدلے کفیل کے طور پر پیش کیا۔

---

[1] ۔ سورہ یوسف، آیت: ٦٦۔

[2] ۔ سورہ یوسف، آیت: ٧٨۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱- عَنْ دَاوُدَ بْنِ سِرْحَانَ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الْكَفِيلِ وَ الرَّهْنِ فِي بَيْعِ النَّسِيئَةِ قَالَ لَا بَأْس [1]

ترجمہ: ”داؤد بن سرحان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیع نسیہ (اُدھار معاملہ) میں رہن اور کفیل لینے کے بارے میں سوال کیا کہ اس شخص کا جو کسی کو قرض دے، کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔“

2۔ علی بن جعفر نے اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے:

سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يُسْلِفُ فِي الْفَامُوسِ- أَيَصْلُحُ أَنْ يَأْخُذَ كَفِيلًا قَالَ لَا بَأْس [2]

ترجمہ: ”میں نے امام علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو مال (پیسے) قرض دیتا ہے کیا اس کے لیے کفیل کا مطالبہ کرنا صحیح ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔“

قانون ۲: عقد کفالت میں کفیل کی طرف سے ایجاب اور مکفول لہ کی طرف سے قبول کا ہونا ضروری ہے۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ناشر ذوی القربی چاپ اول باب ۸ ج ٦ ح 1۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی باب ۸ ج ٦ ح 1۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۲ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ٦١۔ مؤسسہ نشر اسلامی قم چاپ دوم ۔جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۲٦، ص ۱۸٦ دار الکتب الاسلامیہ تہران، چاپ پنجم منہاج الصالحین، آیت اللہ خوئی۔ ج ۳، ص ۲۱۵، چاپ ششم، مدرسہ امام باقر قم؛ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 20، ص: 340۔

مستندات

قاعدہ اصولی

کیونکہ ایجاب اور قبول مقتضائے عقد ہے اور کفیل، مکفول کے احضار کو مکفول لہ کے سامنے اپنے ذمہ لیتا ہے لہٰذا اس پر ایجاب اور مکفول لہ کہ جو عقد کا دوسرا رکن ہے، کی طرف سے قبول کا ہونا ضروری ہے۔[1]

قانون ۳ : ہر اس شخص کی کفالت صحیح ہے جس پر کسی کا حق ہو یا صاحب حق کی طرف سے دعویٰ ہو کہ جس کی وجہ سے اس کا محاکمہ حکم میں حاضر ہونا لازم ہو۔[2]

مستندات

اہل سنت فقہاء کی رائے

فقہاء اہل سنت کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔

تصح الکفالۃ ببدن کل من یلزم حضورہ فی مجلس الحکم [3]

ترجمہ: ”ہر اس شخص کی کفالت درست ہے جس کا مجلس محاکمہ میں پیش ہونا ضروری ہو۔“

قانون ۴: عقد کفالت میں مکفول کا معلوم ہونا اور کفیل اور مکفول لہ کی رضامندی شرط ہے۔[4]

---

[1]۔ مستند تحریر الوسیلہ احمد مظاہری کفالت ج ۴ ص ۳۰۰۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۳- مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج 20، ص: ۳۴۳۔

[3]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج ۵، ص ۹۶۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۲ مسئلہ ۲ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۲۶، ص ۱۷۶ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ، ج ۶۱ ص ۵۶۴ قانون مدنی مادہ ۷۸۳۔

مستند

فقہاء امامیہ کی نظر

کفیل اور مکفول لہ طرفین عقد ہیں اور تمام عقود میں رضایت طرفین شرط ہے کیونکہ بغیر رضامندی کے شامل حدیث رفع اکراہ واقع ہوگا۔[1]

لأنّه لا يصحّ أن يلزمه الحقّ ابتداءً إلّا برضاه. و لا نعلم فيه خلافاً۔[2]

ترجمہ: ”کیونکہ صحیح نہیں ہے کہ اس کی رضا کے بغیر اس پر حق ابتداءً لازم قرار دیا جائے۔“

وكذا يُعتبر رضا المكفول له؛ لأنّه صاحب الحقّ، فلا يجوز إلزامه شيئاً بغير رضاه۔[3]

ترجمہ: ”مکفول لہ کی رضامندی شرط ہے کیونکہ وہ صاحب حق ہے پس جائز نہیں کسی چیز کو اس پر لازم قرار دینا بغیر اس کی رضامندی کے۔“

ضمن ۱۔۴: مکفول کی رضامندی ضروری نہیں۔[4]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يُسْلِفُ فِي الْفَامُوسِ- أَيَصْلُحُ أَنْ يَأْخُذَ كَفِيلًا قَالَ لَا بَأْسَ۔[5]

---

[1]۔ مہذب الاحکام، عبدالاعلی سبزواری، کتاب کفالت ج۲۰، ص۲۳۱۔

[2]۔ تذکرۃ الفقہاء (ط-الحدیثۃ)، ج14، ص: 389 حلی، علامہ حسن بن یوسف بن مطہر اسدی۔

[3]۔ تذکرۃ الفقہاء (ط-الحدیثۃ)، ج14، ص: 389 حلی، علامہ حسن بن یوسف بن مطہر اسدی۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۸۲ مسلہ ۲ جواهر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۲۶، ص۱۷۶۔

[5]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی باب ۸ ج۶ ح 1 شمارہ مسلسل ۲۳۹۸۳۔

ترجمہ: ''میں نے سوال کیا ایک شخص کے بارے میں کہ جو اُدھار پیسوں پر معاملہ کرتا ہے کیا اس کے لیے صحیح ہے کہ وہ اس کے بدلے میں اس سے کفیل لے؟ امامؑ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

فقہاء اہل سنت کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔

تفتقر صحة كفالة الى رضى الكفيل[1]

ترجمہ: ''کفالت کا صحیح ہونا کفیل کی رضایت پر منحصر ہے۔''

کفیل کی شرائط سے متعلق قوانین

(Laws relating to conditions of sponsorship)

قانون ۵: عقد کفالت میں کفیل کا بالغ و عاقل ہونا ضروری ہے۔[2]

مستندات

۱: قرآن مجید

وَابْتَلُواْ الْيَتَامَى حَتَّىَ إِذَا بَلَغُواْ النِّكَاحَ إِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُواْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ[3]

ترجمہ: ''اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ یہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں رشد عقلی پاؤ تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو۔''

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ عبدالرحمان، ج۵، ص۱۰۳۔

[2]۔ منہاج الصالحین (المعاملات) آیت اللہ خوئی، ج۳ ص۲۱۶ ناشر: مدرسہ امام باقر، چاپ۶؛ مہذب الأحکام، ج20، ص 340۔

[3]۔ سورۃ النساء، آیت ۶۔

۲: حدیث نبوی ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَ عَنِ الطِّفْلِ حَتَّى يَبْلُغَ[1]

ترجمہ: "تین افراد سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے: 1۔ سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو، 2۔ پاگل شخص سے جب تک وہ تندرست نہ ہو، 3۔ بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو۔"

قانون ٦: کفیل کے پاس مکفول کے احضار پر مکفول لہ کے سامنے پیش کرنے کی قدرت ضروری ہے۔[2]

مستندات

ا: قرآن مجید

لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا[3]

ترجمہ: "اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔"

---

[1] ۔ بحار الانوار (علامہ مجلسی): ج ۸۵ ص ۱۳۴۔

[2] ۔ منہاج الصالحین ، آیت اللہ خوئی۔ ج ۳ المعاملات، ص ۲۱۶ ناشر مدرسہ امام باقر چاپ ٦- مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج20، ص: 340۔

[3] ۔ بقرہ آیت ۲۸٦۔

۲: حدیث نبوی ﷺ

وُضِعَ عَنْ أُمَّتِی تِسْعَةُ أَشْیَاءَ السَّهْوُ وَ الْخَطَأُ وَ النِّسْیَانُ وَ مَا أُکْرِهُوا عَلَیْهِ وَ مَا لَا یَعْلَمُونَ وَ(مَا لَا یُطِیقُونَ) وَ الطِّیَرَةُ وَ الْحَسَدُ وَ التَّفَکُّرُ فِی الْوَسْوَسَةِ فِی الْخَلْقِ مَا لَمْ یَنْطِقِ الْإِنْسَانُ بِشَفَةٍ[1]

ترجمہ: ”میری امت سے نو چیزوں کا حکم اُٹھالیا گیا ہے: (۱) سہو (۲) خطاء (۳) بھول (۴) جس پر مجبور کیا گیا ہو (۵) جس کا علم نہ ہو (۶) جس چیز کی طاقت نہ ہو (۷) فال (۸) حسد (۹) مخلوقات کے بارے میں فکر وسوسہ کرنا جب تک کہ انسان اس کو اپنی زبان پر نہ لائے۔“

قانون ۷: عقد کفالت کفیل کی طرف سے لازم ہوتا ہے۔[2]

مستندات

۱: قرآن مجید

ارشاد ہوتا ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! عہد و پیان پورا کیا کرو۔“[3]

---

[1] ۔ وسائل الشیعۃ، حر عاملی ج8، ص: 249 ح10559 خصال شیخ صدوق میں رفع آیا ہے۔

[2] ۔ جامع المقاصد محقق ثانی ج۵ ص ۳۸۵، مھذب الاحکام عبد الاعلی سبزواری کفالت ج۲۰ مسلہ ۷ ص ۳۴۴۔

[3] ۔ سورہ مائدہ، آیت: ۱۔

۲: حدیث نبوی ﷺ

حدیث نبوی ﷺ ہے:

اَلْمُؤْمِنُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِم۔[1]

ترجمہ: ”مومنوں پر اپنی شرائط کی وفا لازم ہے۔“

۳: قاعدہ اصولی

قاعدہ ”اصالة اللزوم“ یعنی تمام عقود میں اصل، عقد کا لازم ہونا ہے مگر یہ کہ کوئی دلیل اس کے عدم لزوم پر قائم ہو۔[2]

قانون ۸: مکفول لہ (صاحب حق) کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنا حق معاف کر دے جس کے بعد عقد کفالت ختم ہو جاتا ہے۔[3]

مستندات

ا: حدیث نبوی ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلنَّاسُ مُسَلَّطُونَ عَلى أَمْوَالِهِم۔[4]

ترجمہ: ”لوگ اپنے اموال پر اختیار رکھتے ہیں۔“

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج ۷ باب مہور ح ۷ مسلسل ۲۷۰۸۱ مستدرک کتاب تجارۃ ابواب خیار ح ۱۔ ۳ باب ۴ بخاری کتاب تجارۃ ج ۳ ص ۱۱۹۔

[2]۔ مہذب الاحکام عبد الاعلی سبزواری کفالت ج ۲۰ مسلہ ۷ ص ۳۴۴۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۳۔

[4]۔ بحار الانوار، ج ۲ ص ۲۷۲۔

۲: قاعدہ اصولی

''قاعدہ اسقاط: انّ لکل ذی حق ان یسقط حقه''[1] یعنی ہر صاحب حق کو اپنا حق ساقط کرنے کا اختیار ہے۔اس قاعدے کا ماخذ درج ذیل آیت قرآنی ہے:

وَالْكَٰظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[2]

ترجمہ: ''اور غصّہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

عقد کفالت کی مدت سے متعلقہ قوانین

(Laws regarding the time limit of contract of sponsorship)

قانون ۹: اگر کفالت مطلق ہو یعنی عقد کفالت میں مکفول کے حاضر کرنے کا وقت معین نہ کیا گیا ہو تو جس وقت بھی مکفول لہ مطالبہ کرے کفیل پر لازم ہے مکفول کو حاضر کرے۔[3]

مستندات

قرآن مجید

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ[4]

ترجمہ: ''اور وہ مؤمن جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کا لحاظ کرتے ہیں۔''

---

[1]۔ قواعد فقہ، داکٹر حمید بہرامی احمدی ج اچاپ دانشگاہ امام صادق تہران۔

[2]۔ سورۃ آل عمران، آیت: ۱۳۴۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۸۳ قانون مدنی مادہ ۷۳۹۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج20، ص: 345۔

[4]۔ سورہ مومنون، آیت: ۸۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

فقہاء اہل سنت کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔اس بارے ابن قدمہ لکھتے ہیں:

''اگر عقد کفالت مطلق ہو وقت و زمانے کی قید ذکر نہ کی گئی ہو تو عقد حالۃ ہوگا (یعنی جس وقت بھی مکفول لہ کفیل سے مطالبہ کرے مکفول کے حاضر کرنے کا تو اس تو اس پر لازم ہوگا مکفول کا احضار کرنا۔''[1]

قانون ۱۰: اگر عقد کفالت مؤقت ہو یعنی وقت اور زمانہ مقرر کیا ہو تو مکفول لہ کو حق نہیں کہ وقت آنے سے پہلے کفیل سے مکفول کے حاضر کرنے کا مطالبہ کرے۔[2]

مستندات

حدیث نبوی ﷺ

اَلْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِم[3]

ترجمہ: ''مسلمانوں پر اپنی شرائط کی وفا لازمی ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

اہل سنت فقہاء کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔

ان كانت الكفالة مُؤجلة لم يلزم احضاره قبل الأجل[4]

ترجمہ: ''اگر عقد کفالت مؤجلہ ہو (یعنی وقت اور زمانہ مقرر کیا گیا ہو) تو کفیل پر وقت سے پہلے مکفول کا احضار کرنا لازم نہیں۔''

---

[1]۔ مغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۹۸۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۸۳ قانون مدنی مادہ ۷۳۹۔

[3]۔ الکافی، ج5، ص: 404۔

[4]۔ مغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۹۸۔

عقد کفالت کے مکان سے متعلقہ قوانین

(Laws relating to the house of tenement of sponsorship)

قانون ۱۱: اگر عقد کفالت میں مکفول کے حاضر کرنے کی جگہ مقرر کی گئی ہو تو کفیل پر لازم ہے کہ مکفول کو اسی جگہ پر حاضر کرے اگر کسی دوسری جگہ لائے تو بری الذمہ نہیں ہوگا۔[1]

۱: حدیث نبوی ﷺ

رسول خداؐ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِم[2]

ترجمہ: ''مومنوں پر اپنی شرائط کی وفا لازمی ہے۔''

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

عبد اللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا:

اَلْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ إِلَّا كُلَّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا يَجُوز[3]

ترجمہ: ''تمام مسلمانوں پر ان کی بیان کردہ شرائط کی پاسداری ضروری ہے مگر ہر وہ شرط جو قرآن کے خلاف ہو جائز نہیں ہے۔''

[1] ۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۲۶، ص ۲۰۲۔
[2] ۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج ۷ باب مہور ح ۷ مسلسل ۲۷۰۸۱۔
[3] ۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج ۶ باب ۶ ح ۲ من ابواب الخیار، مسلسل ۲۳۰۴۱۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

فقہاء اہل سنت کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔

واذاعیّن فی الکفالۃ تسلیمہ فی مکان فأحضرہ فی غیرہ لم یبرأء من الکفالۃ [1]

ترجمہ: اگر کفیل مکفول کو مکفول لہ کے سامنے حاضر کرنے کی جگہ معین کرے اور کسی دوسری جگہ لائے تو کفالت سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔

ضمن ۱۔۱۱: اگر مکفول لہ کسی اور جگہ پر حاضر کرنے کا مطالبہ کرے تو کفیل پر قبول کرنا لازم نہیں اور اگر عقد کفالت میں مکفول کے حاضر کرنے کی جگہ مقرر نہ کی گئی ہو تو اس صورت میں مکفول کو اس جگہ حاضر کرے جس جگہ عقد کفالت طے ہو۔ [2]

ضمن ۲۔۱۱: اگر کفیل مکفول کو مکفول لہ کے سامنے حاضر اور تسلیم کرنے سے انکار کرے تو مکفول لہ حاکم اور سرکار کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ [3]

ضمن ۳۔۱۱: کفیل پر لازم ہے کہ وہ ہر وسیلہ اور ہر راہ کو اختیار کرے جس کے ذریعہ مکفول کو حاضر کر سکے جبکہ اس میں دینی اور دنیاوی مفسدہ نہ ہو۔ [4]

ضمن ۴۔۱۱: اگر کفیل مکفول کو مکفول لہ کے سامنے حاضر نہ کرے تو وہ مالی حق جو مکفول کے ذمہ تھا کفیل اس کو ادا کرے اگر اس سے انکار کرے تو حاکم کفیل کو قید کر سکتا ہے یہاں تک کہ وہ

---

[1]۔ مغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۹۹۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۸۴ مسلہ ۸ قانون مدنی مادہ ۷۴۲ جواھر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۲۶، ص ۲۰۲ دار الکتب الاسلامیہ تہران، چاپ پنجم۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۸۳ مسلہ ۶۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۸۴ مسلہ ۹ منہاج الصالحین، آیت اللہ خوئی۔ ج ۳، ص۲۱۶ مسلہ ۹۰۰۔

مکفول کو پیش کرے یا وہ مالی حق جو مکفول کے ذمہ تھا ادا کرے لیکن اگر مکفول پر حق قصاص یا حق زوجہ ہو تو حاکم کفیل کو قید کرے یہاں تک کہ وہ مکفول کو پیش کرے۔[1]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

أُتِيَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع بِرَجُلٍ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَفْسِ رَجُلٍ فَحَبَسَهُ وَ قَالَ اطْلُبْ صَاحِبَكَ[2]

ترجمہ: "امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے ایک شخص کی کفالت قبول کی تھی، آپؑ نے حکم دیا کہ اس کو قید کیا جائے اور اس سے کہا جس کی تم نے کفالت کی اس کو پیش کرو۔"

۲۔ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں:

قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي رَجُلٍ تَكَفَّلَ بِنَفْسِ رَجُلٍ أَنْ يُحْبَسَ وَ قَالَ لَهُ اطْلُبْ صَاحِبَه[3]

ترجمہ: "امیر المؤمنین علیہ السلام نے اس شخص کے قید کرنے کا حکم دیا جس نے ایک شخص کی کفالت قبول کی تھی اور اس سے کہا جس کی تم نے کفالت کی اس کو پیش کرو۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے

فقہاء اہل سنت کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔ اس بارے میں ابن قدامہ لکھتے ہیں:

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۳ مسئلہ ۶ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۶ ص ۵۹۰۔

[2] وسائل الشیعہ، حر عاملی ج ۷ باب ۸ مسلسل ۲۳۹۸۲۔

[3] وسائل الشیعہ، حر عاملی ج ۷ باب ۸ ۲۳۹۹۔

ومن کفل بنفس لزمہ ما علیہ ان لم یسلمها [1]

ترجمہ: "جو شخص کسی انسان کی کفالت لے اگر وہ مکفول کو حوالے نہ کرے تو اس پر لازم ہے وہ حق جو مکفول کے ذمہ تھا ادا کرے۔"

قانون ۱۲: مکفول کے غائب ہونے کہ صورت میں جبکہ یہ معلوم ہو کہ وہ کس جگہ پر ہے اور کفیل کے لیے اس کو حاضر کرنا ممکن ہو تو کفیل کو اتنی مہلت دی جائے گی کہ جس میں وہ اس جگہ پر جاکر واپس آسکے جہاں پر مکفول موجود ہے اور اگر کفیل مکفول کو اس مدت میں حاضر نہ کرے تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مکفول کو پیش کرے۔ [2]

ضمن ا۔۱۲: اگر مکفول غائب ہو تو اس کے لانے میں کرایہ پر جو اخراجات ہوں گے وہ کفیل کے ذمہ ہوں گے مگر یہ کہ مکفول کی اجازت سے اخراجات کیے ہوں تو پھر کفیل ان اخراجات کو وصول کر سکتا ہے۔ [3]

حدیث نبوی ﷺ

حُرْمَةُ مَالِ الْمُسْلِمِ كَحُرْمَةِ دَمِهِ [4]

ترجمہ: "مسلمان کے مال کا احترام اُس کے خون کے احترام کی مانند ہے۔"

لہٰذا مسلمان کا مال اور اُس کی جان دونوں محترم ہیں۔

قانون ۱۳: موارد ذیل میں کفیل بری الذمہ ہو جاتا ہے:

(ا) کفیل مکفول کو مکفول لہ کے سامنے پیش کردے۔

---

[1]۔ مغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص ۹۵ ترجمہ۔ جو شخص کسی انسان کی کفالت لے اگر وہ مکفول کو حوالے نہ کرے تو اس پر لازم ہے وہ حق جو مکفول کے ذمہ تھا ادا کرے۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۸۳ مسئلہ ۲۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج20، ص: 347

[3]۔ منہاج الصالحین، آیت اللہ خوئی۔ ج ۳، ص ۲۱۶ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج20، ص: 347۔

[4]۔ بحار الأنوار الجامعة لدرر اخبار الائمة الأطہار علیہم السلام , جلد ۲۹ , صفحہ ۴۰۷۔

(۲) خود مکفول کفیل کی طرف سے اپنے آپ کو مکفول لہ کے سامنے حاضر کردے۔

(۳) مکفول لہ اپنا حق جو مکفول پر تھا کسی دوسرے کی طرف منتقل کردے، ہبہ یا صلح کے ذریعہ یا اپنا حق فروخت کردے تو اس صورت میں عقد کفالت باطل ہو جاتا ہے۔

(۴) مکفول لہ کفیل کو کفالت سے بری الذمہ کردے۔

(۵) کفیل یا مکفول کا انتقال ہو جائے تو عقد کفالت باطل ہو جاتا ہے۔[1]

ضمن ا۔۱۴: اگر مکفول لہ کا انتقال ہو جائے تو اسکا حق اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔[2]

مستندات

قرآن مجید

أُولُوا الْأَرْحامِ بَعْضُهُمْ أَوْلى بِبَعْضٍ فى كِتابِ اللهِ إِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلیمٌ[3]

ترجمہ: ''اور اللہ کی کتاب میں خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے۔''

---

[1]۔ منہاج الصالحین ،آیت اللہ خوئی۔ج ۳ ،ص۲۱۶مسلہ ۹۰۲، چاپ ششم ، مدرسہ امام باقر قم؛ تحریر الوسیلہ ،امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۳، مسئلہ ۱۰۔۱۱۔ ۱۲ قانون مدنی مادہ ۷۴۶ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج۱۶ص ۵۸۹ موسسہ نشر اسلامی قم چاپ دوم۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ ،امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۳مسلہ ۱۲ قانون مدنی مادہ ۷۴۸ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۱۶ ص ۶۰۴ موسسہ نشر اسلامی قم چاپ دوم۔

[3]۔ سورۃ الانفال، آیت: 75۔

مکفول کی اجازت سے متعلق قوانین
(Laws relating to the permission of Mukful)

قانون ۱۴: اگر کفیل مکفول کی اجازت سے کفیل نہ بنا ہو اور نہ ہی اس کی اجازت سے وہ مال مکفول کو دیا ہو تو اس صورت میں کفیل کو حق نہیں ہو گا کہ وہ مکفول سے اس مال کا مطالبہ کرے۔[1]

قاعدہ اصولی

اس کی دلیل قاعدہ اقدام[2] بھی ہے یعنی جب کوئی انسان کسی کام کو انجام دے تو اس کے نتائج کا ذمہ دار بھی وہی ہو گا۔

قانون ۱۵: اگر کفیل کی کفالت مکفول کی اجازت سے ہو یا عقد کفالت میں اجازت نہ لی ہو لیکن اس کی اجازت سے وہ مال مکفول لہ کو دیا ہو تو اس صورت میں کفیل کو حق ہے کہ اس مال کا جو مکفول لہ کو دیا ہے مطالبہ مکفول سے کرے۔[3]

مستند

مؤمن کے مال کا احترام اُس کے خون کے احترام کی مانند ہے۔[4]

مسلمان کا مال اور اُس کا عمل دونوں محترم ہیں۔

قانون ۱۶: شرعی حدود میں کفالت قبول نہیں کی جائے گی۔[5]

---

[1]۔ مہذب الأحکام (للسبزواری)، ج20، ص: 349۔

[2]۔ مہذب الاحکام عبدالاعلی سبزواری کفالت ج ۲۰۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۸۳ مسلہ ۷۔ قانون مدنی مادہ ۷۵۱۔ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۱۶ ص ۵۹۳۔

[4]۔ وسائل الشیعہ (شیخ حر عاملی): ج ۱۲ ص ۲۸۲۔

[5]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۲۶، ص ۱۸۶۔

مستندات

ا: حدیث نبوی ﷺ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا كَفَالَةَ فِي حَدٍّ[1]

ترجمہ: ''حدود الٰہی میں کفالت قبول نہیں۔''

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

قَضَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع أَنَّهُ لَا كَفَالَةَ فِي حَدٍّ[2]

ترجمہ: ''امیر المؤمنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ حدود میں کفالت قبول نہیں۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے

فقہاء اہل سنت کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔

لا تصح الكفالة ببدن من عليه حد[3]

ترجمہ: ''جس شخص پر حد ہو اس کی کفالت جائز نہیں۔''

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج 7 باب ۱۶ مسلسل 23999۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج ۷ باب ۱۶ مسلسل 23999۔

[3]۔ مغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص ۹۷۔

کفیل اور مکفول لہ کے درمیان اختلاف سے متعلق قوانین

(Laws regarding the to Disputes between the Sponsor and the Mukfullah)

قانون ۱۷: اگر کفیل اور مکفول لہ عقد کفالت کی برقراری پر متفق ہوں لیکن کفیل مکفول لہ سے کہے کہ اب تمہارا مکفول پر کوئی حق نہیں کیونکہ تمہارا حق ادا کر دیا ہے اور وہ کہے کہ تم نے بری الذمہ کر دیا یا کہے کہ عقد کفالت کی برقراری کا تمہارا مکفول پر کوئی حق نہیں تھا لیکن مکفول لہ اس کا منکر ہو تو مکفول لہ کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔[1]

مستندات

ا: حدیث نبوی ﷺ

ا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى مَنِ ادَّعَى وَ الْيَمِينُ عَلَى مَنِ ادُّعِيَ عَلَيْه[2]

ترجمہ: "بینہ (گواہی) مدعی کے ذمہ اور قسم منکر (مدعی علیہ) کے ذمہ ہے۔"

2۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَ الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحاً أَحَلَّ حَرَاماً أَوْ حَرَّمَ حَلَالا[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۲۶، ص ۲۰۳۔ دار الکتب الاسلامیہ تہران، چاپ پنجم مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج ۶ اص ۶۱۰۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج۹ باب ۳مسلسل 3۶۶۶ ۳۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج۹ باب ۳مسلسل 23۶۷۰۔

ترجمہ: ”بینہ (گواہی) مدعی کے ذمہ اور قسم منکر (مدعی علیہ) پر ہے اور مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر ایسی صلح جو حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کرے۔“

۲: قاعدہ اصولی

قاعدہ ”الاصالۃ بقاء الحق“ یعنی اصل یہ ہے کہ مکفول لہ کا حق باقی ہے کیونکہ کفیل کا عقد کفالت کے برقرار ہونے کا اقرار مکفول لہ کے حق کے ثبوت کا تقاضاء کرتا ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

فقہاء اہل سنت کی رائے اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔

اذا قال الکفیل قد برئ مکفول بہ من الدین وسقطت الکفالۃ او قال لم یکن علیہ الدین۔۔۔فالقول قولہ[1]

ترجمہ: ”جب کفیل کہے کہ مکفول قرضے سے بری ہوگیا اور کفالت ختم ہوگئی یا کفیل کہے کہ مکفول پر تمہارا ذمہ نہیں اور مکفول اس کا منکر ہو تو مکفول لہ کی بات قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی۔“

قانون ۱۸: ایک شخص دو اشخاص کے پاس ایک شخص کا کفیل بنے تو ان میں سے جس کے پاس بھی مکفول کو حاضر کرے گا فقط اس کی نسبت کفیل بری الذمہ ہوگا۔[2]

---

[1] ۔ مغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص ۱۰۵۔

[2] ۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۲۶، ص ۲۰۴ دار الکتب الاسلامیہ تہران، چاپ پنجم۔ قانون مدنی مادہ ۷۴۹۔ مفتاح الکرامۃ محمد جواد عاملی، ج۱۶ ص ۶۱۵ موسسہ نشر اسلامی قم چاپ دوم۔

مکفول کے فرار میں سہولت کار سے متعلقہ قوانین

(Laws regarding the person who Facilitate in the escape of Mukul)

قانون۱۹: اگر کوئی شخص صاحب حق کی گرفت سے اس شخص کو کہ جس پر مال یا حق ہو زبردستی فرار کرادے تو فرار کرانے والے پر کفیل کا حکم جاری ہوگا۔[1]

قاعدہ اصولی

اصولی قاعدہ ہے کہ ''من اتلف مال احد فھو له ضامن''[2] یعنی جو کسی شخص کا مال تلف کرے وہ اس کا ضامن ہوگا۔

قانون۲۰: اگر کوئی شخص قاتل کو کہ جس نے عمداً قتل کیا ہو، مقتول کے ولی کی گرفت سے فرار کرادے تو اس پر لازم ہے کہ قاتل کو پیش کرے اور اگر اس کے لیے قاتل کو پیش کرنا ممکن نہ ہو تو وہ مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرے۔[3]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

حریز نے امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی کہ:

سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ قَتَلَ رَجُلًا عَمْداً فَرُفِعَ إِلَى الْوَالِي فَدَفَعَهُ الْوَالِي إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ لِيَقْتُلُوهُ فَوَثَبَ عَلَيْهِمْ قَوْمٌ فَخَلَّصُوا الْقَاتِلَ مِنْ أَيْدِي الْأَوْلِيَاءِ قَالَ أَرَى أَنْ يُحْبَسَ الَّذِي

---

[1] ۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۲۶، ص ۱۹۷۔

[2] ۔ تذکرۃ الفقہاء (ط-القدیمۃ) ص 374 مسألۃ من اتلف مال غیرہ علی جہۃ التسبیب وجب علیہ ضمانہ، و قواعد فقہیہ محمد حسینی شیرازی ص ۲۱۴۔

[3] ۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج۲۶، ص ۱۹۹۔

خَلَّصَ الْقَاتِلَ مِنْ أَيْدِي الْأَوْلِيَاءِ حَتَّى يَأْتُوا بِالْقَاتِلِ قِيلَ فَإِنْ مَاتَ الْقَاتِلُ وَ هُمْ فِي السِّجْنِ قَالَ وَإِنْ مَاتَ فَعَلَيْهِمُ الدِّيَةُ يُؤَدُّونَهَا جَمِيعاً إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ [1]

ترجمہ: ”راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے سوال کیا ایسے شخص کے بارے میں کہ جس نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا پھر حاکم کی طرف رجوع کیا گیا تو حاکم نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کیا تاکہ اس کو قصاص کے طور پر قتل کر سکیں۔ اچانک اس کی قوم مقتول کے ورثاء پر حملہ آور ہوئی اور قاتل کو ان کی گرفت سے فرار کرا دیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میری نظر یہ ہے کہ جنھوں نے قاتل کو بھگایا ان کو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ قاتل کو پیش کریں۔ سوال کیا گیا کہ اگر قاتل مر جائے اور وہ لوگ قید میں ہوں تو؟ امامؑ نے فرمایا کہ اگر قاتل مر جائے تو ان سب پر لازم ہے کہ مقتول کے ورثاء کو مقتول کی دیت دیں۔“

قانون ۲۱: کفیل بننا و کفالت لینا مکروہ ہے۔ [2]

مستندات

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان

۱۔ حفص بن بختری کہتا ہے کہ میں حج پر نہ جا سکا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا:

مَا أَبْطَأَ بِكَ عَنِ الْحَجِّ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ تَكَفَّلْتُ بِرَجُلٍ فَخَفَرَ بِي۔ فَقَالَ مَا لَكَ وَ لِلْكَفَالاتِ أَ مَا عَلِمْتَ أَنَّهَا أَهْلَكَتِ الْقُرُونَ الْأُولَى ثُمَّ قَالَ إِنَّ قَوْماً أَذْنَبُوا ذُنُوباً كَثِيرَةً فَأَشْفَقُوا

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ۷ باب ۱۵ مسلسل ۲۳۹۹۷۔

[2]۔ جواہر الکلام، محمد حسن نجفی، ج ۲۶، ص ۱۸۵۔

مِنْهَا وَ خَافُوا خَوْفاً شَدِيداً فَجَاءَ آخَرُونَ فَقَالُوا ذُنُوبُكُمْ عَلَيْنَا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمُ الْعَذَابَ ثُمَّ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى خَافُونِي وَ اجْتَرَأْتُمْ عَلَيَّ [1]

ترجمہ: ''کس چیز نے تجھے حج سے روکا؟ میں نے عرض کیا: میری جان آپؑ پر قربان ہو، میں ایک شخص کا کفیل بنا تھا اور اس نے مجھ سے خیانت کی اور عہد شکنی کی۔ امامؑ نے فرمایا: تجھے کفالت سے کیا؟ کیا تو نہیں جانتا کفالت کی وجہ سے گذشتہ اُمتیں ہلاک ہوئیں؟ پھر آپؑ نے فرمایا: بہت سے لوگوں نے گناہ کئے اور جب ان کو خوف اور ڈر محسوس ہوا تو ایک گروہ ان کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے گناہ ہمارے ذمے، پس خدا کی طرف سے ان پر عذاب نازل ہوا۔ خدا نے فرمایا کہ وہ مجھ سے ڈرے اور تم نے مجھ پر جرأت اور جسارت کی۔''

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْكَفَالَةُ خَسَارَةٌ غَرَامَةٌ نَدَامَةٌ [2]

ترجمہ: ''کفالت میں خسارہ، جرمانہ اور ندامت ہے۔''

۔تمت بالخیر۔

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی ج ۷ باب ۱۶ مسلسل ۲۳۹۹۸۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی باب ۱۶ مسلسل 23999۔

کتابنامہ

1. قرآن مجید (کتاب اللہ)۔

2. نہج البلاغہ (امام علی علیہ السلام): طبع اول ۱۴۱۴ھ، موسسہ نہج البلاغہ قم۔

3. الاستبصار فیما اختلف من الأخبار(ابو جعفر محمد بن حسن طوسی): طبع اول ۱۳۹۰ھ، تہران، ایران، ناشر دار الکتب الاسلامیہ۔

4. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (علاء الدین ابی بکر الکاسانی الحنفی) : طبع ۱۴۱۷ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

5. تحریر الوسیلہ (امام خمینی) : ج ۲، مکتبہ العلمیہ الاسلامیہ، طہران۔

6. تذکرۃ الفقہا (علامہ حلی، حسن بن یوسف بن مطہر) : طبع اول، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، قم، ایران۔

7. تفصیل الشریعہ فی شرح تحریر الوسیلہ (شیخ فاضل لنکرانی) : ط اول، ۱۴۲۰ھ، مرکز فقہی ائمہ اطہار قم ایران۔

8. تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (محمد بن حسن بن علی حرّ عاملی) : طبع ۱۴۰۹ھ، قم، ایران، ناشر مؤسسہ آل البیت علیہم السلام۔

9. تہذیب الاحکام (ابو جعفر محمد بن حسن طوسی) : طبع چہارم ۱۴۰۷ھ، تہران، ایران، ناشر دار الکتب الاسلامیہ۔

10. جواھر الکلام فی شرائع الاسلام (شیخ محمد حسن نجفی) : ط چہارم، ۱۳۸۵ھ، ناشر دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

11. روضۃ المتقین فی شرح من لایحضرہ الفقیہ (محمد تقی بن مقصود، معروف بہ مجلسی اول) : ج ۶ ص ۲۶۸، طبع دوم، ۱۴۰۶ھ، موسسہ فرہنگی اسلامی کوشانبور۔

12. غوالی اللئالی العزیزیہ (ابن ابی جمہور الاحسائی) : طبع اول ۱۴۰۵ھ، ناشر دار سید الشہداء للنشر، قم ایران۔

13. فقہ الامام الصادق (محمد جواد مغنیہ) : ط دوم، ۱۴۳۱ھ، موسسہ انصاریان، قم، ایران۔
14. القواعد الفقہیہ (بجنوردی) : طبع اول ۱۴۱۹ھ، نشر الہادی، قم ایران۔
15. القواعد الفقہیہ (ناصر مکارم شیرازی) : طبع سوم ۱۴۱۱ھ، ناشر مدرسہ امام امیر المومنین، قم ایران۔
16. کافی (محمد بن یعقوب کلینی) : طبع چہارم، ۱۴۰۷ھ، تہران، ایران، ناشر دار الکتب الاسلامیہ۔
17. کتاب الشہادات (محمد رضا گلپایگانی) : طبع اول، سنہ ۱۴۰۵ھ، قم، ایران۔
18. لسان العرب (ابن منظور) : طبع سوم، ۱۴۱۴ھ، ناشر دار صادر، بیروت، لبنان۔
19. مأۃ قاعدہ فقہیہ (محمد کاظم مصطفوی) : طبع ہشتم، ۱۴۳۱ھ، موسسہ النشر الاسلامی۔
20. مبانی تحریر الوسیلہ (محمد مومن قمی) : قطع وزیری، ۲ جلدی، کتابخانہ سافٹ نور، جامع فقہ اہل بیت علیہم السلام۔
21. المجموع (محی الدین نووی شافعی)۔
22. مسالک الافہام الی تنقیح شرائع الاسلام (شہید ثانی، زین الدین بن علی عاملی) : طبع اول، ۱۴۱۳ھ، مؤسسہ المعارف الاسلامیہ، قم ایران۔
23. مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل (میرزا حسین نوری) : طبع اول، ۱۴۰۸ھ، بیروت لبنان، ناشر مؤسسہ آل البیت۔
24. مستند الشیعہ فی احکام الشریعہ (احمد بن محمد مہدی نراقی) : طبع اول ۱۴۱۵ھ، ناشر مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم، ایران۔
25. مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری) : مطبوعہ الخیام، سنہ ۱۴۰۰ ہجری۔
26. المغنی والشرح الکبیر (ابن قدامہ) : طبع ۲۰۱۱ء، دار الفکر بیروت لبنان۔
27. مفتاح الکرامہ فی شرح قواعد العلامہ (سید محمد جواد حسینی العاملی) : ج ۲۵ ص ۱۷۲، طبع اول ۱۴۳۲ھ، موسسہ النشر الاسلامی۔

28. من لایحضرہ الفقیہ (محمد بن علی بن بابویہ، معروف بہ شیخ صدوق): طبع دوم، ۱۴۱۳ھ، قم ایران، ناشر دفتر انتشارات اسلامی۔

29. منیۃ الطالب فی حاشیۃ المکاسب (میرزا محمد حسین نائینی): ج ۱ ص ۱۸۷، طبع اول ۱۳۷۳، المکتبۃ المحمدیہ، تہران۔

30. الموسوعات الفقہیہ (علی اصغر مروارید): طبع اول ۱۴۲۱ھ، دار التراث، بیروت لبنان۔

31. مہذب الاحکام فی بیان الحلال والحرام (سید عبد الاعلی سبزواری): طبع چہارم، ۱۴۱۳ھ، قم ،ایران۔

32. الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی (برہان الدین مرغینانی حنفی): طبع اول، ۱۴۱۰ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

☆☆☆☆☆